لا اله الا هو الحی القیوم

لن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا

الحمد لله والمنة

کہ

مباحثہ

الہامی کتاب

دربارہ وید اور قرآن مابین مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (مولوی فاضل) مصنف تفسیر ثنائی و تفسیر القرآن وغیرہ اور ماسٹر آتما رام جی امرتسری مترجم ستیارتھ پرکاش

شائع کردہ

منیجر دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر

۱۹۲۳ء

[illegible] بازار [illegible] امرتسر میں [illegible] ۱۳۴۲ھ [illegible]

قیمت صرف ۳ آنہ

ہفتہ وار اخبار

اہلحدیث

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے یعنے دین و دنیا کا مجموعہ
۱۸×۲۲ تقطیع کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کے دن ہفتہ وار امرتسر
سے شائع ہوتا ہے جس میں مضامین مذہبی اخلاقی مسائل تمدنی و
اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں ایک
دو صفحوں پر دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں
غرض یہ اخبار توحید وسنت کا حامی۔ شرک و بدعت کا دشمن۔
مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا دنیا کی چیدہ چیدہ
اور عمدہ خبریں بتانے والا ہے۔

قیمت سالانہ پانچ روپیہ۔

المشتہر:- مینجر اہلحدیث امرتسر (پنجاب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

التماس

دیانت داری اور نیک نیتی سے جو کام ہو اُسی میں خیر ہوتی ہے آج کل کے مباحثات میں جو ایک دوسرے کی ذاتیات تک حملے ہوتے ہیں محض بدنیتی کا ثبوت دیتے ہیں لیکن شکر ہے کہ ہمارے اس مباحثہ میں اس بدخصلت کا اظہار نہیں ہوا۔ یہ مباحثہ ابتدا سے آریوں کے ماہواری رسالہ آریہ مسافر جالندھر سنہ ۱۸۹۷-۹۸ء میں چھپتا رہا ہے شائقین کی درخواست پر کتاب کی صورت میں کیا گیا ناظرین با تمکین سے امید ہے کہ بغور ملاحظہ کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرلیں گے اور مناظرین کی محنت کی داد دیں گے ✤

منیجر

مباحثہ

در بارہ الہامی کتاب

مابین

مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری

و

ماسٹر آتمارام صاحب آریہ امرتسری

مولوی صاحب ۱

خدا کے نام سے شروع

اے خدا! تو ہم کو اپنی سچی کتاب کی راہ دکھا

الہامی کتاب کے لئے میرے نزدیک بلکہ کل اہل الرائے کے نزدیک ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں اُسنے خود بھی دعوے الہام کیا ہو بعد اُس کے اُس کے لانیوالے یا دوسرے لفظوں میں ملہم کے حالات معلوم ہوں تاکہ ہم اُس کے چال چلن کے مطابق اس کے اس دعوے کو سمجھ سکیں تیسرے درجہ پر تعلیم ہے یعنے تعلیم بھی اس کتاب کی ایسی ہو کہ بداہت عقل اس کے مخالف نہو اگر ہم اس تقریر کو بصورت مقدمہ بیان کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ الہامی کتاب مدعی ہے اور شخص الہامی کے حالات اور اس کی تعلیم دو گواہ

پس کون نہیں جانتا کہ جب تک مدعی دعوےٰ نہ کرے گواہ کسی کام کے نہیں اور جبتک
گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعوےٰ غیر ثابت ہے اسی اصول سے ہم الہامی کتابوں کی تحقیق کرتے
ہیں اس وقت ہمارے سامنے تین کتابوں پر قوموں کا دعوےٰ الہام ہے قرآن۔ بائیبل
اور وید بائبل کا تو یہ حال ہے کہ اُسنے خود دعوےٰ الہام نہیں کیا نہ ہی اس کے ملہم کا
ٹھیک پتہ ہے بلکہ انجیل کی بابت تو یہ بھی تحقیق نہیں کہ وہ کون سی زبان میں تصنیف ہوئی تھی
چونکہ میرے مخاطب کو ان باتوں کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے میں ان سے درگذر
کر کے وید کی طرف آتا ہوں۔ وید نے خود بھی دعوےٰ الہامی ہونے کا نہیں کیا
اور جو یجروید کے بعض منتروں میں مرقوم ہے کہ رگ وید۔ سام وید۔ یجروید خدا کے
پاس سے ہیں اس سے بھی بمحاورہ وید الہام کا دعوےٰ نہیں ہو سکتا وید کے محاورہ میں
سب لوگ خدا سے ہیں۔ برہمن اُس کے منہ میں چھتری اس کے بازو سے شودر
اُس کے پاؤں سے یہ لفظ کوئی الہام کے معنے نہیں رکھتا اور نہ وید کے ملہموں کا
حال معلوم ہے کہ کون صاحب تھے؟ اُن کی سوشل لائف کیا تھی؟ بلکہ اگر وید کے
حامیوں کا حال دیکھیں تو وہ ان کی تعیین میں بھی مختلف ہیں کروڑہا اہل ہنود وید
کا پرکاش برہماجی پر مانتے ہیں آریہ اگنی۔ وایو۔ آدت۔ انگرا پر کہتے ہیں اور
خود وید کی تحدید میں بھی اختلاف ہے عام ہندوؤں کی نسبت آریہ سماجی
نصف کو مانتے ہیں یعنے برہمن بھاگ کو الہامی نہیں کہتے۔ الا سندھ لوگ اس کو
بھی وید کا ایک حصہ کہتے ہیں پس یہ کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب مدعی ہی
کا پتہ نہیں بلکہ دعوے کی بھی تحدید نہیں تو گواہ کیسے؟ اور کس کے؟

اب قرآن کو دیکھئے ا جا بجا دعوے سے کہتا ہے کہ میں خدا کے الہام سے
ہوں بلکہ للکارتا ہے کہ اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شبہ ہے تو مجھ جیسا کلام
بنا لاؤ اور قرآن کے ملہم کے حالات بھی ہمیں ایسے معلوم ہیں کہ ذرا ذرا مسلمانوں
کی شہادت نہ سہی مخالفین کی گواہی بھی موجود ہے کہ کس شرح و بسط سے
انہوں نے لائف آف محمد لکھی ہیں گو بعض نے اپنے تعصب سے غلط واقعات یا اپنی

سمجھ کے مطابق نوٹ چڑھائے ہیں تو ان کا جواب تاریخی واقعات سے دیا جاسکتا ہے میری غرض اس سے بھی ثابت ہے کہ ملہم قرآن (حضرت محمد علیہ السلام) کے حالات سب کو معلوم ہیں برخلاف ملہمان وید کے کہ اُن کی ٹھیک تعین بھی نہیں کہ کون صاحب تھے ان دونوں مراتب کے بعد تعلیم کا درجہ ہے جو پھر عرض کرونگا +

ماسٹر صاحب ۱

جناب من! آپ نے جو یہ بیان فرمایا ہے کہ الہامی کتاب وہ ہوسکتی ہے جو الہامی ہونے کا للکار کر دعوے کرے میری رائے میں یہ کمزور دلیل ہے کیونکہ اگر گل بکاؤلی یا اندر سبھا کی کتاب زور سے یہ دعوے کرے کہ میں الہامی ہوں کیا ہم اسکو الہامی مان سکتے ہیں؟ آپکی دلیل کے مطابق تو ان کو الہامی مان لینا چاہیئے دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ عموماً جو زور سے ناجائز دعوے کیا کرتے یا قسمیں کھایا کرتے ہیں وہ سچے نہیں ہوتے کسی نیک و بد کی پہچان کبھی اُس کا زوردار دعوے نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر دعوےٰ کے لحاظ سے ہی ایک کو ہم نیک کہیں تو پھر دنیا بھر کے چور - بدمعاش سب ہی نیک مان لینے چاہئیں کیونکہ ہر ایک چور ساہوکاری اور پارسائی کا زوردار دعویٰ کرتا ہے جس عطار کے پاس عمدہ عطر ہے وہ محض للکار کر دعوے نہیں کیا کرتا بلکہ عطر کا وجود ہی اپنی عمدگی کی زندہ شہادت ہے آجکل آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بھلے بُرے سب لوگ اشتہار دیتے ہیں لیکن آپ کو تجربہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ زور سے ناجائز دعوے کرنیوالے یا اشتہار دینے والے عموماً ٹھگ اور ناقص اشیاء کے بیچنے والے ہوتے ہیں پس میرے خیال میں اشتہار بازی ناجائز دعوے یا قسم کھانا کمزوری اور خرابی کی نشانیاں ہیں؟ نہ کسی چیز عمدہ و افضل ہونے کی؟ اسطرح ہم کسی کتاب کو محض اس وجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے کہ یہ الہامی ہونے کا اشتہار دیتی ہے یا زوردار دعوے کرتی ہے پرانوں جیسی فضول کتابیں شائد ہی دنیا میں ہوں لیکن طرفہ یہ ہے کہ کل پران اس بات کا بخوبی دعوے کرتے ہیں کہ ہم اعلےٰ درجہ کی مقدس کتابیں ہیں اور اس دعوے کو بڑا انکما دوہیں

گرنتھ جہالتم کے نام سے پکارا ہے اگر واقعی قرآن کو مسلمان لوگ صرف اسی وجہ سے الہامی مان رہے ہیں کہ وہ الہامی ہونیکا دعوے کرتا ہے تو میرے خیال میں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

(ب) "لانے والے یا ملہم کے حالات معلوم ہوں۔" یہ فقرہ مہمل ہے ملہم کے حالات کہاں تک معلوم ہونے ضروری ہیں؟ لیکن اگر کوئی حد بھی مقرر کر دی جائے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان خارجی حالات کا الہام سے کیا تعلق ہوگا؟ ہاں یہ درست ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اسکا چالچلن اعلیٰ ہو جس سے اس کی قابلیت ظاہر ہو سکے*۔

(ج) تیسرے درجہ پر آپ اس کی تعلیم مانتے ہیں گو میرے خیال میں اس کی تعلیم کو پہلا درجہ دینا چاہیئے تھا کیونکہ خارجی شہادت بناوٹ کے لیے زیادہ تر درکار ہوتی ہے تعلیم ہی در اصل اس کی شہادت ہے۔

اب جو آپ نے لکھا ہے کہ وید نے الہامی ہونے کا دعوےٰ تک نہیں کیا یہ سراسر غلط ہے البتہ وید نے اشتہار بازی کا سا بیہودہ دعوےٰ نہیں کیا۔ لیکن وید نے اس بات کو صاف کھلے لفظوں میں بیان کر دیا ہے کہ وید خدا کیطرف سے ہے افسوس تو یہ ہے کہ آپنے الہام کے معنے مقرر نہیں کئے لیکن لفظ کا استعمال حسب خواہش شروع کر دیا۔ کیا مولوی صاحب! آپ کسی سندھی سے مباحثہ کر رہے ہیں آریہ سے؟ ہندو لوگ مانتے ہیں کہ براہمن اس کے منہ سے اور چھتری اس کے بازو سے پیدا ہوئے ہوں لیکن آریہ پرش ہرگز ایسا نہیں مانتے بہتر تو یہ تھا کہ اس بارہ میں آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ کیا ہم مانتے ہیں لہذا اس سوال کا جواب دینا میرا فرض نہیں ہے آپنے سوشل لائف کا بیچ میں ذکر کر دیا لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سوشل لائف کیا ہوتی ہے؟ اور اس کا تعلق نفس مضمون سے کیونکر ٹھیرتا ہے۔

اگر آریہ لوگ۔ اگنی۔ وایو۔ آدیتہ۔ انگرہ کے ذریعہ وید کا اظہار مانتے ہیں تو اس پر آپنے اعتراض کیا کیا؟ آپ فرماتے ہیں کہ خود وید کی تعیین میں بھی اختلاف ہے لیکن افسوس یہ دعوےٰ یا بیان بلا ثبوت ہے میرے خیال میں دعوے کیلئے ثبوت

* آپنے تو آخر تک اتنا بھی نہ دکھایا۔ (ایڈیٹر)

بھی درکار ہے جو کہ آپ نے نہیں دیا آپ کو اس سے کیا جھگڑا کہ آریہ سماج کو ماننا ہی
پایا ہے کو؟ یہ تو ہندو لوگ ہم سے مباحثہ کر سکتے ہیں آپ کو چاہیئے کہ جتنا ہم مانتے
ہیں اتنا تسلیم کریں اور ہم کو چاہیئے کہ جس کتاب کو آپ جتنا مانیں اتنا ہم آپ کا عقیدہ
تسلیم کریں۔ میں آپ سے یہ سوال کرنا فضول سمجھونگا کہ آپ کیوں قرآن کے تیس ہی پارے
مانتے ہیں؟ اکتیس کیوں نہیں مانتے؟ اس کا جواب آپ یہی دے سکتے ہیں کہ قرآن کے تیس ہی
سی پارہ ہیں۔ پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ منتر سنگتا ہی وید ہیں نہ کہ برہمن گرنتھ جیسا کہ
بعض خود غرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شائد آپ خارجی گواہیوں کی
کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر یہ طریق درست مان لیں تو دنیا میں بت پرست
زیادہ ہیں اس لئے چاہیئے کہ آپ بھی بت پرستی کو تسلیم کرلیں ہندو لوگ وید ہی
میں بت پرستی اپنے وہم کے مطابق مان رہے ہیں لیکن اُن کے توہمات کو آپ کا دہرانا
میرے خیال میں لاحاصل ہے آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہندو
لوگوں کے وید کی نسبت یہ توہمات ہیں۔

قرآن کے الہامی ہونے کے بارہ میں آپنے یہ فرمایا ہے کہ وہ بار بار للکارتا ہی
کہ میں الہامی ہوں میرے خیال میں اگر قرآن نہ بھی للکارتا لیکن اسمیں جو لکھا ہے وہ
بالکل راست ہوتا تو میں بڑے شوق سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو طیار
ہوتا لیکن افسوس کہ ایک بھی سچائی کی تعلیم کما حقہٗ قرآن کریم نہیں دیتا جب یہ حالت ہے
تو اسکا للکارنا بے سود ہے اگر کوئی آدمی روز مرہ للکار للکار کر تمہارے کان کھاجائے
کہ میرے پاس سونا ہے لیکن دراصل اُس کے پاس ملمع ہو تو کیا ہم اسکے للکارنے کا
خیال کرتے ہوئے اس کے ملمع کو سونا تصوّر کرلیں؟ سونے کا سود اگر جہاں جائز
دعوے سونے کا بطور بیان کے کرتا ہے وہاں للکارنے کی بجائے اُس کا زور میں
بات پر ہوتا ہے کہ میرا امتحان کرلو لیکن جو دعوے کرتا جائے اور امتحان سے ڈرے کیا وہ کبھی سچا
سونا ہو سکتا ہے؟ علم وعقل کی کسوٹی سے اگر ہم قرآن کی تعلیم کا امتحان کریں تو یہ تعلیم ناقص
ثابت ہوتی ہے پس اس کا محض دعوے اس کے عمدہ ہونیکی کوئی دلیل نہیں قانون قدرت

اور عقل الہامی کتاب کے گواہ ہیں نہ کہ ملہم کے حالات۔

اب رہا یہ کہ مجھ سا کلام لے آؤ۔ یہ دعوٰے تو دُنیا بھر کی کتابوں پر گھٹتا ہے ہر ایک کتاب اپنا ثانی نہیں رکھتی بلکہ کیا اس سے وہ الہامی ہو سکتی ہے ؟ مولوی صاحب ذرا غور کیجیے کہ فیضی نے بے نقط قرآن بنایا اور یوکلڈ نے اقلیدس بنائی اور کیا فیضی کے قرآن کا ثانی کوئی ہے ؟ اور کیا یوکلڈ کی برابری کسی نے کی ؟ یا اگر سنسکرت کے علم ادب کی کتابوں کو دیکھیں تو ان میں سے ہر ایک لاثانی ہے اور وید کی بابت تو عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کی بناوٹ اور فصاحت لاثانی ہے لیکن قرآن کی نسبت عقل یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ فصیح ہے کیونکہ جس طرح مکھن دودھ کا نتارا ہے عطر پھولوں کا سار ہے اسی طرح فصاحت کا نچوڑ نظم ہے لیکن دین اسلام میں نظم اور راگ کو کوئی درجہ نہیں دیا گیا وید کی فصاحت کا اعلیٰ ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہے۔ کہ وید نظم میں ہیں یعنی راگ سے بھرے ہیں وید کو ہم گا سکتے اور سُر تال سے ہر ایک وید منتر گایا جا سکتا ہے لیکن قرآن میں یہ باتیں فصاحت کی ڈھونڈنا گویا چڑیوں سے دودھ مانگنا ہے

قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اوّل یا پرانی زبان بھی نہیں دیکھیے عربی میں پہلا حرف الف ا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے ؟ یعنے اس کو ا۔ ل ف (الف) بولا جاتا ہے مگر سنسکرت میں अ ہی بولا جاتا ہے نہ کہ الف یعنے سنسکرت میں ब ب ہی بولا جاتا ہے نہ کہ بے (ب۔ ے) کہاں تک لکھوں۔ عربی سے ناقص اور غیر فصیح زبان شاید ہی کوئی ہو پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہے وہ کس طرح سے مکمل یا خدا کی طرف سے ہونے کا دعوٰے یا دلیل کر سکتی ہے ؟

جس وقت قرآن بقول مسلمانوں کے نازل ہوا اس وقت عرب میں عربی زبان بولی جاتی تھی اور عربی زبان کیا ہے بدویا عرب کے لوگوں کی زبان ہے جس کو خدا کی کلام مسلمان کہتے ہیں اسکو انسانی سہارے کی ضرورت پڑی دوسرے معنوں میں خدا کی کلام ملک عرب کے وحشی لوگوں کی ناقص کلام یعنے عربی زبان کی محتاج ہوئی کیونکہ قرآن عربی میں ہے

لیکن وید کسی ملک کے باشندے کی زبان نہیں شائد آپ نے سنائے کہدیں کہ وید سنسکرت میں ہے جو کہ ہندوستان کی زبان تھی میں کہونگا ہرگز نہیں تمام پنڈت باتفاق رائے مانتے ہیں کہ وید کی زبان سے سنسکرت نکلی ہے اور جب وید نازل ہوا تھا تو اسوقت روئے زمین پر کوئی زبان نہ تھی گویا جس وقت مادی دنیا بن چکی اور انسان پیدا ہوئے اسوقت وید کا الہام دیووانی میں یعنے خدا کی کلام میں (جو کہ وید منتروں کے ملفوظات کی شکل میں موجود ہے) ہوا تھا میرے خیال میں جو الہام کسی انسانی زبان کا محتاج ہے۔ وہ الہام کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ انسان الپگیہ یعنی محدود العقل ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کی تمام زبانیں ناقص اور نامکمل ہوا کرتی ہیں قرآن کا ملک عرب کی زبان میں اور انجیل کا ملک مصر کی زبان میں ہونا ہی انکے بدائی ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ اشارہ کے طور پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ اس وقت بھی سوائے ویدک سنسکرت کے کوئی مکمل اور مدلل زبان صفحہ ہستی پر نہیں ہے اور یہ بھی بیان کر دینا غیر ضروری نہیں کہ عربی فارسی لاطینی عبرانی چینی وغیرہ سب زبانیں ویدکی زبان یعنی ویدک سنسکرت سے بگڑی ہوئی یا مصنوعی شکلیں ہیں جیسا کہ تمام دریا بارش کے پانی سے بنے ہیں۔ یا جیسا کہ کرسی میز وغیرہ تمام قدرتی لکڑی سے بنے ہیں۔ لیکن اگر کرسی کو دیکھ کر کوئی کہہ دے کہ یہ انسانی بناوٹ ہے۔ تو ایک درجہ تک یہ بات درست ہے لیکن بالکل درست نہیں۔ کیونکہ خاص شکل انسان نے لکڑی کو دی ہے نہ کہ لکڑی کو بھی بنایا ہے اسیطرح ویدک سنسکرت بمنزلہ لکڑی کے ہے اور باقی زبانیں اسکے مصنوعی کھلونے یا چیزیں ہیں مغربی عالم بھی ویدک سنسکرت کے قائل ہو رہے ہیں اگر آپ مہرشی سوامی دیانند کی سوانحعمری میں میرے اس مضمون کو جو میں نے الہام کے بارے میں لکھا ہے بغور ملاحظہ فرمادیں تو آپ کو پتہ لگ جائیگا کہ کہاں تک دنیا کے عالم لوگ وید کو درجہ دینے کو تیار ہو رہے ہیں جو کہ ہم آریہ لوگ دے رہے ہیں (دیکھو سوانحعمری صفحہ ۹۱۴ لغایت ۹۲۴

میں نہیں سمجھتا کہ لائیف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونیکا کیا تعلق ہے خدا نخواستہ اگر سکندریہ کی لائبریری کی طرح لائیف آف محمد کہیں ضائع ہو جائے تو کیا مسلمان قرآن کا ماننا چھوڑ دیں گے؟ اور اگر کوئی تعلق ہے تو بھی میرے خیال میں قرآن الہامی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت محمد کی لائیف ایک معمولی لائف تھی اس سے بڑھ کر عیسیٰ شنکراچاریہ بدھ کی زندگیاں

ہیں۔ لیکن تمام سے بڑھ کر سوامی دیانند کی لائف ہے تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی مان لیں؟ جو شخص اپنے نفس پر غالب نہیں آسکتا اور ایک شادی[1] کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کر رہا ہے اس کا سوامی جی جیسے برہمچاری کے ساتھ مقابلہ کرنا گویا لائل پور کی سانگلہ پہاڑی کا ہمالہ کے سرسبز اور عالیشان پہاڑی سے مقابلہ کرنا ہے وے رشی جنکو وید کا الہام ہوا تھا اس ابتدائی زندگی کے تھے اور قدرت کے پہلے پاکیزہ اور بے لوث بچے جن کا مقابلہ صرف آئندہ پیدائش کے اول موقع پر ہی کوئی کر سکیگا اس سے پہلے ہرگز نہیں۔

مولوی صاحب آپ ہمالہ کو قدموں سے ناپنا چاہتے ہیں سمندر کی گہرائی ہاتھ سے ٹٹولنا چاہتے ہیں کیا الہام ہمالہ یا سمندر کی طرح نہیں ہے؟ جب کہ کوئی انسانی کتاب (لائف آف محمد وغیرہ) یا انسانی بناوٹ نہیں جانچ سکتی اور نہ اس قابل ہے کہ اسکی شہادت دے سکے خدا کی کلام کو آپ کسی تاریخی واقعہ سے نہیں جان سکتے کسی انسانی پیمانہ سے ہرگز نہیں ناپ سکتے خدا کی کلام کو خدائی کلام ثابت کرنے کیلئے کوئی خدائی پیمانہ لیجئے کوئی قدرتی رشوت نہ لینے والا گواہ ڈھونڈیئے اور اگر آپ اس گواہ کا نام پوچھنا چاہتے ہیں تو میں کہہ دیتا ہوں کہ وہ قوانین قدرت ہیں جب آدمی کی کلام اس کے افعال کے مطابق ہو وہ آدمی سچا ہوتا ہے یا جب آدمی کے افعال ہم کو معلوم ہو جاویں تو اسکی کلام کو جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں بجز اس کے کہ اسکے افعال سے اس کی کلام کو ملالیں قدرت آپ

[1] تعجب ہے کہ ماسٹر جی اسی پرچہ میں صدق وکذب کی بنیاد قوانین قدرت کی مطابقت اور عدم مطابقت پر رکھتے ہیں باوجود اس کے پھر یہاں شادی کرنیوالوں پر اعتراض کرتے ہیں؟ ماسٹر صاحب! کیا شادی کرنا فطرت انسانی کا تقاضا نہیں؟ کیا یہ تقاضا انسان کی ذاتی بناوٹ سے نہیں؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو تمام عمر مجرد رہنے والوں کو مخالف قانون قدرت سمجھ کر انکی مذمت کرتے نہ کہ جو الٰہی قانون پر عمل کریں انکو ہدف بناتے کیا جو لوگ خلاف فطرت اپنی جورو خشک کر دیتے ہیں آپ کے نزدیک کسی لقب (رشی مہرشی سوامی) کہلانے کے مستحق ہیں؟ نہیں تو کیوں؟ محض اسی لئے کہ آپکے نزدیک خلاف قانون قدرت عمل کرنا کوئی بزرگی نہیں پس آپ خود ہی انصاف کریں کہ پنڈت دیانند جی قانون قدرت کی خلاف ورزی کر کے کہاں تک مہرشی رغیرہ وغیرہ کہلانے مستحق ہیں۔ (مصنف)

مانتے ہیں کہ خدا کا فعل ہے اس میں جو قوانین پائے جاتے ہیں وہ گویا خدا کے خیالات ہیں پس ضروری ہے کہ جو خدا کی کلام مانی جائے وہ خدا کے فعل یعنے قدرت اور اس کے قوانین کے مطابق ہو خدا کی کلام گویا قانون قدرت کی تشریح ہونی چاہیئے نہ کہ اور کچھ آؤ ہم اس سچے اعلے اور مدلل بے خطا گواہ کی مدد سے خدا کی کلام کی پڑتال کریں۔

جواب مولوی صاحب نمبر ۲

میں افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ میری گذارش کا مطلب یہ نہیں جس کا آپنے جواب دیا میں یہ بدگمانی تو نہیں کرتا کہ آپنے میرا مطلب سمجھا نہو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ میری عرض کو دیدہ و دانستہ خارج کرنا چاہا ہے میں نے جہاں تک مجھ سے ہوسکا اپنی معروض کو وضاحت سے بیان کیا تھا اور اس کی تمثیل کے لئے بصورت مقدمہ بھی اسکو لکھا تھا مگر نہ معلوم آپنے میرے مقدمہ کو جو بالکل واضح الفاظ میں تھا کیوں ڈسمس کر دیا خیر میں قبل جواب دینے آپ کی طویل تقریر کے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے مطلب کو مکرر ظاہر کردوں جناب کو یاد ہوگا کہ میں نے الہامی کتاب اور اس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا اور اس کے چال چلن اور سوشل لائف (طرز معاشرت) کو ایک گواہ اور اس کی تعلیم کو دوسرا گواہ بتلایا تھا پس آپ کا فرمانا کہ "ہم کسی کتاب کو محض اس وجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے کہ یہ الہامی ہونیکا اشتہار دیتی ہے یا زوردار دعوے کرتی ہے" بے موقع ہے کون آپ کو کہتا ہے کہ کسی کتاب کے صرف دعوے پر اس کو الہامی مان لیں؟ بلکہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ "جب تک گواہ گواہی نہ دیں۔ مدعی کا دعوے غیر ثابت ہے" پس آپ کا گل بکاؤلی اور اندر سبھا وغیرہ کا لکھنا بلکہ تضیع اوقات ہے بیشک میں آپ سے اس رائے میں متفق ہوں کہ کسی کتاب کا صرف دعوے اور زوردار اشتہار سنکر ہم نہیں مانیں گے جب تک گواہ مذکور گواہی نہ دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "تعلیم ہی دراصل اسکی شہادت ہے" شکیے بعد مراتب مذکورہ (دعوے الہام اور حالات ملہم) ورنہ بتلادیں کہ گلستان بوستان جیسی اخلاقی کتابیں جو بوجہ اپنی اخلاقی تعلیم کے نہ صرف ایشیا میں بلکہ کل دنیا میں عزت

کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں آپ یا آپکے ہمخیال الہامی مان لیں گے؛ ہرگز نہیں پس جس وجہ سے آپ ان کتابوں یا ان جیسی کسی اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عمدہ تعلیم سے اسکو الہامی نہیں کہہ سکتے جبتک کہ اسکا لانیوالا دعوےٰ نہ کرے اور ملہم کے حالات معلوم نہ ہوں آپنے وید کیطرف سے مدعی بنکر دعوےٰ الہام تو کیا لیکن کوئی منتر وید کا معہ ترجمہ لفظی نہ بتلایا تا کہ معلوم ہو کہ جن معنے سے پنڈت دیانند رگوید بھاشا بھومکا میں الہام کی تشریح کرتے ہیں اس کیمطابق وید کا دعوےٰ ہے یا نہیں صرف یہ لفظ کہ وید خدا سے ہے وید کو مدعی نہیں بنا سکتا میں نے الہام کے معنے اس لئے نہیں کئے تھے کہ میرے نزدیک آپکے الہام کے معنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیجئے میں بتلائے دیتا ہوں۔ "الہام در دل افگندن" (صراح)

بیشک میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے مخاطب اس بات کو کہ برہمن خدا کے منہ سے نکلے ہیں ان الفاظ سے نہیں مانتے بلکہ اسکی تاویل کرتے ہیں مجھے ان تاویل کی صحت یا غلطی سے سروکار نہیں میں نے تو صرف یہ جتلانا تھا کہ "دید" کے لفظ سے الہام کا دعوےٰ نکالنا صحیح نہیں جبتک الہام یا الہام کے معنے کا کوئی لفظ تصریح نہ کرے آپ پوچھتے ہیں کہ "سوشل لائف کیا ہوتی ہے اور اسکا تعلق نفس مضمون سے کیونکر ٹھیرتا ہے"؟ جناب من! سوشل لائف طرز معاشرت یا زندگی کے چال چلن کو کہتے ہیں اور اسکا تعلق بھی میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ ملہم کے حالات ایک گواہ ہیں تاہم آپ کا دریافت کرنا نہیں معلوم کس غرض سے ہے پھر آپ کا فرمانا کہ جب آپ لوگ اگنی وایو آدیتہ انگرہ کے ذریعہ وید کا ظہور مانتے ہیں تو آپنے اعتراض کیا کیا لیجئے صاحب میں اپنے اعتراض کو پہلے ہی لفظوں میں دہرائے دیتا ہوں؛

"کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب ملہم ہی کا پتہ نہیں بلکہ وید کی بھی تعداد نہیں تو گواہ کس کے ہیں" میں حیران ہوں کہ میرے اس بیان کو کہ وید کی تعیین اور تعداد میں بھی اختلاف ہے بیان بلا ثبوت کہہ کر آگے چل کر آپنے خود ہی مان لیا ہے کہ منتر سنگھتا ہی وید ہیں نہ کہ برہمن گرنتھ جیسا کہ بعض خودغرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں"۔

میں مشکور ہوں کہ میرے بلا ثبوت بیان کو آپ نے باثبوت کر دیا پھر آپ فرماتے ہیں کہ
آپکو اِس سے کیا جھگڑا تھا کہ آریہ سماج نصف کو مانتا ہے یا ۱/۴ کو یہ تو ہندو لوگ
ہم سے مباحثہ کر سکتے ہیں آپ کو چاہیئے کہ جتنا ہم مانتے ہیں اتنا تسلیم کر لیا

بیشک آپ ہندوؤں سے اور ہندو آپ سے اس مسئلہ میں بہت اچھی طرح گفتگو کر سکتے ہیں
اور کئی دفعہ اسی شہر میں ہوئی بھی ہے۔ لیکن میرے مطلب کو اس سے بھی کسی قدر
تقویت ہوتی ہے کہ اگر وید نے دعوٰے الہام کیا ہوتا تو اس کے معتقد اس کو ابتدا سے
ایسی حالت میں نہ چھوڑتے کہ اُسکی تحدید اور تعیین میں بھی اختلاف ہوتا میرے ہندوؤں کی
شہادت دربارہ تحدید وید لینے سے آپ کا مجھ پر الزام لگانا کہ۔

شاید آپ خارجی گواہوں کی کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر یہ طریق
درست مان لیں تو دنیا میں لوگ بت پرست زیادہ ہیں اسلیئے چاہیئے کہ آپ بھی بت پرستی کو تسلیم کر لیں

میرے پیارے ماسٹر جی امر متواتر میں شہادت کا ماننا اور شے ہے اور خیالات میں جن کو دو
لفظوں میں فہم کہتے ہیں اور شے ہے دو تین لاکھ مسلمان مل کر آپ کو ایک خبر بتلا دیں کہ
فلان شہر فلان دریا کے کنارے بستا ہے تو آپ کو اس کے ماننے میں کچھ شک رہیگا؟ اگر شک ہو
تو بتلایئے کہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کے وجود میں بھی آپ کو شک ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ کروڑہا
مسلمان آپ کو اپنے خیالات کی طرف بلاتے ہیں اور ان خیالات کی صحت کی خبر دیتے
ہیں مگر آپ نہیں مانتے کیونکہ نہیں جب تک آپ کو خود صحت معلوم نہ ہولے پس اسیطرح ہندوؤں
کا یک زبان بتلانا کہ وید سنگھتا اور برہمن دونوں حصوں کا نام ہے بالکل اسکے مشابہ ہے
کہ مسلمان آپ کو شہر مکہ کے وجود سے خبر بتلا دیں اور میرا ہندوؤں کی بت پرستی کو صحیح نہ
ماننا بالکل اسیطرح ہے جیسا کہ آپ کروڑہا مسلمانوں سے مخالف ہیں وجہ فرق یہ ہے کہ کسی
شے مرئی (دیکھی ہوئی) یا مسموع (سنی ہوئی) کی خبر بتلانے میں آدمی جھوٹ نہیں کہتا
اگر کہے تو ایک دو تین چار مل کر جھوٹ گھڑ سکیں گے کروڑہا کا جھوٹ پر اتفاق کر
لینا اور ایک خبر کو بلا وجہ کیے بعد دیگرے غلط پہونچانا کسی طرح عقل کے نزدیک بھی جائز
نہیں فہم اور سمجھ کی غلطی جو ہر انسان کو ایک دوسرے سے مذہبی خیالات میں جدا کرتی ہے اسمیں کروڑہا

مخالف بھی یک زبان ہو کر کیوں نہ میرے مخالف ہوں صرف انکی کثرت تعداد سے اپنے خیالات کو تبدیل نہ کرونگا ہاں یہ اعتراض اس شخص[1] پر ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کو بطور الزام کے کہے۔ کہ

"مسلمان سب مذہبوں کو غلط جانتے ہیں حالانکہ جس بات کو ہزاروں لاکھوں مانتے ہوں اُس کو غلط کہنا عقل کے خلاف ہے"

غالباً اس قائل کا نام آپ سمجھ گئے ہونگے مضمون سے اجنبی ہوتا تو میں خود ہی اسکا نام عرض کر دیتا آپ لکھتے ہیں کہ

"اگر قرآن نہ للکارتا لیکن اسمیں جو لکھا ہے بالکل راست ہوتا تو میں بڑی خوشی سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو تیار ہوتا"

افسوس کہ میں نے ابھی تعلیم کا مقابلہ کیا ہی نہیں میرا بیان ہنوز ابتدائی مراتب پر تھا جسے ابھی تک آپنے صاف نہیں فرمایا اور تعلیم کی طرف چلے گئے اچھا اس کا جواب بھی اخیر پرچہ میں دیگا جہاں میں تعلیم کا مقابلہ کرونگا۔ آپ کا فرمانا کہ:۔

"اگر کوئی آدمی روزمرہ للکار للکار کر ہمارے کان کھا جائے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن دراصل اسکے پاس ملمع ہو تو کیا ہم اسکے للکارنے کو خیال کرتے ہوئے اسکے ملمع کو سونا تصور کرلیں؟"

ہرگز نہیں۔ میں بھی پہلے پرچہ میں اور اس پرچہ کے اول میں لکھ آیا ہوں کہ بغیر گواہوں کے دعوے بغیر ثابت ہے جب ہی تو کہتا ہوں کہ آپنے میری عرضی کو دیدہ و دانستہ ڈسمس کرنا چاہا ہے لیکن یاد رکھیں کہ ع کلا گر تو مے مذہبی وا در وزداد بے ہست۔ آگے جو آپنے عربی زبان کے متعلق بے فائدہ طویل تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے میں اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا اس کا جواب لینا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب منن الرحمٰن[2] ملاحظہ کریں میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن نے بآواز بلند اپنے آپ کو الہامی کہا ہے۔

---

[1] سوامی دیانند جی بانی فرقہ آریہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر ۱۴ فقرہ نمبر ۳ میں لکھتے ہیں

"جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جنکے ہزاروں کروڑ ہا آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھکر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے؟

بتلائیے بت پرستی کے کتنے کروڑ قائل ہیں پھیلیں۔

[2] مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ میں اس کتاب میں ثابت کرونگا کہ عربی زبان سب زبانوں کی اصل ہے خدا معلوم کتاب کیوں نہیں چھپی (مرتب)

نہ صرف کہا ہے بلکہ للکارا ہے کہ اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شبہ ہے تو مجھ جیسا کلام عربی اد
جس سے میری غرض یہ تھی کہ قرآن مدعی الہام ہے وید اور بائبل کی طرح چپ چاپ نہیں کہ معتقد بے تعقل
شخصے پیران نمی پرند و مریدان می پرانند۔ جبر اُس کو الہامی بنائیں مگر آپکا یہ فرمانا بھی خالی از حیرت نہیں کہ

> میں نہیں سمجھتا کہ لائیف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونے کا کیا تعلق ہے خدانخواستہ
> اگر اسکندریہ کی لائبریری کی طرح لائیف آف محمد کبھی ضائع ہو جاوے تو کیا مسلمان قرآن کو ماننا چھوڑ دینگے

جناب من! لائف آف محمد کو جو تعلق ہے وہ تو میں نے بارہا بیان کر دیا ہے اگر آپ اُس پر غور نہ کریں تو میرا کیا قصور ہے میں تو الہامی کے حالات کا دریافت ہونا اُس کے دعوے کی شہادت جانتا ہوں بے شک اگر لائف آف محمد ضائع ہو جاوے تو جو مشکلات ہمارے ہموطنوں کو ملہموں کے حالات بتلانے میں پیش آ رہی ہیں وہ ہم کو بھی آئینگی۔ لیکن "آ رہی ہیں" اور "آئینگی" میں بہت بڑا فرق ہے ہاں بہ تقلید پنڈت لیکھرام بالخصوص اسکندریہ کے کتبخانہ کا نام لینے سے جو آپکی غرض ہے اس کا دفعیہ* تصدیق اور کتبخانہ اسکندریہ مصنفہ مولانا شبلی صاحب نعمانی سے ہو سکیگا ملاحظہ فرما دیں پھر آپ کا دو تین اشخاص سے سید الانبیا کی زندگی کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اخلاق سے بڑھ کر چوٹ کرنا میرے گمان کے (جو میں آپکی نسبت رکھتا تھا) مخالف ہے۔ جس کا جواب میں اس وقت دونگا جب آپ صریح لفظوں میں میرے تمہیدی مضمون کو مان کر پیغمبر خدا (صلعم) کی سوانح عمری سے سوال کریں گے اور میرے بیان پر بصورت سوال اعتراض اٹھائیں گے اس حال میں جبکہ آپ میرے تمہیدی مضمون سے ہی مخالف ہیں تو اس چوٹ کا کرنا اور اسکا جواب دینا اداب مناظرہ سے خارج ہیں ہاں آپ کا یہ فرمانا کہ تمام سے بڑھ کر سوامی دیانند کی لائف ہے تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی مان لیں ہم نہیں جانتا کہ میرے کس مضمون کا جواب ہے کیا میں نے پرچہ اول میں نہیں کہا ہے کہ جب تک مدعی دعوے نہ کرے گواہ کس کام کے؟ پس اگر سوامی دیانند کی لائف برہموؤں اور ہندوؤں کے اعتراضوں سے [illegible] کر کے سب سے اچھی بھی فرض کر لیں تو یہ گواہ بلا دعوے کس کام کا ہوگا؟ پھر ابھی دوسرا گواہ تعلیم قابل دید ہے غنیمت ہے کہ آپ نے میری درخواست پر اپنے ملہموں کے حالات بتلائے کہ وہ قدرت کے پہلے بے لوث پاکیزہ بچے جن کا مقابلہ صرف آئندہ پیدائش کے موقع

* تصدیق براہین احمدیہ مصنفہ حکیم نورالدین۔

کوئی کر سکیگا اس سے پہلے ہرگز نہیں"۔ جسپر میں آپ ہی کے الفاظ میں کہوں گا کہ افسوس دعوے یا بیان بلا ثبوت ہے میرے خیال میں دعوے کے لئے ثبوت بھی درکار ہے جو آپنے نہیں دیا ہے آخر میں جو آپنے کلام الٰہی کی صداقت کے لئے قوانین الٰہی کو گواہ ٹھیرایا ہے میرا بھی اسپر صاد ہے میں نے تعلیم کے مقابلہ میں یہی کہنا تھا اگر میں کہتا تو شاید آپکو اس میں تردد ہوتا ہے شکر ہے کہ آپ خود ہی اس کو گواہ مان گئے لیجئے اب آپ اس گواہ کی گواہی بھی سنئے! لیکن اس شاہد کی شہادت سے پہلے چند امور کا بطور اصول موضوعہ کے بیان کرنا بھی ضروری ہے:-

(۱) خدائی مذہب اور تعلیم میں سب بنی آدم شریک ہیں سب کا انمیں مساوی حصہ ہے جیسا اور قدرتی چیزوں میں سب برابر ہیں بلکہ دین الٰہی کا تقاضا یہی ہونا چاہیئے کہ مجھے سب لوگ لیں اور میری ہدایت پر عمل کریں،

(۲) جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے دوسروں سے بھی ممکن ہے۔

(۳) ممکن کے فرض سے محال لازم نہیں آیا کرتا مثلاً ہم فرض کریں کہ زید جس کی پیدائش ممکن ہے اسوقت پیدا ہو گیا ہے یا اس کے گھر میں ایک بچہ کا پیدا ہونا فرض کریں تو اس فرض سے کوئی امر محال لازم نہیں آئے گا،

پس ان اصولوں کے لحاظ سے ہم ایکہزار سال تک ویدک مذہب کی اشاعت تمام عالم میں فرض کریں اور یہ مان لیں کہ تمام بنی نوع انسان ویدک مت کے پابند ہوگئے ہیں جیسا کہ اصول اول کا منشا ہے چونکہ بعض افراد انسانی کا نیک ہونا ہم دیکھ رہے ہیں کل افراد انسانی کا نیک ہونا بھی ممکن ہے پس بموجب اصول دوم اگر تمام لوگ ویدک مت کی ہدایت کے مطابق نیک پرش بنجاویں اور خوب ہی پابندی سے عمر گذاریں تو سوال ہے کہ ایسی پابندی اور اشاعت تمام کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تمام نیک لوگ بوجہ اپنی نیک کرداری کے حیوانات کے قالب میں نہیں جائیں گے اور جو گئے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی قید گزار کر بھوگ جُونی (قید خانہ) سے نکل آویں گے جس کا نتیجہ صاف اور صریح یہ ہوگا کہ نظام عالم بگڑ جاویگا نیک بندوں کو بجائے کسی آرام اور آسائش کے سخت تکلیف ہوگی جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہوگا کہ نہ ہل جوتنے کو بیل نہ دودھ دینے کو گائے اور نہ شہد کے لئے مکھی نہ سواری کیلئے گھوڑا

وغیرہ جیسر ہونگے ایسی تکلیف کا تصور کرنے سے جو انسان کے دل پر صدمہ ہوتا ہے ہر ایک شخص اندازہ کرسکتا ہے خدا کسی کو نہ دکھاوے پس ویدک ست کی تعلیم کا اثر یا تو نظام عالم اور قوانین الٰہی کے خلاف ہے یا سب لوگوں کا نیک ہونا اسے منظور ہی نہیں بخلاف تعلیم قرآن کے ہزار نہیں بلکہ تمام عمر کروڑہا سال تک سب لوگ اس کو مانیں اس سے نظام عالم کا کوئی تنکا بھی نہیں بگڑتا پس یہ مختصر سا تعلیمی مقابلہ (جو میرے نزدیک بالکل واضح مقابلہ ہے) سردست آپ کے غور کرنے کو کافی ہے آپ اسپر ضرور غور کریں لیکن براہ مہربانی اصل تمہیدی تقریر کو پہلے دیکھ لیں جسے میں آپ کی خاطر پھر عرض کئے دیتا ہوں الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مدعی کے ہے اور الہامی کے حالات اور اسکی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے جبتک کوئی کتاب خود دعویدار الہام نہو مصنف کے حالات کیسے اطمینان بخش کیوں نہ ہوں یا تعلیم اس کی کیسی پاکیزہ کیوں نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ اس کتاب کو اخلاقی کتابوں میں عزت سے رکھا جائے پس اگر آپ کو یہ تمہیدی نوٹ مسلم ہے تو اسکی تسلیم سے اطلاع دیکر وید کا الہامی ہونا ثابت کریں اور قرآن کا الہامی ہونا مجھ سے سنیں اور اسکی تسلیم سے انکار ہو تو باقاعدہ مدلل جواب دیں لیکن میرے بیان پر کامل غور شرط ہے ایسا نہو کہ آپ بغیر غور وفکر گل بکاؤلی کا قصہ پڑھنے لگیں + ابوالوفاء

ماسٹر صاحب نمبر (۲)

آپ سوال دوم میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے الہامی کتاب اور اس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا اور اس کے چال چلن اور طرز معاشرت کو ایک گواہ اور اسکی تعلیم کو دوسرا گواہ تبلایا تھا جب تک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعوے غیر ثابت ہے۔"

اور آگے چلکر آپ لکھتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ تعلیم ہی اس کی شہادت نہیں ہوسکتی جبتک کہ دعوے الہام اور حالات ملہم ساتھ نہ ہوں ورنہ گلستان بوستان الہامی کتابیں ٹھہر جاینگی کیونکہ یہ اخلاقی کتابیں ہیں پھر آپ تحریر کرتے ہیں کہ جس وجہ سے آپ ان گلستان بوستان یا ان جیسی اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اسیوجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عمدہ تعلیم سے اس کو

الہامی نہیں کہینگے جبتک کہ اُسکا الہامی ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور ملہم کے حالات معلوم نہ ہوں"۔ میں آپکا مشکور ہوں کہ آپنے دوبارہ اپنے مطلب کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے آپکا یہ فرمانا کہ "الہامی کتاب اور اسکا ملہم بمنزلہ ایک مدعی کے ہے"۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کسی انسان کی عقل الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو ایک شے نہیں مان سکتی پس اگر آپ یہ فرماتے کہ الہامی کتاب اور اس کا ملہم دو مدعی ہیں تب تو ٹھیک تھا۔ لیکن الہامی کتاب اور اسکے ملہم کو مترادف سمجھ لینا درست نہیں الہامی کتاب میں جو کلام اور علم ہے وہ خدا کی طرف سے مانا جاتا ہے لیکن ملہم کے خیالات خدا کی طرف سے نہیں کہے جاسکتے پس الہامی کتاب اور اس کے ملہم کو ایک مساوی درجہ مدعی کا دینا درست نہیں ہے ورنہ خدا کی کلام اور ایک انسان کا درجہ یکساں ہو جاوے گا جو کہ ہرگز نہیں ہو سکتا اس لیے میرے خیال میں اگر آپ صرف الہامی کتاب کو بمنزلہ ایک مدعی کے قرار دیتے یا دیں تو درست ہے ورنہ نہیں اول ضرورت تو یہ ہے کہ الہامی کتاب نے خود دعوےٰ کیا ہو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں نہ کہ اسکا ملہم کہے کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ہے پہلے درجہ پر الہامی کتاب کا دعویٰ ہے اور دوم درجہ پر ملہم یا کسی اور انسان کا دعوےٰ ہو سکتا ہے لیکن دوم درجہ کو پہلے درجہ کے برابر بنا دینا درست نہیں اور اگر آپ دونوں کا دعوےٰ مساوی مانیں گے تو اُس کے معنے یہ ہونگے کہ آپ خدا اور انسان کا درجہ برابر مانتے ہیں یا یوں کہو کہ لاشریک خدا کا انسان کو شریک ٹھیراتے ہیں خلاصہ مطلب کہ الہامی کتاب خود ایک اعلےٰ درجہ کا مدعی ہونا چاہیئے۔

اگر آپ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ الہامی کتاب خود ایک مدعی ہے تو پھر میں آپ سے کہونگا کہ گواہوں کے مسئلہ پر غور کیا جائے آپ دو گواہ مانتے ہیں ایک ملہم کے حالات دوسرا الہامی کتاب کی تعلیم آپ مانیں گے کہ ملہم کے حالات خارجی شہادت ہے اور الہامی کتاب کی تعلیم اندرونی شہادت اور آپ جانتے ہیں کہ اندرونی شہادت جس کا دوسرا نام اصلی شہادت ہے اور خارجی شہادت بمقابلہ اندرونی شہادت کے کمزور ہوا کرتی ہے میں اس امر کو تمثیل دے کر عرض کر دیتا ہوں اگر عدالت میں ایک شخص خود اقبالی ہوتا ہو کہ میں نے اس صاحب کے دس روپے دینے ہیں تو حاکم کو ضرورت نہیں پڑتی کہ گواہ طلب کیے

لیکن جبکہ لینے والا کہتا ہو کہ میں نے اس سے دس روپے لینے ہیں اور دینے والا کہتا ہو کہ میں نے نہیں دینے تب خارجی گواہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اس عدالت میں اگر ایک خارجی گواہ شہادت اُلٹی دے تو بیسیوں گواہ طلب کیئے جاتے ہیں اور پھر بھی حاکم نہیں کہہ سکتا (کیونکہ وہ گواہوں میں اختلاف پاتا ہے) کہ درحقیقت ماجرا کیا ہے کمزور انسان یا حاکم شاید قلت وقت کے لحاظ سے یا کسی اور وجہ سے فیصلہ جیسا مناسب سمجھے کر دیتا ہے لیکن فیصلہ کر دینے پر بھی اگر حاکم کو قسم دیکر پوچھا جائے کہ دراصل اس شخص نے اسکے روپے دینے تھے یا نہیں؟ اسکی بابت وہ کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جب روپے دینے والا لینے والے کے بیان کی تصدیق صرف اپنی ایک اندرونی شہادت سے کر دیتا ہے تو اس وقت حاکم کو ضرورت نہیں ہوتی کہ خارجی گواہوں کے پیچھے بھاگے خارجی گواہ کو طلب کرنیکے معنے یہ ہیں کہ حاکم لینے یا دینے والے کے بیانات میں اختلاف رکھا پاتا ہے۔

اب فرض کرو کہ میں قرآن کی بابت جاننا ہوں کہ یہ الہامی ہے یا نہیں میں قرآن کے اوراق اُلٹتا ہوں تو اُس میں فرض کرو کہ لکھا ہوا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اگر مجھے صرف اتنی بات سے کسی کتاب کو الہامی مان لینا ہو تو بس مجھے مان لینا چاہیئے لیکن اگر میں شک کرتا ہوں تو مجھے چاہیئے کہ میں اور طرح سے اپنی تسلی کر لوں پھر قدرتی طور پر یہ ہوگا کہ میں کہونگا کہ اگر تم خدا کی طرف سے ہو تو بتلاؤ کہ خدا کی صفات کیا ہیں؟ خدا نے نجات کا کیا ذریعہ بتلایا ہے؟ خدا نے دنیا کس سے بنائی وغیرہ وغیرہ یہ سوالات میں قرآن ہی پر کرتا ہوں اور فرض کرو کہ قرآن ان سوالات کا کچھ جواب دیتا ہے اب وہ جوابات جو قرآن دے رہا ہے درست ہیں یا غلط؟ ان کی آزمائش میں اپنی عقل اپنے علم اور اپنے تجربہ سے کرتا ہوں اگر میں دیکھتا ہوں کہ قرآن کی تعلیم میری عقل وغیرہ کے خلاف ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ تم کہتے جاؤ میں الہامی ہوں کون عقلمند تم کو مان سکتا ہے؟ اس حالت میں جبکہ میں اپنے لیئے قرآن کا فیصلہ کرتا ہوں تو جن سے میں مدد لیتا ہوں وہ عقل علم از قانون قدرت وغیرہ ہیں لیکن اگر علم وعقل یا قانون قدرت کے خلاف تعلیم دیتا ہوا قرآن کہے کہ میرے لانے والے سے میری بات پوچھ لو تو میں کہونگا کہ جب میں نے سونے کو کسوٹی پر رگڑ کر دیکھ لیا کہ یہ پیتل ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ جس کا سونا ہے یعنی صراف کی بات کا اعتبار

کروں کہ یہ سونا ہے نہ کہ پیتل صراف کا کہنا میرے لئے کوئی دلیل سونے کے اصلی ہونے کی نہیں ہو سکتی جبکہ کسوٹی مخالفت کر رہی ہے اس لئے صراف کے ایک بیان کو سچ ثابت کرنے کے لئے دوبارہ صراف کا ہی بیان ضروری نہیں بلکہ کسوٹی ضروری ہے پس قرآن کا لانیوالا اگر کہے تو بھی جبتک کہ قرآن کی اندرونی شہادت یا اس کے اپنے اقبال یعنی اسکی تعلیم کی یعنی عقل وغیرہ کی کسوٹی سے جانچ نہ کر لیں تو نہیں مان سکتے صراف دوسرے صراف کو رشوت دیکر بطور گواہ کے لا سکتا ہے لیکن صراف کسوٹی کو رشوت نہیں دے سکتا اور کسوٹی کیا ہے؟ کسوٹی قدرتی رشوت نہ لینے والا پیمانہ سمجھنا چاہیئے سو صراف ایک طرف کیوں نہوں ان سب کو ایک کسوٹی کا فیصلہ ماننا پڑے گا اس لئے کسوٹی کا فیصلہ قطعی اور سچا ہے نہ کہ صرافوں کی گواہیوں کی تعداد اب قرآن کہتا ہے کہ میں الہامی کتاب ہوں ہم کہتے ہیں کہ اچھی بات

قرآن میں خدا کی طرف سے ہوں اور مثل کھرے سونے کے ہوں۔

محقق[1] - بہت خوب۔

قرآن میرے لانے والے یعنی صراف سے میری بابت پوچھئے!

محقق اب صراف سے پوچھنے کی دوبارہ ضرورت نہیں ہم رشوت نہ لینے والی بیٹا کسوٹی لاتے ہیں اور اس سے تمہاری آزمائش کرتے ہیں۔

قرآن جبکہ میرے لانیوالے کی سوشل لائف اور دیگر حالات زندگی بتلا رہے ہیں کہ میں خدا کی طرف سے ہوں تو آپ کسوٹی کیوں لاتے ہیں؟

محقق - اگر تم کھرے سونے ہو تو گھبراؤ نہیں قانون قدرت اور علم وعقل کی کسوٹی سے تمہارا امتحان کرتا ہوں اور اگر اس کسوٹی نے فیصلہ کر دیا کہ تم کھرے سونے ہو تو خارجی شہادتوں کی ضرورت نہیں۔

قرآن اگر میری تعلیم کو علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی کہیں میرا مرتبہ گلستاں بوستاں کا سا نہ کر دینا۔

محقق - اگر تم پچاس روپیہ تولہ کے سونا ہو تو تم کو کوئی پندرہ روپیہ در کا سونا نہیں

---

[1] ناظرین یہ محقق یعنی حقہ نوش ہے نہ تحقیق کنندہ (مینجر)

بنا سکتی۔ گلستاں بوستاں کا خیال مت کرو کسوٹی سب فیصلہ کردیگی۔

قرآن۔ بھائی کسی کتاب کو فقط عمدہ تعلیم سے الہامی نہیں کہنا جبتک کہ اس کا لانیوالا دعوےٰ نہ کرے اور ملہم کے حالات معلوم نہ ہوں۔

محقق۔ تمہارا لانیوالا اور اس کے حالات تمہارے گواہ بے شک رہیں ہم اسکی پرواہ نہیں کرتے لیکن تم کھرا سونا ہو یا نہیں اس کا فیصلہ تو ہمارا علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی کرے گی۔

قرآن آگے تو جس نے مجھے سونا مانا میرے کہنے اور میرے صراف کے کہنے سے ہی مان لیا۔ لیکن خدایا یہ عجیب آدمی ہے جو علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے مجھے پرکھنا چاہتا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ ملہم کے حالات کو الہامی کتاب کی تعلیم پر ترجیح نہیں دے سکتے پس الہامی کتاب کی تعلیم اس کے الہامی ہونے کا اندرونی گواہ ہے اور اس گواہ کے بیانات کو جانچنے کے لئے قانون قدرت اور علم وعقل ذریعہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ "جب تک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعوےٰ غیر ثابت ہے" اس کے متعلق میں نے عرض کردی کہ تعلیم ہی کافی گواہ ہوسکتا ہے اور جب جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ مدعی خود ہی اقبال کرے اور ایک ایسے خطا گواہ اسکے اقبال کی تائید کرے تو پھر دنیا بھر کی یا ادھر اُدھر کی گواہیاں ڈھونڈنا لاحاصل ہوجاتا ہے اور جو آپ نے فرمایا کہ تعلیم ہی اس کی شہادت نہیں ہوسکتی جبتک کہ دعوےٰ الہام اور حالات ملہم ساتھ نہ ہوں اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ تعلیم ہی کافی شہادت ہوسکتی ہے ہاں دعوئے الہام کا اس کتاب میں ہونا بھی درست ہے۔ لیکن حالات ملہم غیر ضروری ہیں اس لئے ان کو ڈسمس کیا جاتا ہے۔

رہا یہ خطرہ کہ اگر کسی کتاب کا الہامی ہونا محض اس کی عمدہ تعلیم سے ہی جانچا جائیگا تو پھر گلستان بوستاں جو کہ بقول مسلمانوں کے اعلےٰ درجہ کی اخلاقی کتابیں ہیں الہامی نہ ٹھیر جائینگی میرے خیال میں یہ خطرہ مسلمانوں کے لئے ہے نہ کہ آریوں کے لئے اگر میرے گھر میں سونا ہو اور مولوی صاحب کے گھر میں بھی تو میں دونوں کو سونا کہونگا۔ اگر گلستاں بوستاں میں

(بقول آپکے) اعلےٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جزو کہنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے تو میں کہنے کو تیار ہوں کہ اس نہر میں بھی گنگا سا پانی ہے یا گنگا کا ہی پانی ہے ٹھیک اسیطرح گلستاں بوستاں اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہو اگر اس میں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہونگا کہ یہ تعلیم وید کے سرچشمے جو کہ جملہ سچائیوں کا منبع ہے نکلی ہے اور اسوجہ سے برابر وید کی ہے ہمارا تو سراسر دعویٰ ہی یہ ہے کہ دنیا بھر کی کتابوں میں جو جو سچائی ہے وہ وید کی ہے اور جو جو جھوٹ یا خلاف علم و عقل باتیں ہیں وہ ان کے بتانے والے مصنفوں کے اپنے انسانی خیالات ہیں میں افسوس کرتا ہوں کہ میں گلستاں کو جس میں کہ لکھا ہے کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" کبھی اعلےٰ درجہ کی اخلاقی کتاب کہنے کو تیار نہیں ہوں لیکن بایں ہمہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ گلستاں بوستاں میں بھی جو چند سچائیوں کی تعلیم دی گئی ہے وہ وید کی تعلیم ہے اور جو جو ان میں دیگر باتیں ہیں وہ سعدی صاحب کی اپنی طرف سے ہیں خدا کی کلام اور خدا کے علم کا ہی دوسرا نام وید ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض میں خود ہی اٹھا کر اس کا جواب دینا چاہتا ہوں فرض کرو کہ کوئی کہے کہ اقلیدس یا علم حساب کی ایک کتاب میں کوئی بھی بات علم و عقل کے خلاف یا جھوٹ نہیں ہے تو کیا اقلیدس بھی الہامی وید کی طرح ہو گئی؟

جس کا جواب یہ ہے کہ اس میں جو سچائی کے اصول ہیں وہ تو برابر وید سے اخذ کئے گئے ہیں اور وید ہی کی تعلیم ہے لیکن وید کے ایک منتر کی تشریح گو وید کے مخالف نہ ہو لیکن وید ہی نہیں کہی جا سکتی پس سچے سائنس اور سچے علم طبابت کی کتابوں میں جو سچے اصول بیان کئے گئے ہیں وہ وید کے ہی اصول ہیں۔ لیکن جو اُن اصولوں کی تشریح موٹی عقل کے آدمیوں کو سمجھانے کے لئے کی گئی ہے وہ تشریح دالمضمون وید نہیں ہے جس طرح کہ سوامی جی کی وید کی تفسیر گو وید کے مدعا کو ظاہر کرنیوالی ہے اور اسکے مطابق ہونیسے سچی ہے لیکن وہ تفسیر وید نہیں ہو سکتی البتہ وید کی تشریح ہے اسی طرح جملہ سچے علوم کی کتابیں جو آپ دنیا میں پاتے ہیں وہ سب وید منتروں کی تفسیریں ہیں

اور ان میں جو جو سچائیاں ہیں وہ سب وید کی ہیں۔

اس بات کو پڑھ کر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا وید کے دس منتروں کا لفظی اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ کر کے اس کی اگر ایک کتاب چھپوا دی جاوے تو یہ کتاب وید کہلائیگی یا نہیں؟ کیونکہ اس میں جو سچائی کے اصول ہیں وہ سب وید کے اصول ہیں بلکہ یہانتک کہ لفظی ترجمہ ہی ہیں تو اس حالت میں میں کہونگا کہ بےشک اس کتاب میں وید کی پوری تعلیم تو موجود ہے لیکن پھر بھی وید نہیں اب معترض پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیا بات ہوئی؟ میں کہونگا کہ وید کے شبد ارتھ اور سمبندھ کا نام یعنے ملفوظات ان کے معانی اور ان کا باہم تعلق اس لیئے چونکہ اس کتاب میں وید کے شبد (ملفوظات) موجود نہیں ہیں اس لیئے یہ وید نہیں۔

میں نے جو مولوی صاحب سے الہام کی تعریف پوچھی تھی وہ اسی غرض سے کہ مولوی صاحب کو سوچنے کا موقع دے سکوں کہ ہم لوگ الہام کو کیا مانتے ہیں دیگر مذاہب کے پیرو یا الہام کے ماننے والے مثلاً محمدی یا عیسائی ہماری طرح الہام کی تعریف نہیں مانتے وہ صرف تعلیم یا ہدایت کو یا دوسرے معنوں میں علم کو تو خدا کی طرف سے مان لیتے ہیں جب کو وہ در دل انگندن وغیرہ یا الہام کے نام سے پکارتے ہیں لیکن ہم جہاں سچے علم کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں وہاں اس زبان یا اس ملفوظات کو بھی جن میں وہ علم ظاہر ہوتا ہے الہامی یعنے خدا کی طرف سے مانتے ہیں گویا ہم علم اور زبان اور ان کے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں ہمارے مسلمان بھائی زبان کو الہامی نہیں مانتے وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں پس فرض کرو کہ گلستاں و بوستاں بالکل سچائی کی تعلیم دیتی ہیں تو میں یہ دوبارہ کہتا کہ یہ تعلیم وید کی ہے لیکن گلستاں بوستاں چونکہ وید کی زبان یعنے الہامی زبان میں نہیں ہیں اسوجہ سے یہ وید یا الہامی نہیں ہوسکتیں لیکن انکے وید کے مطابق یا وید کی تفسیر یا تشریح ہونے میں بشرطیکہ ان کی تعلیم بالکل سچائی پر ہو کچھ شک نہیں۔

آپ وید کا منتر بمعہ ترجمہ کے طلب کرتے ہیں جس سے کہ وید کا دعویٰ کہ میں خدا

کی طرف سے ظاہر ہو جائے لیجئے عرض کرتا ہوں ؛

یجروید ادھیائے ۳۱ کا ساتواں منتر (دیکھو) منتر یہ ہے۔

तस्माद्यज्ञात्सर्व हुत ऋचः सामानिजज्ञिरे
छन्दांसि जज्ञिरे तस्माद्यजुस्तस्मादजायत॥

"ست چت انند وغیرہ اوصاف سے موصوف سب جگہ بھرپور پرش سب کی پرستش اور اوپاسنا کے لائق اور سرب شکتیمان جو یگیہ پرماتما ہے اُسی سے رگوید یجروید سام وید اور اتھروید چاروں ویدوں کا پرکاش (الہام) ہوا ؛"

سروہت ¹ - یہ شبد ویدوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے اسلئے کہ وہ सर्वहुत (وید) سب انسانوں کے حاصل کرنے کے لائق ہیں ¹ जज्ञिरे جگیرے اور अजायत اجائت یہ دو کریا (ایک ہی معنے دینی والی) اس لئے آئی ہیں کہ ویدوں میں انیک ودیاؤں کی موجودگی ظاہر کی جاوے ²

تسمات پد دوبار آیا ہے اس بات کے جتلانے کو کہ ایشور ہی سے ویدوں کی اُتپتی (پیدائش) ہوئی ہے ؛ اس کے علاوہ اتھروید - کانڈ ۱۰ - پر پھاٹھک ۲۳ - انوواک ۴ - ۲۰ منتر اس بات کو کہ چاروں وید خدا کا گیان اور اُس سے نازل ہوئے ظاہر کرتا ہے (دیکھو رگوید آدی بھاش بھومکا کا اُردو ترجمہ مصنفہ لالہ منشی رام صفحہ ۱۱ و ۱۲)

آگے چل کر آپ اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ۔ جو آپنے عربی زبان کے متعلق تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے میں اس کا جواب دینا دینا فرض نہیں جانتا ؛

امید ہے کہ مولوی صاحب اس مضمون کو جو میں اوپر لکھ آیا ہوں پڑھتے ہوئے اس میری پہلی تحریر کو دوبارہ پڑھ لیں گے اور ضرورت محسوس کریں گے کہ اس کا جواب دینا ضروری ہے کیونکہ ہم آریہ لوگ زبان کو الہامی مانتے ہیں ہاں اگر آپ جواب نہ دیں گے تو میں سمجھ لونگا کہ آپ ٹالتے ہیں (جس کتاب کا آپنے حوالہ دیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے) آگے چل کر آپ نے لائف آف محمد کا ذکر چھیڑا ہے +

حضرت محمد جی کو ہوئے غالباً چودہ سو برس سے زیادہ نہیں گزرے لیکن اس زمین کو بنے کروڑ ہا برس گزر چکے اور کئی کروڑوں برسوں سے حضرت انسان اس سیارہ پر بود و باش رکھتا ہے اگر الہام کی ضرورت گمراہ ملک عرب کو تھی تو لکھو کھا انسانوں کو جو حضرت جی سے پہلے ہو چکے ہیں کیا نہ تھی ؟ اگر نہ تھی تو حضرت صاحب کے وقت میں بھی نہ ہونی چاہیئے اس لیئے جہاں آپ الہام کے دیگر پہلوؤں کو سوچتے ہیں وہاں اسبات کا بھی خیال کر لیجیئے کہ الہام کا کونسا وقت ہو سکتا ہے ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ انسانی پیدائش کے وقت پر انسانوں کو زبان اور علوم اور اُن کے تعلقات جاننے کے لیئے الہام کی ضرورت تھی اور وہ ضرورت اس خداوند تعالےٰ نے جس نے مادی آنکھوں کے لیئے سورج کو بنایا پوری کی بقول مسلمانوں کے لکھو کھا آدمی گمراہی میں مر گئے اور درمیان میں اللہ میاں کو الہام کا خیال آگیا وہ کتاب کبھی الہامی نہیں ہو سکتی جو ابتداء آفرنیش میں نازل نہ ہوئی ہو قرآن جو کہ انجیل کے بعد بنا ہرگز الہامی نہیں ہو سکتا ۔کیونکہ قرآن کی تعلیم سے بڑھ کر علم وعقل کی ترقی دنیا میں موجود تھی ۔ چین ہندوستان مصر یونان وغیرہ وغیرہ نہایت اعلےٰ شائستگی کے معراج پر بغیر قرآن کی خواہش کے پہونچ چکے تھے لیکن وید کی تعلیم ان سب ملکوں کی ترقیوں کا مخزن تھی کیونکہ وہ ابتدائے آفرنیش کے وقت پر نازل ہوئی تھی جب یہ حالت ہے تو لائف آف محمد یا لائف آف کرائسٹ کا سچے الہام سے کیا واسطہ ہے ؟

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ سوامی جی اور محمد جی کی زندگی کے مقابلہ سے ڈر گئے ہیں لئے کسی کی زندگی پر حملہ نہیں کیا ۔ کیا دن کو دن اور رات کو رات کہنا کسی پر حملہ ہو سکتا ہے ؟ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ محمد جی دنیا دار اور کئی دفعہ شادی شدہ اور اُس کے مقابلہ پر سوامی جی تارک الدنیا[1] اور مجرد تھے مگر میں اس بات پر زور نہیں دیتا ۔ کیونکہ محمّد جی یا سوامی جی کی زندگی کا مقابلہ الہام سے کچھ تعلق نہیں رکھتا آپ نے چونکہ لائف آف محمد کا ذکر کیا تھا اس لیئے مجھے بھی کہنا پڑا ورنہ مجھے خاص ضرورت نہ تھی ؛

[1] اس کے متعلق نوٹ صفحہ ۹ دیکھو

آگے چل کر جو آپنے چند اصول موضوعہ لکھے ہیں ان کو بغیر بحث کئے قائم کر لینا آپکے اور میرے لئے درست نہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر ایک کے متعلق گفتگو کروں ورنہ رہنے دوں جب میں ان اصولوں کا آپکی طرح قائل نہیں ہوں[1] تو میں کیونکر اس غیر ضروری اور سراسر خارج از بحث مضمون کا جو کہ آپنے چھیڑ دیا ہے جواب دوں لیکن اگر آپ دوبارہ ارشاد فرماویں تو جواب دینے کو تیار ہوں۔ میں حیران ہوں کہ اس خشک لطیفہ کو جواب کا ہی طبعزاد ہے آپنے کیونکر "مختصر سا تعلیمی مقابلہ" کا نام دیدیا میں درخواست کرتا ہوں کہ آئندہ مولوی صاحب "قاضی کو شہر کا اندیشہ۔" کے لطیفے چھوڑ کر اصل مضمون سے باہر نہیں جاوینگے

آپ بے شک قرآن اور وید کی تعلیم کا پہلو بہ پہلو مقابلہ کیجئے لیکن اس کے لئے نادرشاہی طریق جو آپنے استعمال کیا ہے اختیار نہ کیجئے۔ بلکہ حسب ذیل طریق کو پسند فرمایئے۔

فرض کرو کہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ قرآن اور وید نے خدا اور اُس کی صفات کی بابت کیا تعلیم دی ہے ؟

وید کا منتر جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں۔	اس کے مقابلہ پر	قرآن کی آیت جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں۔
وید منتر کا مستند ترجمہ		قرآن کی آیت کا مستند ترجمہ
ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب آریہ		ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب مولوی صاحب
نتیجہ وید منتر کی تعلیم کا آریہ کے الفاظ میں۔		نتیجہ قرآنی آیت کی تعلیم کا مولوی صاحب کے الفاظ میں

اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ اس بات کا مقابلہ کیا جاوے کہ وید کی اشاعت سے انتظام عالم درہم برہم ہو جائیگا یا ہو جانیکا احتمال ہے اور قرآنی تعلیم سے ایسا احتمال نہیں ہے تو براہ مہربانی قاعدہ مذکور کے مطابق کارروائی کیجئے یعنے اول قرآن کی آیت اور اس کا ترجمہ اور اس کا نتیجہ پیش کر کے تبلادیں کہ دنیا کے انتظام کی بابت قرآن کیا تعلیم دیتا ہے پھر مجھ سے پوچھئے کہ اس کے متعلق وید کی کیا تعلیم ہے پھر دونوں کا مقابلہ کیجئے! اور علم

[1] آخری پرچہ میں تو چپکے سے مان لئے۔ جو ترمیم کی وہ بھی نہ کرنے جیسی (مینجر)

عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے آزمائیے! جو ناقص ثابت ہوں اس کو ناقص اور جو افضل ثابت ہوں اس کو افضل کہنے کا حوصلہ دیجئے۔

آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ "بخلاف تعلیم قرآنی کے ہزار سال نہیں بلکہ تمام عمر کروڑ ہا سال تک سب لوگ اس کو مانیں اس سے نظام عالم کا کوئی تنکہ بھی نہیں بگڑتا" اس کے متعلق میرے مختصر سے چند اعتراض ہیں:-

(الف) یہ کس قرآن کی آیت کا نتیجہ ہے؟ براہ مہربانی وہ آیت بمعہ مستند ترجمہ کے پیش کیجئے۔

(ب) نظام عالم کو قائم رکھنا کیا قرآنی خدا کا منشا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی خدا تو سب کو بگاڑتا ہے کیونکہ سورہ بقرہ میں درج ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وغیرہ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جب اللہ میاں ہی سب کو بگاڑنے والے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ قرآنی تعلیم کی رو سے عالم کا انتظام نہیں بگڑتا۔ چہ معنے دارد؟ عام خونریزی وغیرہ کی تعلیم قرآن شیر مادر کی طرح دے رہا ہے لیکن آپ نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی تعریف کر رہے ہیں شیطان اور اسکے کام بھی قابل غور ہیں شیطان اکیلا ہی سلمانی خدا کے سلسلہ انتظام کو آج تک بگاڑتا رہا اور اس کے بندوں کو گمراہ کر رہا ہے لیکن حسن انتظام کی خوبی ہے یا یہ کہ خدا نا قابل ہے کہ اپنی حکومت سنبھال سکے یا اس کا بال بینکا کر سکے ایسے شیطان کی موجودگی میں جس نے خدا کا بھی دم ناک میں کر رکھا ہے آپ کا نظام عالم کا فخر کرنا واقعی حیرت انگیز ہے۔

(ج) آپ نے جو اصول موضوعہ گھڑے ہیں تبلایئے؟ کہ قرآن کی رو سے اور شیطان کی موجودگی میں وہ کیونکر قائم رہ سکتے ہیں؟ کیا قرآن میں ان اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے؟ ان اصولوں کو کہیں شیطان تو نہیں بگاڑ دیتا؟ اس کا خیال کر لیجئے شیطان کو مان کر نظام عالم بگاڑنا حیرانی ہے۔

(د) اگر بقول آپکے تمام عمر اور کروڑ ہا سال تک سب لوگ اس کو مانیں (حالانکہ شیطان مانع ہے) تو نظام عالم کا تنکا بھی نہیں بگڑے گا تو ظاہر ہے کہ قرآن کا قیامت کی

ل کیسے دوراز فہم سوال ہیں۔ منیجر

تعلیم دینا غلط ہوا یا تو آپ کا کہنا درست ہوگا یا قرآن کا ہم تو آج تک سنتے تھے کہ قرآن میں قیامت کا ذکر ہے لیکن یہ نئی ایجاد مسلمانی دنیا میں آپنے ہی کرکے دکھائی کہ نظام عالم کا تنکا بھی نہیں بگڑے گا گویا قیامت کبھی نہیں آئے گی اور جب قیامت نہیں ہوگی تو در بدر پھرتی روحوں کو اعمال کا ثمرہ کیسے اور کب ملیگا ؟ اور قیامت اگر ہوگی تو آپ کا فرض کردہ نظام عالم ایسا بگڑیگا کہ پھر کبھی آئندہ ہرگز نہیں بن سکیگا لیکن مسلمانی نظام عالم نہ صرف دنیا کیلئے ہی نہیں بلکہ دوزخ اور بہشت میں بھی ہوگا شاید قرآنی خدا کی حکومت کا یہ ہی اصلی اسکول نہ ہو بلکہ وہاں بھی ہوگا اور شائد اس انتظام کی خوبی کا ہی نتیجہ ہوگا کہ ایک آدمی کو جس نے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کیا اس کو ہمیشہ کے لئے دوزخ نصیب ہوگا دنیا میں تو جس کا ابتدا ہوتا ہے اس کا انتہا ہوتا ہے۔ لیکن قرآنی منتظم خدا کے کیا کہنے یعنے دوزخ میں لوگوں کے جانے کا تو آغاز ہو خاتمہ کبھی نہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ ؎

اندھیر نگری چوپٹ راجہ ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا

مولوی صاحب نمبر (۳)

دعا ! اے خدا ! ہم کو ظاہری بینائی بخشنے والے ! باطنی روشنی بھی عطا کر !

ماسٹر صاحب ! پہلے میں ان الفاظ کی نسبت جو آپنے بتقلید پنڈت لیکھرام لکھے ہیں افسوس کرتا ہوں۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ان الفاظ کی نسبت آریہ ریفارمر دل سے استغاثہ کریں گے مگر افسوس ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد ✦ وہ بھی کمبخت تیرا چاہنے والا نکلا

چونکہ میں خدا کو وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ مانتا ہوں اسلیئے میں آپکے جواب میں آریوں کا خدا۔ ہندوؤں کا خدا۔ کافروں کا خدا۔ وغیرہ وغیرہ ناجائز الفاظ کا استعمال کرنا موجب شرک جانتا ہوں اگر بھولے سے کبھی ہو گیا تو خدا معاف کرے۔

میرے پیارے ماسٹر ! آپ جانتے ہیں کہ ہماری گفتگو محض دوستانہ اور ہمدردانہ ہے ایسے موقع پر (چونکہ آپ ماسٹر رہ چکے ہیں) ایسے الفاظ سے کام لینا جو مخاطب کی توجہ

کر انتقام لینے کی طرف مائل کریں اور فہم مطالب سے ہٹا دیں ہرگز درست نہیں،

مجھے شبہ ہوتا ہے کہ یا تو (بقول آریہ سماج) پنڈت مذکور کی روح آپ میں حلول کر گئی ہے یا کوئی مشیر خاص آپ کو ایسے الفاظ کے لکھنے پر مجبور کرتا ہے یا آپ چاہتے ہیں کہ یہ خاکسار بھی اپنی عادت کے خلاف اس طرف متوجہ ہو تاکہ اصل مقصود سے دور ہو جائے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور عموماً وہی خصلتیں (ایذا دہی وغیرہ مجھ میں بھی ہیں) مگر چونکہ خدا کی سچی کتاب کو اپنا پیشوا جانتا ہوں جو عام طور پر مناظرات میں جادلہم بالتی ہی احسن (مناظرہ بہت اچھے طریق سے کیا کرو) کی ہدایت کرکے جوشیلے بندوں کو راہ راست پر لاتی ہے اس لئے میں ایسے الفاظ کو جن سے میرے مخاطب کی دلشکنی ہو استعمال کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا،

بہرحال آپ کے مضمون کے قطع نظر اس سے کہ آپ نے میری کئی باتوں کے جوابات نہیں دیئے بالاختصار فقرے کرکے بالترتیب جواب دیتا ہوں،

(۱) الہامی کتاب کا مدعی ہونا ضروری ہے ملہم کو اس کے دعوے میں شریک کرنا درست نہیں ورنہ چونکہ الہامی کتاب خدا کا علم ہے اگر اس میں ملہم کے دعوے کو جز بنا دیں تو گویا خدا سے شرک لازم آتا ہے۔

(۲) اندرونی شہادت اصل شہادت ہے مدعی اگر اقرار کرے تو حاکم کو یقین ہو جاتا ہے گواہ خارجی اگر کتنی ہی گواہی دیں حاکم کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا، پس معلوم ہوا کہ اصل شہادت اندرونی شہادت ہے،

(۳) سچی کتاب (قرآن ہو یا وید) کی پہچان اس کی تعلیم موافق عقل اور علم ہے اگر اسکی تعلیم درست نہیں تو لانیوالا کتنا ہی کیوں نہ دعوے الہام کرے ہرگز سچ نہیں۔ دعوے کتاب دربارہ الہام ضرور مگر الہامی شخص کے حالات

دریافت ہونے ضروری نہیں۔

(۴) گلستاں بوستان وغیر اخلاقی کتابیں اگر ان میں راستی ہے اور نیز تمام دنیا کے سچے قاعدے حتےٰ کہ اقلیدس وغیرہ بھی وید ہی سے نکلے ہوئے ہیں۔ چونکہ گلستاں میں "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" کا فقرہ بھی ہے اس لئے میں (ماسٹر صاحب) اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہہ سکتا۔

(۵) وید نام ہے "ملفوظ معانی کا" ہمارے نزدیک جو کتاب الہامی ہو اس کی زبان بھی الہامی ہے گلستاں بوستان چونکہ وید کی زبان (سنسکرت) میں نہیں اس لئے وہ الہامی نہیں۔

(۶) وید کا منتر جس سے وید کا دعوے الہام ثابت ہو وہ لفظ "پرکاش" ہے جس کو بریکٹ میں (الہام) لکھا ہے۔

(۷) پیغمبر اسلام سے پہلے لکھو کھا آدمی گزرے ہیں ان کو الہام کی ضرورت نہ تھی؟ ملک عرب کو ہی حضرت کے زمانہ میں ہوئی؟ پہلے لوگوں کو خدا نے گمراہی میں کیوں رکھا؟ قرآن سے بڑھ کر اس وقت علم کی ترقی۔ ہند۔ چین۔ مصر یونان وغیرہ میں تھی۔

(۸) آپ (مولوی صاحب) نے جو اصول باندھ کر قرآن اور وید کا تعلیمی مقابلہ کیا ہے۔ مجھے وہ اصول منظور نہیں اگر آپ اجازت دیں گے تو میں اُن پر بحث کرونگا۔ آپ (خاکسار) نے جو تعلیمی مقابلہ کیا ہے مطلب سے باہر ہے۔

(۹) قرآن اور وید کا مقابلہ کرنا ہے تو خدا کی صفات سے چل کر بالترتیب مقابلہ کریں ہر دعوے پر آیت قرآنی دیں اور وید منتر لیں۔

(۱۰) خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے شیطان کو پیدا کر رکھا ہے جو خدا سے ہر بات میں مقابلہ کرتا ہے نیز قران خونریزی کی تعلیم دیتا ہے کیا اس سے نظام عالم نہیں بگڑتا؟ تعلیم قرآن سے نظام عالم کا نہ بگڑنا کس آیت

قرآنی کا نتیجہ ہے؟ نظام عالم قائم رہنے سے قیامت کا ہونا غلط ہوتا ہے۔

یہ ہے آپکے مضمون کا خلاصہ۔ اب فقیر کی گزارش سنیئے!۔

فقرہ اول کا جواب یہ ہے کہ دعوے تو الہامی کتاب ہی میں ہو مگر چونکہ الہامی کتاب ملہم کے منہ سے نکلی ہو گی اس لئے اس دعوے میں ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے خاص کر منکر کے مقابلہ میں جو اس الہامی کتاب کو اس الہامی شخص ہی کی تصنیف کہتا ہے میرے اس مطلب کا قرینہ میرے پہلے پرچہ میں موجود ہے جہاں میں نے صرف الہامی کتاب کو مدعی کہا ہے آپنے اسپر غور نہیں کیا۔ اصل دعوے تو کتاب ہی کا ہے مگر ملہم کے منہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کا بھی کہلا سکتا ہے۔

فقرہ دوم میں تو آپنے سخت غلطی کہائی ہے کہ اقرار اور شہادت میں فرق نہیں کیا۔ بھلا بتلا دیں اگر کوئی شخص آپ پر اور اس خاکسار پر نالش کر دے اور یہ عاجز حاکم کے سامنے اقرار کرے کہ بیشک میں نے اور ماسٹر صاحب دونوں نے اس شخص کا دینا ہے تو کیا میرا بیان آپ پر حجت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں آپ کو اسمیں شبہ ہو تو کسی وکالت پیشہ دوست سے دریافت فرمالیں کہ ایک ملزم کا بیان یا مدعیٰ علیہ کا اقبال دوسرے پر الزام دہ نہیں ہوسکتا۔ الہامی کتاب کی تمثیل میں (جو اپنا بیان دوسروں پر لازم کرنا چاہتی ہے) ایسے شخص کی مثال دینا جسکا بیان دوسرے کے حق میں کچھ بھی اثر نہ رکھتا ہو غالباً فہم سے بعید ہے مجھے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ وقت تحریر انصاف سے کسی قدر علیحدہ ہو کر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ ایسی فاش غلطی آپ جیسے فہیم سے مشکل ہے علاوہ اس کے میں تو خود اندرونی شہادت یعنے تعلیم کو ایک گواہ مان چکا ہوں بلکہ آخری فیصلہ اسی کے بیان پر رکھتا ہوں۔

ماسٹر صاحب! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں انشاء اللہ آپ کو بغیر اس کے راہ نہیں ملے گی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے۔

فقرہ سوم میرے کسی طرح مخالف نہیں ہاں الہامی کے حالات بتلانے سے آپ کا انکار بے جا ہے۔ بھلا ماسٹر صاحب! جبکہ آپ صرف تعلیم ہی کو معیار صداقت بتلاتے ہیں اور ملہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے تو کیا ایک شخص دنیا دار ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی ہونے کا دعوےٰ کرے اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بھیجکر ٹکے سیدھے کرنے لگے۔ گو اس کے حالات کیسے ہی دُنیاداری کے کیوں نہوں تو کیا آپ اس کی کتاب کو صرف اسکی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لینگے؟ ماسٹر صاحب! آپ اسپر غور کریں کہ کسی کتاب کو الہامی کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اُسکا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا جس کو خدا نے الہام کرکے تمام گمان کو گمراہی سے نجات دی اُسی کا اثر لازمی یہ ہے کہ ہم بھی اسپر چلیں اور راہ راست اختیار کرکے خدا کے غضب سے بری ہوں۔ لیکن جب کہ بقول آپکے اُس کے حالات ہی معلوم نہیں کہ دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الٰہی تھا یا صرف دنیادار ٹکے کمانے والا تو ہم کیونکر اُس کے متعلق کوئی رائے لگا سکتے ہیں؟ رہی اُس کی تعلیم سو اگر واقعہ میں (نہ کہ کھینچ تان سے) پاکیزہ ہے تو مبارک ہے ایک اخلاقی کتاب ہے نہ کہ الہامی۔ میں حیران ہوں کہ آپ اس سیدھے سادے اصول سے جو بالکل انصاف پر مبنی ہے کیوں سرتابی کرتے ہیں؟

چوتھے فقرہ میں تو آپنے غضب ہی توڑا ہے اس فقرہ کو پڑھ کر مجھے ایک حکائت یاد آئی جو میں ہندوستان میں سنا کرتا تھا کہ ایک مدرس کسی بیم صاحبہ پر فریفتہ ہو گئے وہ بیدلگر تو اپنا پری پیکر چہرہ دکھاکر لنڈن میں بیٹھ کر کہیں کی کہیں چلی گئی مدرس بیچارے شامت زدہ اپنے گھر ہی میں رہے ایسے دیوانے ہوئے کہ جب کوئی لڑکا سبق میں زیادہ تحقیق کی غرض سے سوال کرتا تو جھٹ سے کہدیتے کہ یہ بھی اُسی ملعونہ کا سکھایا ہوا ہے غرض اُنکی یہ حالت ہوئی ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم + اِلّا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم

میں نے ایک ہندو پنڈت سے جو آریہ سماج کے مخالف ہیں سنا تھا کہ آریوں کا

کیا ٹھیک ہے وہ تو کہیں کہ ریل گاڑی بنانا بھی وید میں لکھا ہے کیا وید کوئی لوہاروں کی کتاب ہے؟ میں اُسوقت اسبات کو پنڈت جی کی معمولی ناراضگی سمجھا تھا مگر آپنے اسے سچ کر دیا۔ ماسٹر صاحب! ہر کلام کے دوسرے کلام کی نسبت چار درجے ہوتے ہیں موافقت مخالفت۔ اشتمال سکوت میں نے اگر چار دونے آٹھ کہے اور آپ نے بھی چار دونے آٹھ بتلائے تو موافقت ہوئی اور اگر آپنے چار دونے نو کہے تو مخالفت۔ اگر آپ میرے کلام چار دونے آٹھ کو سوچکر دو دونے چار کے نتیجے پر پہونچے تو اشتمال ہوگا اور اگر آپ کہیں کہ آج ۲۸ جولائی کو بارش ہوئی جو میرے کلام سے سکوت رکھتا ہے اور میں اُسے غنیمت جانکر دعوے کرلوں کہ میرے کلام ہی سے ماسٹر صاحب نے یہ نکالا ہے کہ آج بارش ہوئی کیونکہ جیسا میرا کلام سچا ہے ویسا ہی یہ بھی سچا ہے، تو کیا میری عقل پر اہل دانش نہ ہنسینگے؟ اسیطرح وید اگر سچائی کی تعلیم ہے تو اقلیدس اور جبر ومقابلہ۔ ریل ٹرین اور تار برقی وغیرہ اُس سے درجہ سکوت میں ہیں جن کو آپ اشتمال کا درجہ دیں گے تو اہل دانش آپسے وہی معاملہ کرینگے جو مجھ سے کرنے کو ہوتے۔ گلستان پر آپنے جو اعتراض کیا ہے کہ اسمیں فقرہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔" ہے اس سے میں اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہتا۔ گو مجھے کسی طرح مضر نہیں۔ کیونکہ میری تمثیل تو اس کے اخلاقی حصہ سے ہے جسے عام طور پر قبولیت حاصل ہے تاہم میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ فقرہ مذکور سعدی مرحوم کا اپنا نہیں بلکہ اُس نے ایک حکایت میں کسی بادشاہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اس نے ایک بے گناہ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اسیر مظلوم نے آہستہ آہستہ بادشاہ کو گالیاں دیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا کہتا ہے ایک وزیر نے کہا کہتا ہے کہ جو لوگ غصہ کو دبا جاتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کرتے ہیں خدا اُن سے محبت کرتا ہے دوسرے وزیر نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے وہ آپ کو گالیاں دیتا ہے اسپر بادشاہ نے کہا۔ "دروغ مصلحت آمیز۔ بہ از راستی فتنہ انگیز۔" علاوہ اس کے یہ تو عین اخلاقی تعلیم ہے کہ دو بلاؤں میں سے آسان کو اٹھایا جائے قتل بے گناہ یا شتم

اُس کے اور کوئی بڑا گناہ دفع کرانے کو کسی قدر جھوٹ بولا جائے تو گو جھوٹ ایک بُری بات ہے لیکن یہاں تو مقابلہ میں بُرائی کا اندازہ کرنا ہے چنانچہ فقرہ مذکور میں "بہ از راستی فتنہ انگیز" مقابلۃً اچھا کہا گیا ہے نہ کہ فی نفسہٖ اچھا ہے کیا ایک شخص زکام والا سل اور دق والے کی نسبت سے صحیح سالم نہیں؟ حالانکہ وہ بھی فی نفسہٖ بیمار ہے آپ نے اوصاف نسبتی پر غور نہیں کیا۔

پانچواں نقص کسی قدر ہمیں بھی مسلم ہے ہمارا مسلمانوں کا بھی یہی ہے کہ قرآن شریف کے بعینہٖ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں لیکن آپ کو مشکل ہوگی کہ پرلے کے وقت وید کا (جو الفاظ معانی سے مرکب ہے) فناہ ہونا ماننا پڑیگا۔ حالانکہ سوامی دیانندجی بھومکا میں وید کا فناہ نہیں مانتے۔

گلستاں بوستاں کو اخلاقی کتاب مان کر بھی اس عذر سے کہ وید کی زبان (سنسکرت) میں تصنیف نہیں ہیں الہامی نہ ماننا۔ گویا خدا کو سنسکرت ہی میں بولنے والا اور دیگر زبانوں میں ناواقف تبلانا ہے کیا آپ کے اس دعوے کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ کہ "خدا ویدک زبان (سنسکرت) کے سوا کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا۔"

فقرہ ششم میں آپ نے بڑی کوشش سے لفظ "پرکاش" نکالا ہے جس کو آپ نے اپنے دعوے کے لئے کافی نہ جان کر بریکٹ میں (الہام) کر کے لکھا ہے۔ میرے پیارے ماسٹر اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ کہ "پرکاش" کے معنے الہام کے کریں۔ "پرکاش" کے معنے ظاہر کرنا ہے۔ کیا مجھ کو اور آپ کو خدا نے ظاہر نہیں کیا؟ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے؟ تمام چیزیں دنیا کی جو بقول آریہ پرلے کی حالت میں بصورت پرمانوں (لاجزالایتجزیٰ) تھیں ان کو جوڑ جاڑ کر خدا نے پرکاش نہیں کیا کیا؟ آج جو بارش ہوئی ہے پہلے بصورت موجود معدوم نہ تھی؟ پھر اس کو خدا نے پرکاش نہیں کیا۔ اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ

؎ یعنی بالکل فناشدنی یا نیست نفخۂ اولیٰ جو آریوں کے خیال میں کئی ارب سال بعد ہوتا ہے (منہ)

وید بھی مثل دیگر اشیائے کے ہے اُسنے وید کی نسبت پرکاش کا حکم لگادیا ہے تو کیوں آپ دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں، ذرہ قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھیے! تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعوے الہام کس کو کہتے ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ)

ایک جگہ ارشاد ہے۔ کہ اگر تم کو ہماری اتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنی بندے پر اُتاری ہے شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (شوریٰ)

ایک جگہ حکم ہے کہ ہم نے الہام کیا تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اس کے گرد والوں کو ڈرائے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (یوسف)

ایک جگہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی کر کے اتارا ہے تاکہ تم سمجھو ہم تبلاتے ہیں تجھ کو بہت اچھی حکایت بذریعہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اے رسول اس اس قرآن در تحقیق تو اس الہام سے پہلے بیشک بیخبر تھا۔

بغرض اختصار بس کرتا ہوں ورنہ دعوے الہام تو قرآن کے ہر صفحہ سے معلوم ہوتا ہے۔

نقرہ ہفتم میں آپ نے اسلام سے ناواقفی کا ثبوت دیا ہے آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ ہم لوگ قرآن سے پہلے لوگوں کو کیا کیفیت تبلاتے ہیں تو بہتر ہوتا قرآن شریف صاف الفاظ میں کہتا ہے:۔

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر)

ہر ایک قوم میں کوئی پیغمبر خدا کے عذاب سے ڈرانے والا گذر چکا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا

ایک جگہ ارشاد ہے کہ ہم نے تم کو وہی راہ تبلائی جسکی بابت نوح کو ہدایت کی تھی اور جو

وَصَّيْنَا بِهٖٓ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ (شوریٰ)

تیری طرف الہام کیا ہے اور جسکی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدایت ہوئی تھی (وہ کیا ہے) یہ کہ دین (یعنے توحید) کو مضبوط رکھو اور جدا جدا نہ ہو مشرکوں کو تیری پکار بری معلوم ہوتی ہے۔"

یہ اعتراض عام طور پر ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں اصل بانی اس اعتراض کے عیسائی ہیں جن کی غرض ہے کہ "عدم ضرورت قرآن" ثابت ہو جائے لیکن نادان یہ نہیں جانتے کہ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ✦ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ ابتداء سے خدا نے پیغمبروں کو الہام کئے جیسے وہ خدا کے بندوں کو پہنچاتے رہے لیکن چونکہ مدت دراز ہونے کے بعد انہوں نے اپنی سچی تعلیم کا نقشہ بالکل ہی بدل دیا تھا جیسا آپ اپنے ہندو بھائیوں کی حالت دیکھ رہے ہیں کہ باوجودیکہ (بقول آریہ سماج) ویدوں میں بت پرستی کا کھنڈن (رد) ہے تاہم ہندو لوگ آریہ سماج کو للکارتے ہیں اور ہر جگہ مباحثہ کیلئے تیار رہتے ہیں بلکہ بقول سناتن دھرم گزٹ و اخبار عام آریہ سماج کو بجز بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی ایسا ہی عیسائیوں کا حال ہے کہ ایک خدا سے تین بنا رکھے ہیں جو ایک شرمناک الزام ہے جس کا معقول جواب آپنے بھی ان سے کبھی نہیں سنا ہوگا۔ اسلیئے جو خدا تعالےٰ بندوں کی حاجتوں کیمطابق ان کے سامان مہیا کیا کرتا ہے اس سچی تعلیم کو بقالب قرآن بیان کر کے صاف ارشاد کیا ہے کہ :-

اتَّبِعُوا مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهٖٓ أَوْلِيَاءَ (اعراف)

"جو تمہاری طرف خدا کے ہاں سے اترا ہے (یعنے قرآن) اس کی تابعداری کرو اور سوائے اس کے اپنے بناوٹی دوستوں اور اماموں کے پیچھے مت چلو۔"

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (نمل)

ایک جگہ ارشاد ہے "کہ یہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بنی اسرائیل کو بتاتا ہے جنہیں وہ اختلاف سمجھتے تھے۔"

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (نساء)	ایک جگہ صاف ارشاد ہے کہ ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تم کو بھی یہی ہدائت کی ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو"

یہ مختصر سی تقریر ہے جسکی تفصیل تفسیر ثنائی جلد ثانی میں ملاحظہ کیجیگا ہاں یہ خوب کہی کہ قرآن سے پہلے ہند مصر یونان چین وغیرہ میں علمی ترقی ہو چکی تھی۔ کیوں نہ ہو سچ ہے ؎

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

جناب والا ایسی ترقی تھی جیسی کہ آجکل یورپ میں ہے یا اس سے بھی زیادہ جبکہ اس روشنی کے زمانہ میں یورپ مذہبی خیالات میں اندھیر نگری ہے ایک خدا کی جگہہ تین اور تین کی جگہہ پھر ایک کہہ رہے ہیں اور وید کی تعلیم (جو بقول آپکے بالکل راستی پر مبنی ہے محروم ہیں۔ تو اس پر اس زمانہ کی ترقی کو قیاس کر لیجئے گا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس درجہ حق سے متنفر ہونگے کہ قرآن کے مقابلہ پر ایک اور ایک دو کہنے سے بھی جی چرائیں گے جناب من! ہند (جو ہمیشہ سے بت خانہ رہا ہی) چین جو آج تک خدا ہی کو جواب دے رہے ہیں) اور مصر (جہاں تثلیث کا ہی راج تھا۔ اور یونان (جو صلیب مسیح اور بت پرستی کا ہمیشہ سے آماجگاہ رہا) ان ملکوں میں آپ علمی ترقی بتلاتے ہیں معلوم نہیں آپکے نزدیک علمی ترقی بت سازی یا صلیب نمائی کا نام ہے یا اور؟ ہاں آپ کے جتلانے سے مجھے یاد آیا ہے کہ آپ کو بتلاؤں کہ انہیں ملکوں میں یعنی فرمان خداوندی قرآن شریف پہونچا تو اس نے کیا کچھ اثر دکھایا۔ مصر سے صلیب کو جڑ سے اکھاڑ کر سچے خدا کی توحید جما دی چین میں علیٰ ہذا القیاس ہندوستان میں تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ کہ جو کام آریہ سماج نے مدتوں سے بڑا ضروری جان کر اٹھایا ہوا ہے (کہ ہم بت پرستی کو اکھاڑ دیں گے جسمیں آج تک ان کو جو کامیابی ہوئی ہے وہ معلوم جس کی وجہ صرف وید کی پابندی ہے کہ بت پرست بحوالہ وید ان کو دم نہیں لینے دیتے اور جھٹ سے مورتی پوجا کا منتر وید سے جتلا کر فتح پا جاتے ہیں) اسلام نے اس بڑے کام میں کہاں تک کامیابی کی ہر ایک

کو معلوم ہے چھ کروڑ آدمی ہندوستان میں بت پرستی کے مخالف پیدا کردیئے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آریہ سماج دل سے بت پرستی کو برا جانتا تو اسلام کا دل سے مشکور ہوتا جسنے اس کام کو سینکڑوں سال سے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ نہ صرف ذمہ ہی لیا۔۔۔۔۔ ہوا ہے۔ بلکہ کرکے بھی دکھا دیا پس آپ کا قرآن کے مقابلہ پر ہند، مصر، چین وغیرہ کی علمی ترقی کا دعوے کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

براہ مہربانی آئندہ کو علمی ترقی بولیں تو اس کے معنے بھی تبلا دیا کریں تا کہ معلوم ہو کہ وہ علم طبعیات کی ترقی ہے یا الٰہیات کی جس کو دوسرے لفظوں میں خداشناسی کی ترقی کہیں۔

فقرہ ہشتم۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپکو اس کے لکھنے کی ضرورت کیوں ہوئی جبکہ میں اور آپ دونوں مباحث ہیں تو آگے کون سی بات آپنے میری اور مینے آپ کی بلا بحث مان لی ہے جو آپ کو یہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ اگر آپ اجازت دیں تو بحث کروں کیا دیگر امور میں بھی مجھ سے دریافت فرما لیا تھا۔

جناب والا! ان اصول پر بحث کی گنجائش ہے تو آپ کو صد بار اجازت ہے بے شک و بلا ریب بحث کریں ایک دفعہ نہیں سو دفعہ ہزار دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ میں حیران ہوں کہ آپنے میرے تعلیمی مقابلہ کو خارج از بحث کہہ کر ٹالنا چاہا ہے۔ جبکہ آپ بار بار تعلیم تعلیم پکار رہے ہیں۔ تو اس کے جواب میں میرا یہ عرض کرنا بے موقعہ ہے؟ بیشک سچ ہے۔

زاہد نداشت تاب جمال پری رخاں + کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

ہاں میں اسبات پر بے شک فخر کر سکتا ہوں۔ کہ بقول آپکے یہ مقابلہ میرا ہی طبعزاد ہے میں نے کسی کتاب سے نقل نہیں کیا سچ ہے۔

ع الفضل ما شہدت بہ الاعداء (بزرگی وہی ہے جسکی مخالف بھی گواہی دے)

فقرہ دہم کا جواب پہلے سنئے! کیونکہ فقرہ نہم کی بحث طویل ہے اس فقرہ میں بھی آپنے غضب توڑا ہے بلا دریافت لکھ دیا کیا آپنے تفسیر ثنائی جلد اول جس سے آپنے ختم اللہ والی آئیت نقل کی ہے) میں اس آئیت کا حاشیہ نہ دیکھ لیا؟ میرے پیارے ماسٹر!

خَتَمَ اللّٰہُ والی آیت تو ہمارے تجربہ اور ڈاکٹری امتحان سے تحقیق کو پہونچ چکی ہے نظام عالم میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ خداداد طاقتوں سے قصداً کام نہیں لیتے اور ان کو بیکار اور معطل چھوڑ رکھتے ہیں خدا اُن کی طاقتوں کو مسلوب اور ضائع کر کے بے طاقت اور معطل کر دیتا ہے آپ نے بھی بہت سے ہندو فقیر دیکھے ہونگے جنہوں نے بغرض دنیا کمانے کے اپنے جوڑوں کو بے کار کر لیا ہوتا ہے اسیطرح جو لوگ خدا کی سچی کتاب اور پاکیزہ تعلیم کو محض ہٹ سے قبول نہیں کیا کرتے تو اُنکی وہ طاقتیں جن سے انہوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں کام لیا تھا ایک وقت پر پہنچ کر سلب اور ضائع ہو جاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ چونکہ آپ کو قرآن سے کسی قدر عشق معلوم ہوتا ہے جو ہر بات پر خواہ عقلی ہو یا نقلی مجھ سے قرآن کی آیت مانگا کرتے ہیں اس میری تقریر پر بھی آیت قرآنی کا سوال نہ کریں اس لیئے میں خود ہی آپ کو تبلائے دیتا ہوں کہ اس آیت کی تفسیر دوسری جگہ خدا نے خود ہی کر دی ہے جہاں ارشاد ہے کہ

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (مومن) خدا ہر ایک متکبر سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔

پیارے ماسٹر! یہ مہر کوئی لاکھ کی مہر نہیں ہے۔ یہ مہر اس حالت کا نام ہے جو عام طور پر خدا سے دور رہ کر غیروں سے تعلق کرنے والوں کو غفلت ہوا کرتی ہے اس کی تفصیل تفسیر ثنائی کے حاشیہ خَتَمَ اللّٰہُ میں ملاحظہ ہو شیطان کی نسبت آپکی حسن ظنی تقلید پنڈت لیکھرام اپنی ایجاد دیگر کہ وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے خدا کا (معاذ اللہ) ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آپ نے کوئی آیت قرآنی اسپر نہیں لکھی جس سے یہ بیان آپ کا ثابت ہو قرآن میں تو صاف خبر ہے کہ:۔

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۔ میرے نیک بندوں پر تیرا (شیطان) کا قابو کبھی نہیں ہوگا۔

پیارے ماسٹر! نظام عالم کے معنے پر آپ نے غور نہیں کیا۔ یا دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے میں آپ کو تبلائے دیتا ہوں کہ نظام عالم کس کو کہیں نظام عالم کہتیں انسان وغیرہ حیوانات کا باہمی سلسلہ حاجت جو قدرت نے بنایا ہے نہ بگڑے یعنے محتاج تو ہوں اور محتاج الیہ (جنکی حاجت ہے نہوں) یا محتاج الیہ تو سب ہوں لیکن محتاج نہوں جیسا کہ

ویدک تعلیم کی پابندی کا نتیجہ لازم آتا ہے جسکی تفصیل اور توضیح میرے پرچہ نمبر ۱ میں ہو چکی ہے اب آپ بتلا دیں کہ اگر شیطان تمام لوگوں کو گمراہ ہی کر دے تو جبکہ اُنکی سزا بندروں سوروں کے قالب نہیں تو نظام عالم میں کیا فتور؟ یا سب کے سب براہ راست اسلام کو اختیار کر لیں۔ (خدا کرے کہ کریں) تو جبکہ انسانی قالب کی بدکاری کیوجہ سے روح نے دیگر حیوانات کے قالب میں نہیں جانا۔ بلکہ ہر جون کے لئے روح الگ الگ ہیں تو نظام عالم کیوں بگڑے گا؟ آپ مجھ سے اس دعوے پر آیت قرآنی پوچھیں تو لیجئے عرض کرتا ہوں۔ پہلی آیت وہ ہے جس کا مضمون ہے۔ کہ

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (ابراہیم)
تم اور دنیا بھر کے سب لوگ بھی کافر ہو جائیں تو کچھ نہیں بگڑیگا خدا تم سب سے بے نیاز سب تعریفوں کا مالک ہے

دوسری آیت وہ ہے جس کا مطلب ہے کہ :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (بقرہ) اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (ہل اتیٰ) ؛
خدا فرماتا ہے۔ ہم نے تجھ کو (اے رسول) سب کے لئے (سیاہ ہوں یا سفید) ہادی کر کے بھیجا ہے

پس تو نصیحت کر دے تو تو بس نصیحت ہی کرنے والا ہے"۔

قیامت سے بھی نظام عالم کو کوئی صدمہ نہیں پہونچتا ایک تو یہ کہ بموجب عقیدہ اہل اسلام قیامت کے شروع میں کوئی جاندار نہیں ہو گا۔ نہ محتاج نہ محتاج الیہ نظام عالم تو جب بگڑے کہ ایک فریق تو ہو پر دوسرا نہ ہو جبکہ دونوں نہیں تو احتیاج ہی کسکی اور حاجت کیسی؟ علاوہ اس کے قیامت کا آنا کسی تعلیم قرآنی کی پابندی کا اثر نہیں وہ تو بہرحال آنی ہے یہ نہیں کہ اگر سارے لوگ قرآن کے پابند ہو کر رہیں تو قیامت آ دیگی جس سے (بقول آپکے) نظام عالم بگڑے گا۔ جیساکہ پاک تعلیم کی پابندی کا نتیجہ ہے جس کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس فرق پر آپ غور کریں اور قیامت کے دوسرے حصے میں جسکو روز محشر کہتے ہیں سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہونگے اسکے بعد نیک لوگ نجات پا کر بہشت میں ہمیشہ کے لئے آرام پاتے رہینگے اور بد اعمال ہمیشہ کے لئے جہنم میں اُن کی حاجت کی چیزیں نہ ملیں گی چنانچہ آیات قرآنی اسپر شاہد ہیں جنکا مضمون ہے کہ

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ (دخان)	ان جنت والوں کے لئے سب کچھ جو چاہیں گے ملے گا اور جہنمیوں کے لئے تھوہر کا درخت کھانیکو ہے جو گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولیگا

اس سے بھی نظام عالم میں فتور نہیں ہاں آپ کا یہ سوال کہ دنیا میں جس نے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کئے ہیں اس کو دائمی عذاب میں پھنسانا۔ حالانکہ دنیا میں جسکی ابتدا ہے اسکی انتہا بھی ہے" حیرت افزا ہے ایک تو یہ سوال بے محل ہے جنت دوزخ کے بے انتہا ہونے کو یہاں نظام عالم کی بحث میں کوئی دخل نہیں آپ یونہی اس شخص کی طرح جس کو کسی پنڈت صاحب نے ایڈیشن دیا تھا۔ کہ سندھیا (عبادت) کیا کر اُسنے کہا کہ آپ نے دعوت کی تھی تو نمک زائد ڈالدیا تھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس بات کو یہاں کیا دخل؟ بولا کہ بات سے ہی بات نکل آتی ہے" آپ بھی بات سے بات نکالنا چاہتے ہیں۔ گو حسب قاعدہ مناظرہ ایسے سوالات کا جواب دینا مجھ پر کسی طرح ضروری نہیں تاہم چونکہ مجھ کو آپ کی خاطر منظور ہے اس لئے بگوش ہوش سنئے! آپ نہیں جانتے کہ دنیا میں جتنی سزائیں ہیں بدکاری کے محدود وقت سے کئی درجہ بڑھ کر ہوتی ہیں کیا وہ چور جسکو آٹھ دس سال کی سزا تجویز ہوتی ہے یا وہ خونی جسکو کالا پانی ہمیشہ کے لئے نصیب ہوتا ہے اُنکی بداعمالی کا بھی اتنا ہی وقت ہوتا ہے؟ چند منٹ کے ظلم کے بدلے سالہا سال کی سزا دی جاتی ہے بلکہ تمام عمر اگر اس کی عمر کروڑ ہا سال کی ہوجاوے تو تمام عمر کالا پانی ہی پیتا رہے گا؟ یا آپ اس کا اپیل کر کے یہ وجوہ بتلا دیں گے؟ کہ جتنا وقت بدکاری میں اس کا صرف ہوا ہے اتنی ہی سزا دی جاوے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسے ہی اپیلانٹ بنیں تو بہت سے مقدمات آپکے پاس آویں بشرطیکہ کوئی اپیل منظور بھی کرا دیں علاوہ اس کے یہ بھی بتلا دیں کہ دنیا کے چند سالوں کے نیک اعمال کیوجہ سے ہمیشہ کے لئے جنت میں چلا جانا اور پھر دنیا کے چکر میں جیسا کہ کرشن جی گیتا میں کہتے ہیں نہ آنا کیا انصاف ہے؟ اگر آپ کہیں کہ پنڈت دیانند جی اس کو نہیں مانتے تو براہ مہربانی کرشن جی کے مخالف وید منتر بتلا دیں پنڈت جی کا پرمان کافی نہیں کرشن جی پنڈت جی سے کس طرح کم

نہیں۔ قرآن کی خونریزی کا جواب آگے آتا ہے۔

فقرہ نہم پڑھ کر تو میں بہت خوش ہوا میری دلی مراد بر آئی خدا آپ کو ہمیشہ کیلئے خوش رکھے یہ دوسری دفعہ ہے کہ آپنے حسب منشاء اس فقیر کے سوال اٹھایا ہے جس کا میں آجتک عوض نہیں دے سکا لیجئے! میں حسب درخواست آپکے مضمون کو شروع کرتا ہوں لیکن اسکے شروع کرنیسے پہلے تمہیدی بیان بھی ضروری ہے اگر آپکو وہ تمہید منظور نہو تو بیشک آپ اسپر بحث کرنیکے مستحق ہیں۔ میری اجازت کی حاجت نہیں۔

تمہید یہ ہی

انسان کی طبعی حالت جو قدرت نے اس کیلئے بنائی ہے کئی پہلو رکھتی ہے ایک تعلق اُسکا خدا یعنی اپنے خالق سے ہے ایک تعلق اسکا بنی نوع انسان سے ہے ایک باقی حیوانات سے ہے بنی نوع انسان کا تعلق بہت مختلف اقسام سے ہے ایک ماں سے ہے تو دوسرا بیوی سے۔ ایک بھائی سے ہے تو دوسرا باپ چچا اور ماموں سے ایک دوستوں سے ہے تو دوسرا دشمنوں سے وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ سب تعلقات آپس میں ایک دوسرے سے جس قدر مخالفت اور علیحدگی رکھتے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں انسان اگر اپنی طبعی حالت میں دوستوں سے سلوک کرنے پر مجبور ہے تو دشمنوں سے انتقام لینے اور اُن کے ظلم سے بچنے کی فکر میں بھی خوگیر ہے یہ بات جدا ہے کہ آپ جیسے بیکمال حلیم الطبع دوسروں کو یہ اُپدیش (وعظ) کریں کہ ظالم کا مقابلہ مت کرو وہ ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا اس کی طرف پھیر دو وہ کرتا چھینے تو دوپٹہ بھی اس کو دیدو۔ وقت پر غالباً ایسے غلو کی طبیعت بھی کلوخ انداز را پاداش سنگ است کا حکم دے گی اور یہ حلیمانہ تعلیم دو سب بھول جائینگے بلکہ ضرورت طبعی جبراً بھلائیگی۔

اور خدائی تعلق جس کا نام میں اپنے مضمون میں الٰہیات رکھتا ہوں وہ بھی کئی ایک حصے رکھتا ہے پہلا حصہ تو وہ ہے جو اس تعلق کے مخالفوں (دہریوں) کے مقابلہ میں ہے یعنی خدا کی ہستی کی بحث جس کا نام ثبوت واجب الوجود بتلاتا ہوں دوسرا حصہ ان لوگوں کے مقابلہ میں ہے جو یہ تعلق تو مانتے ہیں لیکن اس جیسا اور دوسرے بھی رکھتے ہیں جسکی وجہ

ہیں وہ مشرک بنے ہیں اس کے دو حصے ہیں۔ایک دعویٰ توحید دوسرے دلائل توحید تیسرا حصہ خدائی تعلق کا وہ ہے جس سے معلوم ہو کہ خدا کیسا ہے کن اوصاف سے موصوف ہے جو آپکا سوال ہے اس حصے کا نام صفات باری ہے دوسرا پہلو باہمی انسانوں کا تعلق ہے جس کا نام تمدن ہے اس کے بھی کئی ایک حصے ہیں ایک انسان کی ذاتی صفات کا ہے جس کا نام تہذیب اخلاق ہے۔جس سے انسان مہذب کہلاتا ہے دوسرا حصہ انسان کے تعلق کا وہ ہے جو رشتہ داروں سے تعلق ہے جسکا نام تدبیر منزل ہے تیسرا حصہ ملکی بھائیوں کے باہمی ملاپ کا ہے جس کو معاملات کہتے ہیں جو تھا حصہ اور بڑا ضروری حصہ وہ ہے جو حاکم و محکوم کے تعلق کا ہے۔جس کا نام سیاست ہے جسکو دوسرے لفظوں میں پولٹیکل امور کہیں جس کے کئی حصے ہیں رعایا کا حاکم سے تعلق جسکو تابعداری اور اطاعت کہیں اور حاکم کا رعایا سے ملاپ جس کو قوانین سول (فوجداری و دیوانی کہیں۔تیسری قسم سیاست کی حفاظت ملک ہے جسکو ملٹری (تدبیر جنگ) وغیرہ کے نام سے موسوم کریں اسی جنگ کے ایک حصہ کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے یہ ہے مختصر فہرست انسانی تعلقات کی جس کے تسلیم سے کوئی بھی منکر نہ ہوگا اب میں سارے تعلقات کا ثبوت خدا کی کتاب قرآن مجید سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بتلاتا ہوں یہ نہ سمجھیں کہ ان مضامین کو قرآن مجید نے اتنا ہی بیان کیا ہے اگر مفصل بحث اس امر کی دیکھنی ہو تو میرا رسالہ جو عنقریب[1] ہی اس مضمون سے نکلنے والا ہے ملاحظہ فرمائے گا۔

الٰہیات

(الف) ثبوت واجب الوجود

اس مضمون میں تو قرآن واقع ہی معجزہ ہے افسوس ہر چند مخالفوں نے اس کے معجزہ کو چھپانا چاہا مگر کوشش ان کی کامیاب نہ ہوئی اس مضمون قرآنی دلائل سے بڑھ کر عمدہ اور صحیح

---

[1] یہ کتاب چھپ چکی ہے تقابل ثلاثہ۔توریت۔انجیل۔اور قرآن کا مقابلہ دفتر اہلحدیث امرتسر سے قیمت ۸ ؍ مل سکتا ہے۔قابل دید ہے۔(منیجر)

ومضبوط کوئی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر افسوس ہے کہ ان مختصر سے پرچہ میں ان سب کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اور ان سب کے دیکھنے کے لئے اسی کتاب کا وعدہ دینے پر مجبور ہوں جسکا ذکر اوپر کر چکا ہوں پہلی دلیل جو قرآن اس بارہ میں پیش کرتا ہے وہ نظام فلکی ہے جس کو آجکل معزز مہمان اور لائق لکچرار نیتا نند جی نے اپنے لکچر ۲۶ اگست ۱۹۲۶ء میں امرتسر میں بیان فرمایا تھا۔ لکچرار موصوف نے ناستکوں (دہریوں) کا رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں ایکدفعہ بمبئی میں تھا اور میرے لکچر کا وقت ۴ بجے مقرر ہوا سب جلسہ بھرا ہوا تھا کہ میں پہنچا۔ سب نے کہا کہ آپ نے دیر کر دی میں نے اپنی گھڑی دکھائی کہ ابھی تک چار نہیں بجے میرے مقابلہ پر سب نے اپنی اپنی گھڑی دیکھی تو کسی میں دو منٹ آگے کسی میں چار پیچھے غرض کوئی بھی ایک دوسری سے برابر نہ تھی۔ یہ کہکر لائق لکچرار نے نتیجہ نکالا تھا جو واقعی سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ جب چھوٹی سی گھڑی جسکی ہر وقت حفاظت بھی رہتی ہے) ایک وقت پر ٹھیک نہیں رہ سکتی تو اتنا بڑا سورج جس سے اس چھوٹی سی گھڑی کو کوئی نسبت نہیں۔ ایک ہی وقت پر بغیر کسی صانع اور کاریگر کے کیونکر نکلتا ہے جس کے متعلق ہم نے کبھی بھی شکایت نہیں سنی کہ فلاں تاریخ میں معمولی وقت سے جو اس کے لئے بلحاظ موسم مقرر تھا۔ دیر کرکے نکلا ہو۔

میں نے یہ سنکر اسی وقت کہا تھا۔ اللہ اکبر! قرآن کے بارے میں فرمان خداوندی تَفْصِیْلُ لِّکُلِّ شَیْءٍ دیکھیے ترکس وضاحت اور شستہ الفاظ میں سینکڑوں برس پہلے قرآن نے عرب جیسے جاہل اور بے علم ملک کے سامنے کیسے سادہ الفاظ میں یہ دلیل پیش کی ہے (خداوند تعالیٰ فرماتا ہے) ہماری قدرت کاملہ کی نشانی ان کے حق میں

وَآیَةٌ لَّهُمُ اللَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ
فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ وَالشَّمْسُ تَجْرِی
لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیرُ الْعَزِیزِ
الْعَلِیمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی
عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِیمِ لَا الشَّمْسُ

رات کا وقت ہے ہم جس سے دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں۔ پس اسی وقت یہ سب کے سب اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج (بلحاظ افق کے) اپنے وقت تک چلتا ہے کبھی بھی تقدم تاخیر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ اندازہ خدا غالب

يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یٰس)

اور بڑی حکمت والے کا ہے اور چاند کے لیے بھی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں اپنے کمال سے گھٹتا ہوا پتلی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے نہ ہی سورج سے ہو سکتا ہے کہ چاند کے وقت کو پکڑ لے اور نہ رات (جو چاند کے لئے مقرر ہے) دن سے جو (سورج کے لئے مقرر ہے) آگے آ سکتی ہے (مطلب ہے کہ ہر ایک کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے سب کے سب اپنے اپنے چکر میں گھومتے ہیں)۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ (رعد)

ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے خدا ہی سب امور کا انتظام کرتا ہے اور تمہارے لئے کھلے کھلے نشان بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے خدا کے ملنے پر یقین کرو۔

دوسری دلیل اس مسئلہ میں جو قرآن نے پیش کی ہے نظام ارضی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ "ہماری ہستی کی نشانی ان کے لیے خشک زمین ہے جس کو ہم بارش سے سرسبز کر دیتے ہیں اور اس میں سے دانے نکالتے ہیں۔ کہ انہیں دانوں میں سے (یہ منکر بھی) کھاتے ہیں اور ہم اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کرتے ہیں۔ (کیوں کرتے ہیں کوئی اپنی غرض سے نہیں بلکہ اس لئے کہ لوگ انکے پھل کھائیں مگر طرفہ ہے کہ انکار بھی کئے جاویں اور کھاتے بھی جاویں) حالانکہ یہ ان کے بنائے ہوئے بھی نہیں کیا پھر شکر نہیں کرتے؟"

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ط (یٰس)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم (اعلیٰ اور ادنیٰ) بنائے وہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی اللَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (رعد)

رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے بے شک ان میں بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں اور زمین میں قریب قریب کئی ایک ٹکڑے ہیں اور انگوروں وغیرہ کے باغ اور کھیتی اور کھجوریں متصل اور متفرق ایک ہی پانی بارش کا ان کو پہونچتا ہے اور ہم بعض کے پھل کو بعض سے عمدہ کر دیتے ہیں بے شک اس میں بڑی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

تیسری دلیل جو قرآن نے اس مسئلہ میں پیش کی ہے وجدانی ہے یعنے خود انسان کے اندر کے حالات چنانچہ ارشاد ہے کہ جس کی ہم عمر دراز کرتے ہیں اسکی پیدائش

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَکِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ (یٰس)

سب طاقتیں بجائے ترقی کے) الٹی کر دیتے ہیں کیا یہ دہریئے) عقل نہیں کرتے؟ (یعنی دہریئے جو سب کام متعلق مادے ہی کے مانتے ہیں۔ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ یہی غذا انسانی ہے جو ابتدا میں بچے کو بڑھاتی رہی۔ یہانتک کہ جوانی کو پہونچایا۔ اب بھی یہی غذا ہے بلکہ چاہیں تو اس سے بھی کسی قدر قوی کھلا کر دیکھ لیں الٹی حالت کیوں ہو رہی ہے؟ انہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس انقلاب اور ہیر پھیر کا کون فاعل ہے؟) ایک جگہ دہریوں کے بیہودہ خیال کو (کہ ایک چیز دوسری سے پیدا ہوتی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے خدا کوئی نہیں) ایک مختصر سے جملہ میں رد کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی (النجم) ہے کہ کوئی شک نہیں کہ (اے رسول) تیرے رب کیطرف سے سب چیزوں کی انتہا ہے۔ (یعنے بے شک ہے کہ ایک چیز دوسری سے پیدا ہوتی ہے لیکن جب دوسری کو دیکھا جائے تو وہ بھی کسی تیسری کی محتاج ہے تیسری کو دیکھیں تو وہ بھی کسی چوتھی کی معلول ہے پس اسی طرح سب کائنات کا سلسلہ چلتا ہے جبکہ دنیا کی

سب چیزیں اپنی اپنی ہستی میں مثل گاڑیوں ریل کے ایکدوسرے کی حرکت سے چل رہی ہیں تو وہ کون چیز ہے کہ جس کی اصلی حرکت ہے جو ان سب کو چلاتا ہے جو سب کا دارومدار ہے وہ خدا ہی ہے یہی معنے ہیں وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی کہ تیرے رب کی طرف سے سب چیزوں کی انتہا ہے"۔

میرا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ اس مضمون کو چھوڑوں تا کہ ان متعصب مضمونوں کی ایمانداری یا ناواقفی کا ثبوت ہو جنہوں نے اپنی جہالت سے بطمع نفسانی یا شہرت ملکی جھوٹ پھیلایا اور عام لوگوں کو دھوکہ دیا کہ قرآن ایسے ضروری مسئلہ میں بے ہتھیار ہے مگر کیا کروں اس خوف سے کہ آپ پرچہ کے منتظر ہونگے اسے چھوڑ کر اسی رسالہ کا وعدہ دیتا ہوں۔ جس کا ذکر پہلے کر آیا ہوں۔

دوسرا مسئلہ یعنے دعوئے توحید ، تو قرآن کا اصل مقصد ہے۔

(ب) دعوئی توحید

ایک جگہ ارشاد ہے کہ :۔ خدا نے ظاہر کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق مالک

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (آل عمران)	انصاف نہیں اور اس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں کہ اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو سب غالب اور بڑی حکمت والا ہے"۔

ایک جگہ فرمایا۔ اے ہمارے رسول تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہے کہ سوا میرے کسی

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (زمر)	کی عبادت مت کر (اگر فرضاً) تو بھی شرک کریگا تو تیرے بھی نیک عمل ضائع ہو جاوینگے

اور تو ٹوٹا پانیوالوں سے ہو جاوے گا"۔

ایک جگہ فرمایا کہ "خدا شرک ہرگز نہیں بخشیگا۔ ایک جگہ مکہ کے مشرکوں کو جو کعبہ میں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ (نسآء) بُت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ "اس گھر کے

فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ (قریش) مالک یعنے خدا کی عبادت کریں"۔

۱؎ دیکھو تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام (مینجر)

چونکہ دعوے کے لئے اسقدر کافی ہے ورنہ اس مضمون سے تمام قرآن شریف بھرا پڑا ہے اس لئے میں دلائل کی طرف آتا ہوں تاکہ کوئی شخص قرآنی دعوے کو بے دلیل ہونے کا اعتراض نہ کرے۔

ج) دلائل توحید

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (نحل)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا نے تم کو ایک دوسرے پر رزق کی بڑھوتری دی ہوئی ہے پس بڑھوتری والے اپنے غلاموں کو مال دے کر ان سے برابر نہیں ہوتے تو کیا (خدا کے بندوں اور اس کی مخلوق ہی کو برابر کر کے) خدا کی نعمت سے کفر کرتے ہیں ؟"

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ اَمِ اتَّخَذُوْا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ وَقَالُوا اتَّخَذَ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا ہی کی سب چیزیں ہیں۔ جو زمین میں ہیں اور جو آسمان میں اور جو اس کے نزدیکی مقرب بندے (جیسے مسیح وغیرہ) ہیں اسکی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے اور نہ ہی سستی کرتے ہیں رات دن اسکی پاکی بیان کرتے ہوئے تھکتے نہیں کیا ایسے خدا کے ہوتے بھی ان مشرکوں نے سفلی پیدائش کے معبود بنا لئے ہیں کیا وہ ان کو جمع کریں گے ؟ اگر سوائے خدا کے اور معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان ان کے باہمی اختلاف سے بگڑ جاتے۔ کیونکہ معبود برحق کا دوسرے کے تابع ہو کر رہنا اس کی الوہیت کے خلاف ہے پس آپس میں ٹکراتے اور صلح جیسی کسی فریق کو خواہ مخواہ دباؤ یا کوئی نہ کوئی غرض مد نظر ہوتی ہے ان میں ہرگز نہ ہوتی پس خدا مالک تخت حکومت

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (انبیا)

ان مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے پاک ہے اُسے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور وہ سب لوگ جن کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے اپنے اپنے کئے سے سوال کئے جاویں گے (ایسی توحید صاف کو مانتے نہیں) بلکہ سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں تو (اے رسول) ان سے کہدو کہ اس دعوے پر اپنی دلیل لاؤ یہی پکار میری اور میرے ساتھیوں کی اور مجھ سے پہلے نیک بندوں کی چلی آئی ہے لیکن اکثر نادان ان میں سے حق کو نہیں جانتے۔ اور وہ منہ پھیر جاتے ہیں حالانکہ ہم نے (یعنے خدا نے) تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں اُنکی طرف یہی پیغام تھا کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم میری ہی عبادت کیجیو یہ لوگ (عیسائی اور مکہ کے مشرک) کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے وہ ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے وہ لوگ (یعنے مسیح وغیرہ) تو معزز بندے ہیں وہ تو خدا کے آگے بڑھ کر بول بھی نہیں سکتے اور خدا کے بتلائے ہوئے پر کاربند ہیں۔

اس بیان میں قرآن مجید نے دونوں قسم کے دلائل عقلی و نقلی بتلا کر مشرکین کو شرک کی کمزوری دکھا کر توحید کی طرف بلایا ہے۔

میں اس موقع پر سچ عرض کرتا ہوں کہ آیات قرآنی مجھ سے جنگ کر رہی ہیں ہر ایک کہتی ہے کہ مجھے ہی لکھ میں سخت مجبور ہوں کہ اس مختصر سے پرچہ میں کس کو لکھوں اور کس کو چھوڑوں اخیر میں سب کو یہ کہکر کہ مضمون طویل ہو جائیگا تم کو جدا ایک رسالہ میں درج کرونگا۔ معافی چاہتا ہوں تاہم ایک مقام سے سخت مجبور ہوں کہ اُسے بھی درج کر دوں وہ مقام ایسا ہے کہ اس سے دعوے اوّل یعنے ثبوت واجب الوجود اور بیان ثالث یعنے ”دلائل توحید باری“ دونوں ثابت ہونگے پس غور سے سنو!

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

چنانچہ ارشاد ہے کہ ”خدا وہ ذات پاک ہے جو اوپر سے تمہارے لئے بارش اتارتا ہے اُس سے

تُسِيمُونَ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ
وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ
مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَتٍ
لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ
الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَ
تَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى
الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ
فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ وَأَلْقَىٰ فِي
الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَ
أَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ وَ
عَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (النحل)

تم چرتے ہو اور اسی سے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو اس پانی کے ساتھ تمہارے لئے کھیتی پیدا کرتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگوروں کے درخت اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے بیشک اسمیں بڑی نشانی ہے اس قوم کیلئے جو فکر کرتے ہیں اور کام میں لگا رکھے ہیں تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے بھی اُسکے حکم سے گھرے ہوئے ہیں بے شک اسمیں بڑی نشانیاں ہیں اُس قوم کیلئے جو کچھ بھی عقل رکھتے ہیں اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے جو کچھ اُس نے زمین میں پیدا کیا جسکے رنگ مختلف ہیں بیشک اسمیں بڑی نشانی ہے اس قوم کے لئے جو نصیحت پاتے ہوں (نہ کہ ہٹ دھرم) اور وہ خدا پاک وہی تو ہے جسنے سمندر کو قابو کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تر و تازہ مچھلیوں کا گوشت کھاؤ اور زیور موتی وغیرہ نکالو۔ جس کو تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے (اے دیکھنے والے) جہازوں کو سمندر میں پانی کو چیرتے چلتے ہیں تاکہ تم (بذریعہ تجارت وغیرہ) اُسکا فضل تلاش کرو اور خدا کا شکر کرو۔ اور (خدا نے) زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ بسبب حرکت پانی کے تم کو نہ ہلا سکے اور دریا اور پہاڑوں میں قدرتی راستے بنا دیئے تاکہ تم راہ پاؤ۔ علاوہ اس کے کئی اور نشان قدرت کے بنائے ہیں اور ستاروں کے ساتھ بھی لوگ راہ چلتے ہیں۔

یہ سب بیان جو پیدائش سے تعلق رکھتا ہے تبلا کر خدا نتیجہ پر آگاہ کرتا ہے کہ

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا
تَذَكَّرُونَ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ
أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ
أَيَّانَ يُبْعَثُونَ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ
مُنْكِرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (نحل)

تو کیا جو پیدا کرے وہ اس جیسا ہے جو نہیں پیدا کرتا ہے (جیسے تمہارے مصنوعی معبود مسیح وغیرہ) کیا تم سوچتے نہیں ہو؟ یہ تو کیا اگر خدا کی مہربانی گننے لگو تو ہرگز گھیر نہ سکو منجملہ ان مہربانیوں کے یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے خدا جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جنکو مشرک پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ خود خدا کے بنائے ہوئے ہیں موت کے محل ہیں نہ تو ہمیشہ زندہ رہنے والے اور نہ ہی جانتے ہیں کہ کب اُٹھائے جائینگے معبود تمہارا ایک ہی ہے پس جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں مانتے اس توحید سے دل اُن کے منکر اور وہ خود متکبر ہیں۔

آیات مذکورہ بالا سے جو مطلب ثابت ہوتا ہے میری شرح کا محتاج نہیں یہ بات تو قرآن مجید کی روانگی ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مخاطب کی تفہیم (سمجھانا) منظور ہے نہ کہ صرف دعوے ہی دعوے جو مریدوں کے سوا دوسرا سُنے ہی نہیں۔

پس میں چوتھے دعوے کی طرف آتا ہوں جس کا نام میں نے صفات باری رکھا تھا اس کے متعلق بھی قرآن شریف نے جسقدر خوبی سے بیان کیا ہے اس کو پڑھنے والے (مگر عربی کے سمجھنے سے) ہی جان سکتے ہیں۔

(د) صفات باری

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب ملک کا تھامنے والا نہ اُسکو اونگھ ہے نہ نیند اُسی کا ہے جو آسمان

عِندَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (آل عمران)

ہیں ہے اور جو زمین میں ہے کون ہے جو اُس کے پاس بغیر اس کے اذن کے سفارش کر سکے؟ وہ لوگوں کی آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے اور لوگ اُس کے علم سے کچھ نہیں جان سکتے مگر اسیقدر جس قدر وہ تبلا دے اُسکی حکومت نے تمام آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے اور وہ اُن کی نگرانی سے تھکتا نہیں اور وہ بڑا بلند بڑی عظمت والا ہے۔

ایک جگہ فرمایا ہے کہ خدا تو وہ ہے کہ "جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غائب

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (حشر)

اور ظاہر کو برابر جانتا ہے وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے وہ ذات پاک ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک وسلامتی کا مالک امن دینے والا نگہبانی کرنیوالا سب پر غالب خود مختار۔ بڑائی والا۔ پاک ہے اللہ مشرکوں کے شرک سے وہ خدا پیدا کرنیوالا بے نمونہ بنانے والا سب چیزوں کی تصویر بنانیوالا سب نیک نام اسی کے لئے ہیں۔ سب چیزیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اُسی کی پاکی تبلا رہی ہیں اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے"۔

اس مضمون کو بھی بصد افسوس بوجہ خوف طوالت ناتمام چھوڑ کر مقدمہ ان کے پہلے حصے پر آتا ہوں جس کا نام میں نے "تہذیب الاخلاق" رکھا تھا پس غور سے سنئیے۔

(الف) تہذیب الاخلاق

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تو (اے رسول) کہہ آؤ میں خدا کے تبلائے ہوئے

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (انعام)

احکام تم کو سناتا ہوں پہلے یہ کہ تم اس کا شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے (جیسا کہ مکہ کے مشرک لڑکیوں کو مار دیتے تھے) قتل نہ کرو ہم (خدا) ہی تو تم کو اور انکو رزق دیتے ہیں اور بےحیائی چھپی اور ظاہری کے نزدیک بھی مت جاؤ یہ باتیں ہیں جن کی خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عقلمند بنو اور یتیم کے جوان ہونے تک اسکے مال کے نزدیک بھی مت جاؤ مگر اس طریق سے جو اچھا اور یتیم کے حق میں مفید (مثل تجارت وغیرہ) کے ہو (یعنی اگر تمہارے سپرد کسی یتیم کا مال ہو تو اس کو چھوؤ بھی نہیں ہاں اگر اسکی تجارت کر کے بڑھوتری یتیم کو دیتے رہو تو اسطرح ہاتھ لگاؤ ورنہ نہیں) اور ترازو و انصاف سے پورا کرو ہم ہر جان کو اسکی طاقت جتنا ہی حکم دیتے ہیں اور جب کچھ کہنے لگو تو انصاف سے کہو اگرچہ معاملہ میں کوئی تمہارا رشتہ دار بھی ہو اور جو وعدے اللہ کے نام پر دو ان کو پورا کرو یہ باتیں ہیں جن کی خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھدار بنو۔"

ایک جگہ ارشاد ہے۔ "بیشک مراد کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں عاجزی

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ

کرتے ہیں اور وہ لوگ جو لغو اور بیہودہ باتوں سے منہ پھیر جاتے ہیں اور جو لوگ ال

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ
عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى
صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (مومنون)

کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شہوت گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لیکن اپنی بیویوں اور کنیزکوں سے (جن سے اُن کو شرعاً وعرفاً ملاپ درست ہے) کریں تو ایسے لوگوں کو ملامت نہیں ہاں جو ان کے سوا غیروں کو چاہتے ہیں (غیر عورت ہو یا کوئی لڑکا) وہی لوگ خدا کی حد سے گزرجانیوالے ہیں اور وہ لوگ مراد کو پہونچتے ہیں جو امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ لوگ جنت فردوس کے مالک ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

طوالت مضمون کا خوف ہے ورنہ یہ مضمون بھی ایسا طویل الذیل ہے کہ قرآن مجید کا نصف نہیں ایک معتد بہ حصہ تو ضرور ہی اس سے بھرا ہوا ہے۔

دوسرا حصہ تمدن کا وہ ہے جس کا نام میں نے "تدبیر منزل" رکھا تھا۔

(ب) تدبیر منزل

تدبیر منزل کا لفظ حکما کے نزدیک تو خاص ایک گھر کے رہنے والوں کے تعلق کو کہتے ہیں مگر میری مراد اس جگہ عموماً وہ تعلقات ہیں جو انسان کو نسب و رشتوں میں پیش آتے ہیں ان رشتوں میں سب سے بڑا رشتہ ماں باپ کا رشتہ ہے جس کی بابت ارشاد ہے کہ:-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا

"تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ سے احسان کرو اگر وہ دونوں یا ایک تیرے

أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا
كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيَانِي صَغِيرًا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي
نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ
كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا وَآتِ ذَا
الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ
كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (بنی اسرائیل)

سامنے بڑھاپے کو پہونچیں۔ تو ان کے خدمت کرتا ہوا اُف بھی نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک اور اُن کیساتھ عزت سے باتیں کر اور مہربانی کر اپنے بازو تواضع کے اُن کے آگے جھکا دے اور کہتا رہ کہ اے میرے خدا ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھ کو چھوٹی عمر میں پرورش کیا تھا۔ (ایسا نہ کرو کہ ظاہر میں خوش آمد اور اندر ایذا رسانی کرنے لگو) خدا تمہارے دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے اگر تم نیک ہوگے تو وہ نیکوں کے لئے بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے۔ اور قریبوں کو اُن کے حق دیا کرو۔ اور مسکینوں اور مسافروں کی خاطر رکھ اور فضول خرچیوں میں مت اُڑا۔ بیشک فضول خرچ شیطانوں کے ساتھی ہیں۔

بیوی خاوند کے متعلق سب سے پہلا قانون اُس کے رشتہ کا بتلایا ہے کہ کس سے ہو اور کس سے نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ کہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ
وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَ
بَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَ
أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ
مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ
وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ
نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ
لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ

"تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور ماسیاں اور بھائی بہن کی بیٹیاں اور تمہاری دودھ مائیں اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری عورتوں کی جن سے تم نے جماع کیا ہو پچھلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں آئی ہوں سب حرام ہیں اور اگر ان عورتوں سے تم نے جماع نہیں کیا تو انکی پچھلی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں تم کو گناہ نہیں اور حرام ہیں تم کو تمہارے صلبی بیٹوں کی

مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء)

جورو ہیں اور حرام ہے کہ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لاؤ ہاں جو اسلام سے پہلے تم نے کیا ہو سو معاف ہے بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

ایک جگہ ارشاد ہے۔ "اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے سرکشی یا نفرت معلوم کرے

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (نساء)

تو صلح کرنے میں ان کو گناہ نہیں صلح بہت اچھی ہے اور عموماً نفس بخل کرتے ہیں (یعنی اکثر صلح میں خواہ مخواہ کسی جانب کو رعایت دینی پڑتی ہے جس سے دوسرا ناراض ہوتا ہے گر کسی طرف سے ناراضی بھی ہو تو بھی صلح کا انجام بہتر ہے) اگر احسان کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تو تمہارا ہی بھلا ہے خدا تمہارے کاموں سے پوری خبر رکھتا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا چونکہ عورتوں میں تم سے پورا انصاف نہیں ہو سکتا گو تم اس کی

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (نساء)

خواہش بھی کرو تاہم تم ایسا نہ کرو کہ ایک ہی جانب جھک جاؤ اور دوسری عورت کو لٹکتی ہوئی نہ ادھر کی نہ ادھر کی کر چھوڑ دو اور اگر صلح کر دو گے اور ناجائز کام کرنے میں خدا سے ڈرتے رہو گے تو خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے (اس سے اسکا عوض پاؤ گے) اور اگر دونوں خاوند بیوی سخت ناچاقی کیوجہ سے علیحدہ ہو جاویں تو خدا ہر ایک کو دوسرے سے اپنی فراخی سے بے پرواہ کر دے گا خدا تو بڑا ہی فراخی والا حکمت والا ہے۔"

ایک جگہ حکم ہے کہ عورتوں سے ہمیشہ نیک نباہ کیا کرو۔" عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

غرض اس پہلو کو بھی قرآن شریف نے بہت ہی واضح طور سے بیان کیا ہے۔ یہاں

چونکہ سارے بیان کی جگہہ نہیں اس لئے مجبوراً اسی رسالہ کا وعدہ دے کر تمدن کے اس حصّہ پر آتا ہوں۔ جس کا نام میں نے "معاملات" رکھا تھا:

(ج) معاملات

معاملات کی صفائی کو قرآن شریف نے جیسا بیان کیا ہے شاید و باید۔ چنانچہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (النساء)

ایک جگہہ ارشاد ہو کہ "اے مسلمانو! انصاف پر مضبوط ہو کر خدا کے لئے شہادت دینے والے بنے رہو۔ گو کسی طرح تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا قرابتیوں کے حق میں مضر بھی ہو اگر کوئی شخص امیر ہو تو بھی اور اگر فقیر ہو تو بھی سچ کہتے ہوئے اُن کا لحاظ نہ کرو خدا اُن کے حال پر تم سے زیادہ قابو رکھتا ہے (اُن کے لحاظ میں آکر اگر خدا کے خلاف کرو گے تو اُنہی سے تمہاری گت کرائیگا) پس تم عدل کرنے سے من مانی خواہش کے پیچھے مت چلو اگر سچی گواہی سے زبان مروڑو گے یا منہ پھیر دو گے (خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے وہ پوری سزا دے گا)

ایک جگہہ فرمایا۔ کہ کسی قوم کی ضد سے انصاف نہ چھوڑ اکرو اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر حمایت نہ کیا کرو۔"

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا (مائدہ) تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ)

ایک جگہہ حکم ہے کہ اگر "مقروض" تنگدست ہو تو فراخی تک اس کو ڈھیل دو اور ایسے وقت میں بالکل معاف کر دینا بہر حال تمہارے لئے بہتر ہے اگر جانتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ اور

فَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ وَاتَّقُوا يَوْمًا

تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ
نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ
بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَ
لْيَكْتُبْ كَاتِبٌ بَّيْنَكُمْ بِالْعَدْلِ وَلَا
يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ
اللهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا
فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا
أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُّمِلَّ هُوَ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا
شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰ
هُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى وَلَا
يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا
أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ
ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
وَأَدْنٰى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَا
يَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيدٌ وَإِنْ
تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ

اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کیطرف
پھیرے جاؤ گے پھر ہر جان کو اُسکی پوری
کمائی ملیگی اور اُنپر کسی طرح سے ظلم نہ ہوگا
اے مسلمانو! جب تم آپس میں قرض
کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو وقت مقرر تک
لکھ لیا کرو اور کوئی کاتب تم میں انصاف کیساتھ
لکھا جائے اور کاتب لکھنے سے انکار کرے
جیسا کہ اسکو خدا نے سکھلایا وہ لکھدے (یعنے
کسی بہانہ سے ٹلائے نہیں کہ میرا خط اچھا نہیں یا
کچھ اور) اور جسکے ذمہ ہو وہ بیان کرتا جائے
اور بیان کرتا ہوا خدا سے جو اسکا رب ہے
ڈرتا رہے اور قرض سے کوئی چیز کم نہ کرے
اور اگر مقروض بے وقوف یا کمزور ہے یا اسکو
بتلانے کی طاقت نہیں تو اسکا کوئی متولی
انصاف سے بتلاتا جائے اور اپنے میں دو مرد گواہ
بھی کر لیا کرو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد
اور دو عورتیں تاکہ ایک کے بھولنے سے دوسری
اس کو یاد دلائے (کیونکہ عموماً عورتوں کا
حافظہ کمزور ہوتا ہے) پسندیدہ ناس
لوگوں سے گواہ بناؤ اور گواہ طلبی کے وقت گواہی
سے انکار نہ کریں۔ اور وقت مقرر تک لکھنے
میں سستی نہ کیا کرو چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا!
یہ خدا کے ہاں بڑے انصاف کی بات ہے اور گواہی

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ
وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ
اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ
قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (بقرہ)

کو بڑی مضبوط رکھنے والا طریق اور شبہ سے بچنے کا عمدہ ذریعہ ہے ہاں جب سودا ہاتھ بہ ہاتھ ہو جس کو آپس میں تم لین دین کرو تو اس کے نہ لکھنے میں تم کو گناہ نہیں اور سودا کرتے وقت گواہ کر لیا کرو نہ کاتب کو بلا وجہ حرج پہنچاؤ نہ گواہ کو اگر ایسا کرو گے تو تم کو سخت گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو خدا تم کو علم کی باتیں سکھاتا ہے اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا تم کو نہ ملے۔ (اور قرض کی تم کو حاجت ہو) تو قرضخواہ کے پاس کوئی چیز گرو (بلا سود) رکھ لو۔ اور اگر کوئی کسی کو امین جان کر بلا گرو قرض دیدے تو قرضدار اپنی امانت یعنی قرض کو پورا ادا کرے اور خدا سے جو مالک اس کا ہے ڈرتا رہے اور گواہی کو چھپاؤ نہیں جو کوئی اس کو چھپائیگا جانو کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے اور خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے"

ایک جگہ ارشاد ہے۔ خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ
حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ
كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَ
بَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ
لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ
فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ
فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ

لڑکے کا لڑکی سے دگنا حصہ ہے اور اگر لڑکیاں ہی بھی دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے میت کے چھوڑے ہوئے مال سے دو تہائی ہے اور اگر ایک لڑکی ہے تو اس کے لئے نصف مال ہے اور میت کے ماں باپ کے لئے چھٹا چھٹا حصہ میت کے چھوڑے ہوئے مال سے بشرطیکہ میت کی اولاد بھی ہو اور اگر میت کی اولاد نہیں اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں۔ تو اسکی ماں کیلئے تہائی (اور باقی باپ کے

اَوْ دَیْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا
تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَلَكُمْ
نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا
تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ
مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ
دَيْنٍ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً
اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ
مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (نساء)

لئے ہے) اور اگر اس کے بھائی ہوں تو
اسکی ماں کا چھٹا حصہ ہے (باقی بھائیوں کا
مگر یہ حصے بجز میت کی وصیت اور
قرض ادا کرنے کے بعد ہونگے تم نہیں جان سکتے
کہ تمہارے ماں باپ وغیرہ میں سے کون تم کو
آخری نفع زیادہ دے سکتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم
ہے بے شک خدا سب کچھ جانتا ہے اور
تمہاری بیویوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تم کو
نصف ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اگر
ان کی اولاد ہے تو تمہارے لئے چوتھائی ان کے
چھوڑے میں سے ہے لیکن بعد وصیت اور قرض ادا
کرنے کے اور تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے
ان کی چوتھائی ہوگی بشرطیکہ تمہاری اولاد
نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان عورتوں کے
لئے آٹھواں حصہ تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے
ہے لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنے کے اور اگر کوئی آدمی (مرد ہو یا عورت)
ایسا ہے جس کا نہ ماں باپ نہ بیٹا بیٹی ہے اور بھائی یا بہن ہے تو ہر ایک کے لئے
بھائی بہن میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہوگا۔ اور اگر اس سے زائد ہوں تو تہائی میں شریک
ہونگے لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنے کے۔"

اس مضمون کو بھی بخوف طوالت بناخوشی چھوڑ کر سیاست کیطرف آتا ہوں۔"

(الف) اطاعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ

ارشاد ہے کہ "مومنو! خدا کا نازل کیا ہوا
کلام اور رسول کا بتلایا ہوا حکم مانو اور اپنی میں سے

مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (نساء)

حکومت والوں کی تابعداری کرو پھر اگر تم میں کوئی جھگڑا پڑ جاوے تو اسکو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے حکم کی طرف پھیرا کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلی زندگی پر یہ سب بہتر ہے اور انجام اس کا سب سے اچھا ہے ؎

سیاست کے دوسرے حصہ کی بابت ارشاد ہے ؎

(ب) قانون فوجداری و دیوانی

(سول)

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا (نور)

ایک جگہ حکم ہے کہ "زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو درے (بید) لگاؤ اور قانون خداوندی کی تعمیل میں ان سے نرمی نکرو اور اگر تم کو خدا پر اور پچھلے دن (قیامت) پر یقین ہے تو ایسا ہی کرو) اور ان کے عذاب ہوتے وقت ایک جماعت مسلمانوں کی حاضر رہے تا کہ اسکو زجر اور انکو نصیحت اور ملک میں اس سزا کی شہرت ہو" ایک جگہ حکم ہے کہ "جو لوگ بے گناہ عورتوں (یا مردوں) کو ناحق (زنا کی) تہمت لگائیں اور چار گواہ اس دعوئے پر نہ لا سکیں تو ان کو اسّی اسّی دُرّے (بید) لگاؤ اور آئندہ کو کبھی بھی ان کی شہادت قبول نہ کرو"

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا (مائدہ)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ "چور مرد ہو یا عورت بعد ثبوت ان کی چوری کے دایاں دایاں ہاتھ کاٹ ڈالو"

ڈاکہ زنوں کی بابت ارشاد ہے کہ "جو لوگ ڈاکہ مارتے ہیں اور زمین میں فساد

إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا
اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ
الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِلَّا
الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (مائدہ)

کرنے میں کوشش کرتے ہیں ان کی سزا
یہی ہے کہ یا تو قتل کیے جاویں یا سولی دیے
جاویں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کے کاٹے
جاویں یا ضلع خارج کیے جاویں (اگر صرف
راہ میں ڈرائیں) یہ ذلت اُن کے لیے
دنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کیلیے بڑا عذاب
ہاں جو لوگ تمہارے (پولس منو کے) قابو
پانے سے پہلے ہی توبہ کر جاویں اور دل سے
نیک اطوار ہو جاویں تو ان کو نہ پکڑو اور جانو کہ اللہ بڑا بخشنہار مہربان ہے

ایک جگہ حکم ہے کہ اے مسلمانو! مقتولوں کا بدلہ لینا تم کو جائز ہے۔ آزاد اگر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى
فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ
بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ
ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ
يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ)

آزاد کو مارے تو اُس کو اور غلام اگر غلام کو
مارے تو اس کو اور عورت اگر عورت کو مارے
تو اسکو مار دو ہاں (چونکہ شریعت میں قتل
دیوانی معاملہ ہے) اس لیے جب خونی کو وارث
مقتول سے کچھ معاف ہو تو اسکی مرضی پر
چلے اور جتنے پر صلح ٹھیرے اسکو دیدے یہ خدا
کی طرف سے تمہارے لیے تخفیف اور رحمت
ہے پھر بعد اس کے جو شخص کسی طرح زیادتی
کریگا۔ (یعنے بدلا لیکر پھر قاتل کا خون کریگا
یا بدلا دے کر وارث مقتول کو ایذا دے گا) تو اس کے لیے دکھ دینے والا عذاب
ہوگا۔ (اصل تو یہ ہے کہ جان کے بدلہ میں جان ہی سے مارو کیونکہ) قاتل کے مار ڈالنے
میں ایک قسم کی زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم یا جو کوئی اُس کے مارے جانے کو دیکھیگا
آئندہ کو ایسی حرکت سے بچے گا۔

یہ کتنا بڑا انصاف ہے کہ خون کے مقدمہ کو قرآن نے دیوانی قرار دیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مقتول کے مارے جانے سے اُس کے ماں باپ بھائی بندوں کا جو نقصان ہوا ہے تلف جائداد سے بڑھ کر ہے پھر اگر اس قاتل کو پھانسی وغیرہ دی جاوے وہ بھی ایسی طرز سے کہ مقتول کے وارثوں کی رائے کو اس میں کوئی دخل نہ ہو تو اُس کے وارثوں کے زخم کو جو اُن کے نونہال کے مرنے سے اُن کو پہونچا ہے کوئی مرہم نہیں لگایا گیا۔ بخلاف فیصلہ قرآنی کے یا یوں کہو کہ فیصلہ خداوندی کے وارثان مقتول کو اختیار رہے کہ اس کو مروا دیں یا اُس سے کچھ عوض لیکر چھوڑ دیں جس سے ان کو کسی قدر تقویت ہوگی یا بالکل معاف کر دیں۔ ہاں قتل کرانے کی بات ترغیب دی ہے اور اس کے فوائد ایک ایسے مختصر جملہ میں بتلائے ہیں۔ جو اپنی فصاحت بلاغت کیوجہ سے تمام عرب میں اُسیوقت شہرہ آفاق ہو گیا تھا جس کے بیان کا یہ موقع نہیں (اس مسئلہ کے متعلق مفصل بحث ہمارے رسالہ "اسلام و برٹش لا" میں دیکھو)

ایک جگہ خاص بیوی خاوند کے ایک ضروری مقدمہ کے متعلق جس کے فیصلہ سے آج تک کُل قوانین شاہی خالی ہیں۔ ارشاد ہے۔ کہ:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ
لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ
اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ
اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ
اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ
اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ
اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ

جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور اُن کے پاس بجز اپنی ذات کے کوئی گواہ نہو تو اُن میں سے ایک (یعنی خاوند) حاکم کے سامنے چار دفعہ اللہ کے نام سے گواہی دے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں (بیشک میری عورت نے بدکاری کی ہے) پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو اسیطرح عورت سے عذاب (جو درصورت ثبوت زنا اس کو ہونا تھا جبکہ

مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (نو۷) ذکر پہلے ہو چکا ہے) ہٹ سکتا ہے کہ چار دفعہ خاوند کی تکذیب کرکے پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔" (اس کے بعد دونوں کی جدائی ہمیشہ کے لئے کر دی جاوے گی)

اسی طرح دیگر مقدمات کے لئے بھی اصول بتلائے گئے ہیں اب میں اسے چھوڑ کر سیاست کے تیسرے پہلو کی طرف آتا ہوں جس کا نام میں نے "تدبیر جنگ" رکھا تھا جو بغرض حفاظت مال وجان انسان کو طبعی طور پر دشمنوں سے بچنے کے لئے کرنی پڑتی ہے جس کو ہر قوم نے ہمیشہ کیا اور کر رہی ہے قرآن شریف نے جو بانی فطرت کی طرف سے نازل ہوا ہے اس ضروری مسئلہ کے متعلق بھی ہدایات اور احکام بیان کر دیئے ہوئے ہیں یہ مسئلہ تو قرآن کا خدا کے فضل سے ایسا مشہور ہے کہ ہر کہ ومہ کی زبان پر۔ گو کسی قدر غلطی اور مبالغہ ہی چڑھا ہوا ہے چنانچہ آپ نے سنے سنائے اسے خونریزی سے تعبیر کیا ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ یہ خونریزی تو تمام قوموں میں بطور نیشنل لازمی قانون کے مروج[1] ہے بہر حال قرآن کی تعلیم اس بارہ میں مندرجہ ذیل ہے:۔

(ج) جنگ یا جہاد (ملٹری)

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقَاتِلُوْکُمْ فِیْہِ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں (یعنے اُس کے حکم کے بموجب) اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور ظلم وزیادتی نہ کرو بیشک ظالم لوگ خدا کو نہیں بھاتے۔ مارو ان کو (یعنی جو تم کو مارتے ہیں) جہاں پاؤ اور نکالدو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ معظمہ سے) اور فتنہ فساد

[1] چنانچہ مولانا صاحب نے سوامی دیانند کے فقرہ نمبر۲ کے جواب میں "حق پرکاش" بجواب ستیارتھ پرکاش میں مفصل لکھا ہے۔ (مینیجر)

فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (بقرہ)

(جو مشرکین کرتے ہیں) قتل سے بھی بڑا مضر ہے اور مکہ کی مسجد (یعنی کعبہ) کے پاس اُن کو نہ مارو جبتک وہ خود اسمیں لڑائی شروع نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے (اُس مسجد میں) لڑیں تو تم بھی لڑو۔ اسیطرح کی سزا اُن کافروں کی ہے جوایذادیں پھر بھی اگر باز آجائیں اور فتنہ وفساد سے ہٹ جاویں تو خدا بخشنہار مہربان ہے اور لڑو ان سے جبتک فتنہ فرو نہو اور قانون خداوندی جاری نہ ہو جائے پھر بھی اگر باز آجائیں اور فساد چھوڑ دیں تو بجز ظالموں کے کسی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ جو تم پر زیادتی کرے اُسپر اتنا ہی ہاتھ اٹھاؤ جتنی زیادتی اُس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کی مدد پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"

یہ آیتیں سب اُن آیتوں کی شرح ہیں جو قرآن میں اس مضمون کی آئی ہیں جو بوجہ تنگی وقت میں ساری نقل نہیں کرسکتا اس مسلہ کے متعلق تفسیر ثنائی جلد اول ملاحظہ کیجیگا۔

اب میں بصد افسوس اسے چھوڑ کر ریاست کے چوتھے حصہ کی طرف آتا ہوں جس کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے:

(د) فارن آفس

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ (انفال)

ایک جگہ حکم ہے کہ "اگر تیرے مخالف صلح کیطرف جھکیں تو تو بھی جھک جا اور خدا پر بھروسہ کر بیشک خدا سننے والا جاننے والا ہے اور اگر صلح کے ذریعہ تجھ کو فریب دینا چاہیں تو خدا تجھ کو کافی ہے"

ایک جگہ حکم ہے کہ جن لوگوں سے تو نے عہد کئے ہیں اور وہ ہمیشہ توڑتے رہتے

الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ط (انفال)

ہیں اور وہ اس بدعہدی سے بچتے نہیں پس اگر تو ان کو لڑائی میں پائے تو ان کی ایسی گت بنا کہ ان سے پچھلے لوگوں کو بھی اسکی وجہ سے عبرت ہو تاکہ وہ نصیحت پاویں اور ہمیشہ عہد شکنی سے باز آئیں (جیسا کہ ترکوں نے یونانیوں سے ۱۸۹۷ء میں کیا) اور اگر کسی قوم سے خفیہ خیانت تجھے معلوم ہو تو ان کو ظاہر طور اطلاع دیدیا کر کہ تمہاری ہماری صلح نہیں) بے شک اللہ کو خائن بدعہد لوگ نہیں بھاتے

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ع (توبہ)

ہاں جب تک تم سے بنا رہیں تم بھی ان سے بنا رہو بے شک خدا پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے"۔

یہ ہے فہرست بعض ان احکام کی جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ علاوہ اس کے قرآن میں ایک خاص خوبی اور بھی ہے کہ متکبر بندوں کو کان سے پکڑ کر خدا کے دروازہ پر لا گراتا ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب تقابل ثلاثہ میں ملتی ہے اب میں آپکے جواب کا منتظر ہوں کہ حسب وعدہ آپ کہاں تک ہمیں وید کا نقشہ بتلا دیں گے۔

واضح ہے کہ میں نے جو ترجمہ آیات کا کیا ہے کل اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں اب میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ آپ بھی اسی اصول کا کہاں تک لحاظ رکھ کر مستند ترجمہ بتائیں گے ہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ بالترتیب جواب دیں پہلے دعویٰ الہام پھر ملہم کے حالات بعد ازاں تعلیم اور اس کا نتیجہ کہ کہیں نظام عالم کے مخالف تو نہیں میں نے آپکی خاطر اپنی ناقص لیاقت کے موافق کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اب آپ کی طرف سے قدردانی کا اندازہ کرتا ہوں کہ آپ کہاں تک میری معروضات کو غور سے سنتے ہیں

ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ بھی واضح رہے کہ وید اگر حقانی تعلیم ہونے کی وجہ سے باقاعدہ الہامی ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کو اُس کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہو گا کیونکہ قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے کہ خدا نے ہر قوم میں نبی اور کتاب بھیجی ہے مسلمان لوگ وید سے اگر رنجیدہ ہیں تو اس وجہ سے کہ اس میں بت پرستی آتش پرستی وغیرہ کی تعلیم ہے سو اگر بقول آریہ سماج وہ اس خرابی سے پاک ہو اور اُس کے الہامیوں کے حالات معلوم ہوں تو مسلمان اُسے الہامی ماننے کو ہر طرح حاضر ہیں۔ یہ بیان میرا ہی ذاتی نہیں بلکہ سب مسلمانوں کا ہے مولوی عبیداللہ مرحوم کی تحفۃ الہند اور مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات ملاحظہ ہوں

ماسٹر صاحب نمبر (۳)

صفحہ ۳۲ ؎۱ پر جو آپنے لکھا ہے:-

"چونکہ الہامی کتاب ملہم کے منہ سے نکلی ہوگی اس لئے اس دعوے میں ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے خاصکر منکر کے مقابلہ میں جو اس کتاب کو اس شخص الہامی ہی کی تصنیف کہتا ہے۔ اصل دعوے تو کتاب ہی کا ہے مگر ملہم کے منہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کا بھی کہلا سکتا ہے"

معلوم ہوتا ہے کہ جنابنے میری عرض کی طرف خیال نہیں کیا۔ میں نے صفحہ ۱ پر اس بات کو بخوبی واضح کر دیا تھا کہ الہامی کتابکے ہرگز اکٹھے دو مدعی نہیں ہو سکتے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اکٹھے دو مدعی ہی مان لئے جاویں تو اس کے صاف معنے یہ ہونگے کہ الہامی کتاب خدا اور انسان دونوں کی بنائی ہوئی ہے حالانکہ آپ مانتے ہیں کہ الہامی کتابکے بنانے میں انسان کا کچھ دخل نہیں اب جو آپنے صفحہ مذکور میں اوپر کی سطور لکہیں اس سے بھی میری عقل میں آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی اور نہ ہی میں ان مذکورہ بالا سطور میں کوئی دلیل پاتا ہوں اور اس سے بڑھ کر اس فقرہ میں دو متضاد سی باتیں نظر آتی ہیں ایک طرف تو آپ فرماتے ہیں کہ "چونکہ الہامی کتاب ملہم کے منہ سے نکلی ہو گی اس لئے اس دعوے

؎۱ ماسٹر صاحب نے صفحات کا نمبر رسالہ آریہ مسافر جالندھر کا (جس میں یہ مباحثہ چھپتا تھا) بتلایا تھا مگر ہم نے ناظرین کی آسانی کیلئے اس کتاب کا نمبر لگایا ہے۔ آئیندہ بھی ایسا ہی ہوگا (منیجر)

اُس دعویٰ میں ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے"۔ اور دوسری طرف آپکا بیان ہے کہ "اصل دعویٰ تو کتاب ہی کا ہے" اور پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ "مگر ملہم کے مُنہ سے نکلنے کیوجہ سے اس کا بھی کہلا سکتا ہے"۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ آپکی صاف مراد کیا ہے؟ اگر اصل دعویٰ کتاب ہی کا ہے تو ظاہر ہوا کہ ملہم کا اصل دعوےٰ نہیں اور یہی بات میں کہہ رہا ہوں یا آپکی عبادت سے یہ مطلب نکلتا ہے۔ (اوّل) اصل دعویٰ تو کتاب ہی کا ہے (دوم) مگر ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اسکا بھی کہلا سکتا ہے آپکی طرزِ تحریر ثابت کر رہی ہے کہ آپ پہلی بات کو تو یقیناً بیان فرما رہے ہیں لیکن دوسری بات کو آپ شکیہ طور پر لکھ رہے ہیں حالانکہ آپ نے صفحہ پر فرمایا تھا کہ "میں نے الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کی کہا تھا"۔

اب میں حیران ہوں کہ آپکی ان مختلف تحریروں سے کیا صاف مطلب نکالا جائے! پہلے تو آپ الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہہ چکے ہیں۔ اب اصل دعوےٰ تو کتاب ہی کا تبلاتے ہیں۔

صفحہ ۳۰ کی مذکورہ بالا تحریر میں آپ ملہم کو ضروری قرار نہیں دیتے کیونکہ جناب نے لکھا ہے کہ "ملہم کو بھی شریک کہدینا صحیح ہے۔ خاصکر منکر کے مقابلہ میں تو اس سے پایا گیا جہاں منکر کو اور کسی طرح سے آپ تسلی نہیں دے سکتے تو وہاں مجبوراً ملہم کو شریک کر کے اُس کا گھر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ اگر ملہم کو شریک نہ کریں تو یہ خرابیاں وقوع میں آئینگی اور ملہم کو خدا کا شریک بتانے کیلئے آپ نے صرف یہ بات بطور دلیل کے لکھی ہے۔ کہ "ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اُس کا بھی کہلا سکتا ہے"؟ اب آپکی اس دلیل کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں اگر سورج کی روشنی ایک شیشہ سے گذر کر ایک کمرہ میں داخل ہو تو کیا اس روشنی کو لوگ سورج کی روشنی کہنے کے بجائے شیشے کی روشنی کہنے لگ جائینگے؟ کیونکہ یہ شیشے میں سے ہو کر گذری ہے کیا اگر کوئی بدمعاش پتھر سے کسی نیک بخت کو مارے تو بدمعاش کو سزا دیتے وقت پتھر کو بھی سزا دینی چاہیے؟ کیونکہ بدمعاش نے پتھر کو ہی

کام کا ذریعہ بنایا۔ اور کیا پتھر اور انسان کا آپس میں ایک رتبہ اسوجہ سے ہو جائیگا ملہم شخص مثل ایک شیشے کے ہے۔ جس میں سے علم یا الہام کی روشنی گزر کر دیگر انسان تک پہنچتی ہے پس ملہم شخص کو واحد لاشریک خدا کے دعوے میں شریک کرنا کب انصاف کی بات ہو سکتی ہے؟ سورج کے مقابلہ پر ایک ناچیز شیشہ کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ اسی طرح خدا کے مقابلہ پر ایک ناچیز انسان یا ملہم کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ اس لئے وہ دعوے جو کہ الہامی کتاب نے کیا ہے کبھی ملہم نہیں ہو سکتا۔ اور الہامی کتاب کے دعوے میں ملہم کو شریک کرنا ایسی ہی غلطی ہے جیسی کہ روشنی کو سورج کے کہنے کے بجائے سورج اور شیشے دونوں کی کہہ دیں۔

فقرہ دوم میں آپنے لکھا ہے کہ:۔

"الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مدعی کی ہے اور الہامی کے حالات اور اسکی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے"

اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے آپنے منتہٰی پر کوشش کی ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ آپ بجائے اسکے کہ اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے آپ اصلی مضمون سے بھاگ کر تکبر کی باتوں پر آگئے چنانچہ آپکے یہ الفاظ خود بول رہے ہیں:۔

"ماسٹر صاحب! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں انشاءاللہ تعالیٰ آپکو بجز اس کے راہ نہیں ملے گی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے"

میں نہایت ادب سے التماس کرتا ہوں کہ مہربان من! اس قسم کی متکبرانہ تحریر آپ سے فہمیدہ لوگوں کا شیوہ نہیں ہونا چاہیئے اگر آپ کا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے تو آپ خاطر جمع رکھیں میں اس کو ہرگز الٹا نہیں کہونگا۔ لیکن مجھے افسوس آتا ہے کہ باوجود اس شرط بازی کے بھی آپ اپنے مطلب کو واضح طور پر ثابت نہیں کر سکے لیجیے! اب بندہ عرض کرتا ہے۔

اوپر کے فقرہ کی طرف غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ ہی غلط ہیئے آپ کا یہ دعوےٰ ہی نادرست ہے ثبوت تو دور رہا۔ اور وہ اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں:۔

الہامی کتاب ——————— قرآن یا وید بمنزلہ مدعی کے ہے۔

(۲) ملہم کے حالات ایک گواہ ہے

(۳) الہامی کتاب کی تعلیم دوسرا گواہ ہے

یہ تین چیزیں جو جناب نے فرمائیں وہ دراصل تین چیزیں نہیں بلکہ دو چیزیں ہیں آپ الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم کو دو چیزیں مان رہے ہیں جنہیں سے ایک کو مدعی اور دوسرے کو گواہ فرماتے ہیں دراصل الہامی کتاب اور اس کی تعلیم ایک شئے ہے نہ کہ دو میں پوچھتا ہوں کہ آپ الہامی کتاب کس کو سمجھ رہے ہیں؟ کیا جلد بندہی ہوئی کتاب کو آپ الہامی کہتے ہیں؟ اور اس کی تعلیم اُس سے کیا جدا شئے ہے۔ دراصل الہامی تعلیم کے مجموعہ کا دوسرا نام الہامی کتاب ہے کیا روشنی اور سورج دو چیزیں ہیں؟ کیا صفت موصوف سے علیحدہ کوئی کہیں شئے ہوا کرتی ہے؟ مہربانی کرکے بتلائیں؟ کہ الہامی تعلیم کے علاوہ الہامی کتاب کیا شئے ہے؟ جو دعوےٰ کہ آپ الہامی کتاب کا کہتے ہیں وہی دعوےٰ دراصل الہامی تعلیم کا ہے پس آپ کا یہ دعوےٰ کہ الہامی کتاب مدعی ہے اور الہامی تعلیم اس کا گواہ ہے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے دراصل یہ کہیئے کہ الہامی تعلیم یا الہامی کتاب جہاں ایک طرف خود مدعی ہے وہاں خود ہی لوگوں کے لئے شہادت کا کام کرتی ہے آپ شاید کہہ بیٹھیں کہ دنیا میں ایسی بات کبھی نہیں دیکھی گئی کہ ایک انسان خود ہی مدعی ہو اور خود ہی شہادت کا کام کرے اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ دنیوی تمثیلات سے علمی دقیق باتیں سمجھنے میں مدد ملا کرتی ہے نہ کہ تمثیلوں کو ہی علمی مسائل سمجھا جائے لیجیئے اس بات کو میں تمثیل دیکر بھی واضح کر دیتا ہوں چراغ یا سورج کے بغیر ہم دیگر اشیاء کو نہیں دیکھ سکتے لیکن چراغ یا سورج کے دیکھنے کے لئے دوسرے چراغ یا دوسرے سورج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ٹھیک اسیطرح الہامی کتاب یا الہامی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ہمیں کسی خارجی گواہ کی جس کو کہ آپ ملہم کے حالات کہتے ہیں۔ ضرورت نہیں پس میرا دعویٰ یہ ہے۔

(۱) الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم دراصل ایک شئے ہے۔

(۲) اور اس کے لئے کسی خارجی شہادت (ملہم کے حالات) وغیرہ کی ضرورت نہیں

کیونکہ سورج یا چراغ کو دیکھنے کے لئے بدیہی (عقل) روپی آنکھوں کی ضرورت ہے

فقرہ سوم صفحہ ۳۲ یہاں پر آپ فرماتے ہیں کہ "جبکہ آپ ملہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے تو کیا ایک شخص دنیادار ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی کا دعویٰ کرے اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بھیجکر ٹکے سیدھے کرنے لگے گو اس کے حالات کیسے ہی دنیاداری کے کیوں نہ ہوں۔ تو کیا آپ اُس کی کتاب کو صرف اس کی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لیں گے؟ وغیرہ وغیرہ"

مولوی صاحب! آپ نے تو وہ بات لکھدی کہ جس طرح کوئی کہے کہ "میں گونگا ہوں" یا یہ کہ انسان کے سینگ سے چاقو کے دستے بنائے جاتے ہیں آپکے لکھنے سے معلوم ہو گیا کہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی شخص ٹکے کمانے کی غرض سے کوئی کتاب سچی تعلیم سے پُر لکھ سکتا ہے اس میں اوّل تو حیرانی کی بات یہ ہے کہ ٹکے کمانے والے انسان کو شرارت سوجھیگی یا وہ سچائیوں کو لکھنے بیٹھیگا؟ شہد کی مکھیاں پھولوں پر جایا کرتی ہیں نہ کہ میلے کی مکھیاں پھولوں پر بیٹھا کرتی ہیں اصل تو یہ بات انوکھی سی ہے کہ محض ٹکے کمانیکی غرض رکھنے والی نیچ انسان کی طبیعت کبھی سچی تعلیم وغیرہ سے پر کتاب لکھنے کو چاہے اور اگر مان لیں کہ وہ لکھ بھی لے تو پھر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ:۔

اگرچہ وہ سچی تعلیم کی کتاب لکھ سکتا ہے تو (بقول جناب) اس سے انسان کی طبیعت کی قابلیت بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھنے کی پائی گئی پس جب ایک آدمی الہام کی مدد کے بغیر سچی تعلیم (بقول آپکے) لکھ سکتا ہے تو کیا اس سے ہم نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ پہلے بھی اُن انسانوں سے جنکو کہ آپ لوگ ملہم کہہ کر پکارتے ہیں بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھی ہو گی۔ خواہ پیسہ کمانے کی غرض سے نہیں اس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی جب ایک انسان پیسہ کمانیکی خاطر سچی تعلیم اور "پاکیزہ تعلیم" لکھ سکتا ہے تو اس سے یہ بھی مان سکتے ہیں کہ ایک انسان پیسہ کمانے کی نیت سے بھی زیادہ پاکیزہ تعلیم کی کتاب لکھ سکتا ہے تو اس بات کو مان لینے سے سیر خیال میں الہام

کی بالکل ضرورت نہیں رہتی۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر کوئی شخص خواہ کسی نیت سے آریہ سماج کے ایک سبھاسد کے پاس ایسی کتاب بھیجتا ہے تو آریہ سماج کا وہ سبھاسد اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ فرض کرو کہ وہ کتاب میرے پاس ہی بھیجتا ہے اور فرض کرو کہ اس کتاب میں ایک بھی لفظ جھوٹ نہیں اور بالکل پاکیزہ تعلیم سے وہ معمور ہے تو میں بڑی خوشی سے اس شخص کو لکھونگا کہ آپکی کتاب جو کہ پاکیزہ تعلیم سے معمور ہے میں نے دیکھی اور بڑی خوشی سے میں تصدیق کرتا ہوں کہ اسکی تعلیم پاکیزہ اور راست ہونے کیوجہ سے بالکل وید کے مطابق ہے یا وید کی تعلیم کا ایک جزو ہے اسکی نیت کا اثر مجھ پر کیا ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اس نیت سے کتاب کو نہ بگاڑتا وہ اپنی نیت کا پھل ایشور کی طرف سے پائے گا۔ اسکی نیت سے اس کتاب کی تعلیم میں فرق نہیں آسکتا اگر ایک چور چرا کر اناج بیچتا ہے تو وہ اناج برا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ وہ چور برا ہے لیکن اگر کوئی شخص چرا کر اناج نہیں بیچتا۔ بلکہ کسی سے مانگ کر مانگا ہوا اناج بیچتا ہے تو اس حالت میں ہم اس کو چور بھی نہیں کہہ سکتے۔

اگر کوئی شخص مجھے پانی کا گلاس پینے کو دیتا ہے تو کیا میں کبھی یہ مان سکتا ہوں کہ اس شخص نے پانی پیدا کیا ہے یا یہ پانی اس پانی کا جزو نہیں جو کہ سمندر اور سطح زمین کے کل دریاؤں میں بھر رہا ہے۔ اگر کوئی لکڑی جلا کر آگ روشن کرتا ہے تو کیا سائنسدان نہیں بتلاتے کہ یہ حرارت سورج کی اور اس حرارت کا جزو ہے جو کہ جہان میں بکھر رہی ہے پس اگر کوئی شخص کوئی کتاب بالکل پاکیزہ تصنیف کرتا ہے تو شاید آپ کے خیال میں اس نے الہام کی مدد نہیں لی۔ لیکن میرے خیال میں اس نے ضرور الہام کی مدد لی ہے کیونکہ بچپن سے لیکر وہ تیس برس کی عمر تک برابر استادوں سے علم حاصل کرتا رہا ہے۔ اور یہ استاد اپنے استادوں سے علم حاصل کرتے چلے آئے ہیں حتےٰ کہ آخرکار ہم ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جو کہ علم کا سرچشمہ ہے اور الہام وید یا خدا کا علم ہے۔

مولوی صاحب! آپ خاطر جمع رکھیں کہ کوئی انسان خواہ کسی نیت سے وہ کتاب لکھے کبھی بغیر پہلے علم (الہام) کی مدد کے ہرگز ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اور اگر لکھ سکتا ہے تو پھر الہام کی ضرورت کیا ہے؟ اگر ہم بغیر سورج کی روشنی کے ہر شئے کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں تو پھر سورج کی ضرورت ماننا عقلمندوں کا کام نہیں۔

آپ ملہم کے حالات پر زور دے رہے ہیں لیکن افسوس کہ آپ یہ نہیں تبلاتے کہ ملہم کے حالات کا الہامی کتاب سے واسطہ کیا ہے اور آپنا خیال میں نہیں لاتے کہ ملہم کے حالات الہام کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کہ پیشتر+

میں اس بات کو مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں فرض کرو کہ حضرت محمد صاحب عرب میں پیدا ہوئے جہاں کہ وام مارگ مت کا بڑا زور تھا اور عرب کے باشندے بت پرستی توہمات پرستی میں مبتلا تھے جنکے سدھارنے کی غرض سے خدا نے حضرت صاحب کو الہام دیا۔ اب حضرت صاحب کی زندگی کے دو حصے ہوئے اول وہ زمانہ جس میں ان کو الہام نہیں ہوا تھا۔ اس لیئے الہام چونکہ نیک و بد کی پہچان میں مدد دیتا ہے اور وہ ابھی تک ملہم نہیں ہوئے تھے اس لیئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صاحب اس عمر کے حصے میں پورے نیک اعمال نہیں کرتے تھے کیونکہ ابھی الہام نہیں ہوا تھا اور اگر ہمارے مسلمان بھائی یہ کہیں کہ نہیں صاحب حضرت صاحب عمر کے اس حصے میں بھی نیک اور سراسر نیک ہی اعمال کرتے تھے تو اس سے یہ پایا گیا کہ بغیر الہام کے بھی حضرت صاحب نیک راہ پر چل رہے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ الہام کا عدم وجود یا اسکا ہونا نہونا مساوی ہے کیونکہ (۱) جب انکو الہام نہیں ہوا تھا تو تب بھی وہ برابر نیک اعمال خدا کی مرضی کیمطابق کرتے تھے (۲) اور جب ان کو الہام ہو گیا تو بھی وہ مساوی ہی نیک اعمال پہلے کی طرح کرتے رہے

تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ الہام کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اگر یہ مانا جائے کہ الہام کے بغیر انسان نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتے تو حضرت صاحب چونکہ انسان تھے اس لئے وہ بھی الہام کے بغیر نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتے تھے۔ پس آنکی زندگی کا وہ حصہ جبکہ وہ ملہم نہیں ہوئے تھے گمراہی کمزوری اور غلطیوں کا زمانہ ہے اور

جبکہ وہ ملہم ہوئے اور اسپر عمل کرنے لگے تو وہ زمانہ نیکی اور خوبیوں کا ہے اس لئے
اگر مولوی صاحب یہ دعوےٰ کریں کہ حضرت صاحب شروع سے موت کے دن تک
بالکل نیک ہی نیک کام کرتے رہے تو اس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور
اگر مولوی صاحب یہ مان لیں کہ وہ ملہم ہونے سے پیشتر گمراہ تھے اور پھر نیک
بن گئے تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کی زندگی میں اگر ساٹھ فیصدی خوبیاں
تھیں تو چالیس فی صدی عیوب بھی تھے ؛

اور جس چیز نے حضرت صاحب کی زندگی کو نیک بنایا وہ الہام ہو سکتا ہے
علم یا الہام سے پیشتر ممکن نہیں کہ وہ نیک یا بد کو خود پہچان سکتے ہوں پس وہ
خاص چیدہ عمدہ خوبیاں جو حضرت محمد صاحب کی زندگی میں پائی جاتی ہیں
انکی وجہ الہام کی مدد ہے نہ کچھ اور الہام سے پیشتر کی زندگی اُن کی یا ایسے ہی
کسی ملہم کی کبھی نیک ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی ؛

عجب تماشہ ہے کہ مولوی صاحب ایک آدمی یا ملہم کو نیک کردار اور عابد پہلے سے
تصور کئے بیٹھے ہیں اور الہام کی ضرورت اُس کے نیک ہونے پر مان رہے ہیں
یہ تو وہ بات ہوئی ہے کہ کوئی کہے کہ جب میں سیدھے راستہ میں چلا گیا تو مجھے
سورج دکھائی دیا اور جس وقت میں راہ راست پر چل رہا تھا اسوقت غضب کا
اندھیرا تھا۔ عقلمند اس شخص سے سوال کر سکتا ہے کہ بھائی سخت اندھیرے میں
تجھ کو سیدھا راہ کیونکر معلوم ہوا؟ اور اگر اندھیرے میں سیدھا راہ معلوم ہو گیا تو پھر
سورج کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس لئے مولوی صاحب غور سے سوچیں کہ بغیر الہام کے
سورج کے لوگ نیکی کے راہ راست پر چل سکتے ہیں اور پھر اُنہیں الہام ہوتا ہے
تو سوال یہ ہے کہ بغیر الہام کے وہ نیک راہ پر کس طرح چل سکے ؛

آپ ملہم کے حالات بار بار کہتے ہیں مہربانی کر کے مفصل طور پر فرمایئے!
کہ آپکی اس سے کیا مراد ہے؟ آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ :-
"کسی کتاب کو الہامی کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اسکا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب

بندہ تھا کہ جس کو خدا نے الہام دیکر تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی"
آپ کی ان سطور کے پڑھنے سے کئی اعتراض پیدا ہوتے ہیں آپ یہ لکھتے ہیں کہ:-
(۱) ملہم خدا کا مقرب بندہ تھا؛
(۲) تمام بندگان الہام کی بدولت گمراہی سے نجات پاتے ہیں؛

اعتراض (الف) ملہم کے حالات فیصلہ کرنے کے لئے آپ کا یہ فقرہ خوب مدد دیگا آپ مانتے ہیں کہ ملہم خدا کا بندہ تھا۔
اور پھر آپ مانتے ہیں کہ تمام بندوں کو خدا نے الہام کے ذریعہ گمراہی سے نکالا
اس سے صاف پایا گیا ہے کہ تمام بندے جنمیں کہ ملہم بھی بوجہ بندہ ہونیکے شامل ہے الہام کے باعث گمراہی سے نکلتے ہیں کیا معنے؟ کہ الہام سے پہلے تمام بندے (جنمیں کہ ملہم بھی بندہ ہونے کی وجہ سے شامل ہے) گمراہ تھے؛
اب اس بات کو مدنظر رکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب اپنی زندگی کے ایک خاص حصے میں گمراہی کے کام کرتے رہیں اور جب الہام ہوا تب ان کو نیک راستہ معلوم ہو گیا۔ لیکن اس سے پیشتر نہیں لہذا حضرت محمد صاحب کی زندگی کے حالات سارے کبھی نیک نہیں ہو سکتے اور جو نیک ہوئے وہ الہام کے بعد ہوئے نہ کہ اس سے پیشتر پس الہام حالات زندگی کو نیک بنانے میں مدد دے سکتا ہے اور اگر بدوں الہام انسان یا پیغمبر نیک ہو سکتا ہے تو الہام کی ضرورت کیا ہے؟

اعتراض (ب) آپ مانتے ہیں کہ ملہم خدا کا مقرب بندہ ہوا کرتا ہے اور میں نے دکھا دیا کہ بغیر الہام کے کوئی بندہ بھی گمراہی سے نجات نہیں پا سکتا پس الہام کے بعد ہی کوئی شخص خدا کا مقرب ہو سکتا نہ کہ گمراہی کی حالت میں کیونکہ مقرب عابد یا خدا رسیدہ اسی شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ کہ جو خدا کی مرضی کو جانتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور اگر بغیر الہام کے کوئی شخص خدا کی مرضی کو جانتا اور اس پر عمل کرنے سے مقرب ہو رہا ہے تو پھر خدا کا الہام ہی فضول ہے۔

اعتراض (ج) کیا وجہ ہے کہ خدا کسی خاص بندہ کو الہام دیتا ہے جبکہ گمراہی

میں سب یکساں ہیں۔ اگر خدا مجسم انصاف اور عادل ہے تو لازم ہے کہ وہ ہر ایک کو الہام دے بجائے اس کے کہ کسی خاص بندہ کو ان میں سے اپنا الہام دینے کے لئے چنے اور جبکہ مسلمان لوگ پچھلا جنم نہیں مانتے تو اس وقت کیا وجہ تھی کہ عرب یا ایشیا اور امریکہ یوروپ وغیرہ یعنے کل دنیا کے لوگوں کو الہام نہ ہوا۔ محمد صاحب میں خصوصیت کس شئے نے پیدا کر دی۔ اگر کہو کہ خدا کی مرضی جس کو چاہے خاص بندہ قریبی بناتا ہے تو پھر خدا کیا ہوا؟ ایک بے انصاف حاکم ٹھیرا۔ بلکہ ہر ایک انسان کا دل چاہتا ہے کہ الہام فلاں شخص کو ہوا ہے مجھے کیوں نہ ہوا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش موجود ہے لیکن پھر بھی بلاوجہ کسی خاص آدمی کو اپنے الہام کے منتخب کرتا ہے اگر کہو کہ اسی جنم میں ہم لوگ نیک اعمال کر کے خدا کے مقرب ہو جاتے ہیں تو پھر وہی سوال کسر ستوالی کی طرح آجاتا ہے کہ الہام کی ضرورت ہی نہیں جبکہ بغیر الہام کے انسان مقرب ہو سکتا ہے لیکن یہ اعتراض آریہ لوگوں پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ آریہ لوگ مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں جو کہ بتلاتا ہے کہ وہ بندے جن کو خدا الہام کے لئے منتخب کرتا ہے وہ اپنے پچھلے جنموں کے افعال حسنہ کی بدولت دیگر بندوں سے برتر ہوتے ہیں۔ اس سے خدا کے عدل میں بھی فرق نہیں آتا۔ اور لوگوں پر ظلم نہیں ہوتا۔

آگے چل کر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الٰہی تھا یا صرف دنیادار شکم کمانے والا۔"

مولوی صاحب کی اس تحریر سے پایا جاتا ہے کہ وہ حضرت محمد یا کسی ملہم کو دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الٰہی مانتے ہیں حالانکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ الہام کے بغیر ہرگز کوئی رشی منی حضرت یا نبی دیندار بندہ اس جنم میں نہیں ہو سکتا اور اگر ہو سکتا ہے تو لیجئے کسر ستوالی ہونے لگی کہ الہام کی ضرورت ہی کیا؟ اور اگر ہم سے یہ سوال ہے کہ اگنی وایو وغیرہ رشی کیوں مقرب الٰہی ہوئے؟ کہ ان کو ہی الہام دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ انکے پچھلے جنم کے اعمال ہی ایسے تھے کہ جنکی وجہ سے وہ ان قابلیتوں کو رکھتے تھے جو کہ الہام کیلئے درکار ہیں اور اسی وجہ سے ابتداء آفرینش میں پیدا ہوئے پچھلے جنم کے پاکیزہ اعمال

نے ان کے لوح دل کو مثل شیشے کے صاف بنا دیا تھا؛

اور جب پہلے وہ پیدا ہوئے تو پیدا ہونے کیساتھ ہی ان کے صاف شیشہ دل میں خدائی علم یعنے الہام کا عکس ڈالا جس کو کہ انہوں نے اپنی اور تمام انسانوں کی رہبری کا چراغ ٹھیرایا

(یہی تو سوانحعمری ہے جو مولوی صاحب پوچھتے ہیں اور آپ تبلانے سے انکار کرتے ہیں (منیجر)

فقرہ چہارم۔ آپکے اس فقرہ کی طرز تحریر تبلا رہی ہے کہ جو لوگ گرجتے ہیں برستے نہیں کیا خوب ہوتا اگر آپ اس سے آدہی سطور میں ایک بھی دلیل اس امر کی دیتے کہ اقلیدس جبر و مقابلہ وغیرہ ریاضی کے علوم اور تار برقی ریلگاڑی وغیرہ فنون کا ذکر ہرگز الہامی کتاب میں نہیں ہونا چاہیئے یہی کہدیتے کہ اللہ اقلیدس جبر و مقابلہ تار برقی اور ریل گاڑی وغیرہ کے اصولوں سے بالکل ناواقف ہے اس لئے اللہ کی کتاب میں ان اصولوں کا ذکر یا اشارہ بھی ہرگز نہیں ہونا چاہیئے لیکن آپنے کیا خوب لے کہا کہ "وید کوئی لوہاروں کی کتاب ہے" اور اقلیدس جبر و مقابلہ اصول ٹرین اور تار برق وغیرہ اس سے درجہ سکوت میں ہیں وغیرہ وغیرہ۔

کل کو اگر آپکو پتہ لگا کہ ویدوں میں علم طبابت۔ علم نجوم۔ علم حیوانات۔ علم معدنیات علم نباتات۔ علم موسیقی۔ علم الٰہی وغیرہ وغیرہ کا ذکر ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ آپ ضرور گہبرا کر کہہ اٹھیں گے کہ کیا وید ڈاکٹروں۔ نجومیوں زوالوجی دانوں۔ کیمیاگروں بائیٹولوجی راگیوں اور عارفوں کی کتاب ہے۔ جناب من آپ گھبرائیے نہیں بیشک وید جملہ علوم اور فنون کے اصولوں کی کتاب ہے کیونکہ وید کا خدا جملہ علوم اور جملہ فنون کے اصولوں سے بخوبی واقف ہے کل کو کوئی صاحب کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ کیا خدا کوئی لوہار ہے جس نے کہ لوہا بنایا اور کیا وہ سنگتراش ہے کہ اُس نے پہاڑ یا پتھر بنائے؟ اور کیا وہ انجنیئر ہے کہ اُس نے نہریں یا دریا بنائے اور کیا وہ مزدور ہے یا پنکھا قلی ہے؟ کہ ہوا کو چلاتا ہے اور کیا وہ مطرب ہے؟ کہ اُس نے خوش الحان پرندے پیدا کئے اور کیا وہ کمہار ہے؟ کہ زمین بناتا ہے تو کیا ایسے صاحبوں کے مذاق یا گھبراہٹ سے ڈر کر سچے خدا کے ماننے والے کبھی انکار کر سکتے

لے مولانا صاحب نے نہیں کہا کہ کسی پنڈت کا قول ہے دیکھو ملے۳ (منیجر)

ہیں کہ خدا نے مٹی لوہا۔ تانبا۔ سیسہ رانگا پتھر نباتات کوئلہ کتے۔ گدہے سور انسان۔ پرندے۔ سانپ۔ سمندر دریا پہاڑ وغیرہ وغیرہ اشیار پیدا نہیں کیں میں پوچھتا ہوں کہ آپ الہام کس کو مانے ہوئے ہیں سچے علم کا دوسرا نام الہام ہے اور علم خدا کی صفت ہے مادی اشیار کا وصف علم نہیں۔ روح میں گو علم حاصل کرنے اور بعد ازاں حاصل کردہ علم کی اشاعت کرنے کی قابلیت ہے لیکن محدود العقل روح ہمہ دان عالم خدا کے علم سے جس کو کہ الہام کہتے ہیں۔ مدد لے کر تمام کام متعلقہ جسمانی اور روحانی ترقی کے کر سکتا ہے۔

اگر خدا نے لوہا بنایا ہے جیسا کہ آپ بھی شائد منظور کریں گے کہ بنایا ہے تو کیا اس لوہے کا علم دینا خدا کے لئے ضروری نہیں؟ کیا سورج کی روشنی سے آپ روٹی پانی کپڑا کرسی لوہا سونا وغیرہ وغیرہ مختلف اشیاء کو نہیں دیکھتے؟ اور کیا سورج کی روشنی جملہ اشیار کے دکھانے میں مدد نہیں دیتی؟ اس لئے علم کا سورج بھی واقعی جملہ اشیار کو دکھانے کے لئے روشنی کا معاون ہے اور اسی وجہ سے اس الہام کو جو کہ سورج کی طرح سب پر روشنی ڈال سکے اور ہر ایک چیز کی ماہیت اور اس کے اوصاف بتلا سکے ہم سچا الہام یا خدا کا علم کہتے ہیں؛

جہاں سورج ہر ایک چیز کو دکھا سکتا ہے وہاں مصنوعی چراغ جس میں سورج کی روشنی جزوی طور پر ہے وہ ہر ایک شے کو ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتا اس کا دائرہ محدود ہے ٹھیک اسی طرح سے بائیبل یا قرآن مثل چراغ کے ہیں ان میں جو جو سچائیاں یا سچی علمی باتیں ہیں وہ وہ سب وید کے سورج کی روشنی کا جزو ہیں اور باقی جو قصے کہانیاں درج ہیں وہ اُن کے مصنوعی پن کو ظاہر کرتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن یا بائیبل میں علم طبابت علم جراحی۔ علم موسیقی۔ علم عمارت علم نباتات۔ علم حیوانات علم معدنیات علم الہیات وغیرہ وغیرہ کا بیان نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ یا آپکی طرح دیگر عیسائی لوگ گھبرا اُٹھتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ لو جی وید نے تو سب شے کے علم دینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے حالانکہ ہماری مانی ہوئی کتابیں صرف دو چار

علوم کے علاوہ باقی سب مضامین پر چپ ہیں روح اور مادہ کی قدامت یا اوصاف وغیرہ پر ہرگز بائیبل یا قرآن کے چراغ روشنی نہیں ڈال سکتے اور سچ ہے ڈالیں بھی کیونکر؟ چراغ کا دائرہ ہمیشہ سورج کے مقابلہ پر محدود رہا کرتا ہے ہزار چراغ مل کر بھی ایک سورج کا کام نہیں دے سکتے اس لئے جملہ مذاہب کے چراغ مل کر بھی جملہ علوم کی ماہیت ہرگز ہرگز نہیں بتلا سکتے اور اسی وجہ سے وہ مصنوعی اور ناکافی ثابت ہوتے ہیں؛

شائد مولوی صاحب یہ خیال کر رہے ہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی جی نے موجودہ زمانہ کی ریل تار اور جبر و مقابلہ اقلیدس وغیرہ وغیرہ کا رواج دیکھ کر خواہ مخواہ ان اشیاء کو ویدوں کے گلے مڑھ دیا ہے لیکن مولوی صاحب اگر آپ نے کبھی بے تعصب دوست سے تاریخ سنی ہوتی تو آپ کو پتہ لگتا کہ موجودہ علوم و فنون انگریزوں نے اہل روما سے سیکھے اور انہوں نے یونان سے اور یونان نے مصر سے اور مصریوں نے آریوں سے۔" اور آریوں کے رشیوں نے وید سے سیکھے علمی اصولوں کو کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہوتا مثلاً دو اور دو چار آج سے دس ہزار برس ہوئے تو بھی دو اور دو کو عالم لوگ چار کہتے تھے اور آئندہ بھی کہیں گے؛

بنگالی مورخ آر سی دت جنہوں نے کہ زمانہ حال کے مغربی علماء کے نقش قدم پر اپنی انگریزی تاریخ ہند لکھی ہے وہ اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۴۴ پر لکھتا ہے کہ:۔

(۱) شبد ودّیا (علم زباندانی اور علم موسیقی)

(۲) شلپ ستھان ودیا (فنون کا علم)

(۳) چکتا ودیا (علم جراحی و طبابت)

(۴) ہیتو ودیا (فلاسفی)

(۵) ادھیاتم ودیا (علم الٰہیات)

ان پانچ اقسام کے علوم اسوقت بھی آریہ ورت میں بخوبی پھیلے ہوئے تھے جبکہ چین کے سیاح اس ملک کی سیر کو آیا کرتے تھے نمبر ۲ میں شلپ ودّیا درج ہے آپ براہ مہربانی اپنے اسی ہندو دوست سے پوچھ لیجئے کہ شلپ ودیا کے کیا

معنیٰ ہیں تاکہ آپ حسب عادت مجھ پر کھینچ تان کا الزام نہ لگائیں تاریخ مذکور کے اُسی صفحہ پر درج ہے کہ اس وقت ہندو لوگ چار ویدوں کو اپنا ہدایت نامہ مانتے تھے اور اپنی تیس برس کی عمر تک جاری رکھتے تھے۔ آج صغیر سنی کی شادی کے باعث ہندو لوگ نہ ہی ویدوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ہی اُن فنون کو سیکھتے ہیں جن کے اصُول ویدوں میں دیئے ہوئے ہیں اس لیئے وہ صغرسنی کی شادی کے مارے ہوئے ہندو پنڈت آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ اُٹھیں کہ وید لوہاروں کی کتاب ہے یا اُس میں لوہے کے استعمال کا یا اس سے کام لینے کا ذکر نہیں تو ان کی جہالت ہے۔ لیجئے! وید کا منتر بھی پیش کرتا ہوں:

अश्माच मे मृतिकाच मे गिरयाश्च मे पर्वताश्च
मेसिकताश्च मे वनस्पतयश्च मे हिरण्यञ्च मे
मे ऽयश्च मेश्यामं चे मे लोहं च मे सीसं च मेत्र
पुत्र मे ह्रेन कल्पन्ताम्॥

ترجمہ :- پتھر۔ مٹی۔ پہاڑی۔ پہاڑ۔ ریت۔ نباتات۔ سونا۔ لوہا۔ تانبہ کان۔ سیسہ اور رانگا ان سب پدارتھوں کو اے انسانوں تم استعمال میں لاؤ۔ ایسے ہی کئی اور منتر ہیں۔ یہی نہیں کہ یہ محض لکھی ہوئی ہدایت ہی رہی بلکہ پرانے آریہ واقعی وید کے مطابق چل کر جملہ علوم و فنون میں بخوبی ترقی کرتے تھے۔

مہابھارت کے بانچنے والے آپکے دوست ہندو پنڈت اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ آج سے پانچ ہزار برس گزرے جبکہ شیشے اور بلور کے ظروف اور بلوری مکان بنانے میں آریہ لوگ کمال کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کو یہ کتھا سنا سکتے ہیں کہ اندر پرستھ کے بلوری فرش نے دریودھن کی آنکھوں کو جو کہ کوروں کا سردار تھا چوندھیا دیا تھا۔

اگر آپ معماری کی بابت جاننا چاہتے ہیں تو اپنے اُسی دوست کو کہیئے کہ آپکو شکرنیتی یا رامائن مصنفہ والمیک پڑھ کر سنائے مہابھارت کے بان چرب میں

ستگھنی کا ذکر ہے جسکو کہ آج کل توپ کہتے ہیں باروت کا نام اربا اگنی ہی کیونکہ اربارشی نے وید کی مدد لیکر اس کو ایجاد کیا تھا کتاب ہری ورنش جس کو کہ آپ کی ہندو دوست شناید زیادہ پسند کرتے تھے اس میں بھی باروت (اربا اگنی) اور شتگھنی دونوں کا ذکر ہے۔ راجہ سگر کے پوتے راجہ بھاگیرتھ نے اپنے زمانہ کے انجینروں کی مدد سے ایک نہر پہاڑوں میں سے نکلوادی تھی جسکو کہ آجکل ہندو لوگ بباعث جہالت معبود سمجھتے ہیں۔ اور جسکا کہ مشہور نام گنگا یا گنگا بھاگیرتھی ہے مگر راجہ اشوک نے سیلون کے راجہ کی پاس ایلچی بھیجا تھا۔ جس نے کہ تمرالپتو کے بندرگاہ سے سوار ہوکر جہاز کا سفر کیا تھا۔ یہی نہیں کہ اُسوقت ایک ہی جہاز آریوں نے بنایا ہوگا بلکہ مُورّخ آرسی دت اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۸۱ پر لکھتا ہے کہ "دو سو سواریاں کے جہاز ہندوستان کے سمندروں میں آیا جایا کرتے تھی۔ براہمن لوگ اور ویش لوگ یعنی سوداگر اِن جہازوں میں سماٹرا جاوا اور چین کو جایا کرتے تھے سماٹرا اور جاوا میں ہندوؤں کا مذہب اور شائستگی پھیلی ہوئی تھی"۔

اگسٹس سی زر جو کہ اٹلی کا شہنشاہ تھا۔ اُس کے پاس پورس نے اپنی ایلچی بمعہ ہندوستانی تحایف کے بھیجے۔ اٹلی میں ہندوستان کے بُنے ہوئے کپڑے کی قدر ہوا کرتی تھی۔ مہابھارت اور رامایئن کا مطالعہ صاف طور پر بتاتا ہے کہ ریشمی اور نفیس کپڑوں کے استعمال کا عام رواج تھا۔ اٹلی کے شہنشاہ جسٹی نی ان نے ریشمی کپڑے کی سرنہد (سمیرن انڈیا) سے منگوالیے تاکہ یورپ میں داخل کیے جاویں ۔۔

لوہے کے استعمال کی کیفیت اسی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ کہ راجہ دھوانے دہلی میں ایک ایسے لوہے کی لاٹ بناکر بطور یادگار کے گھڑی تھی۔ جسکو آجتک دیکھکر بڑے بڑے لوہا ڈھالنے والے تعجب کرتے ہیں ۔۔

بقول ہملٹن صاحب کھانڈ کا رواج ہندوستان سے عرب میں اور عرب سے یورپ اور افریقہ میں پھیلا۔ وقت کا اندازہ لگانے کیلیے وہ کلپ جنتر استعمال کرتے تھے مسٹر کولبرک کا قول ہے۔ کہ علم جغرافیہ میں ہندو صاحب کمال تھے اور ٹالمی نجومی سے

بھی بڑھ کر ہندو زمین کی محوری گردش وغیرہ کو جانتے تھے اور یہی صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ بھٹ یورپ کے مشہور ریاضی دان اور نجومی کوپرنی کس سے پہلے گذرا ہے اور اُن کا یہ بھی قول ہے کہ :۔

"سوریہ سدھانت کتاب میں ترکون متی (علم مثلث) اور ریکھا گنت (اقلیدس) کی مدد سے کام لیا گیا ہے اور یونانیوں کو بھی اس ترکون متی کی خبر نہیں تھی اور سولھویں صدی میں یورپ کو ان علمی باتوں کا پتہ لگا محیط اور نصف قطر کی تناسب (علم مساحت ہندوؤں کو پہلے معلوم تھی۔"

سر ولیم جونز کہتے ہیں کہ :۔

ہندوؤں نے تین ایجادیں کی ہیں ان میں سے تمام بیشک قابل تعریف ہیں (۱) اعلیٰ ریاضی کے اصول (۲) کسر اعشاریہ کا قاعدہ (۳) شطرنج کی کھیل ہندوؤں کے سیاروں کے علم جاننے کے لئے جو اوزار مستعمل تھے اُنکے نام یہ ہیں (الف) چے پہاگس (ب) راجمنتر (س) سام رات جنتر۔

ولکنس صاحب تحریر کرتے ہیں کہ سدھانت شرومنی میں بھاسکراچاریہ نے کشش ثقل وغیرہ کا بالتشریح ذکر کیا ہے اور چاند گرہن اور سورج گرہن کا علمی ذکر سورج سدھانت میں ہے۔

یہی صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

جبر و مقابلہ جس کو کہ کننشک کا علم بھی کہتے ہیں ہندوؤں کو معلوم تھا جبکہ یورپ والوں کو اس کا پتہ سنہ ۱۶۲۴ء میں لگا۔"

ڈاکٹر سورندرو موہن ٹیگور نے ثابت کردیا ہے کہ علم موسیقی کے استاد ہندو ہی ہیں علم نقاشی اور سنگتراشی کے سبق تو یونانیوں نے ہند سے سیکھے تھے۔ محمود غزنوی ہندوؤں کی کاریگری سے ایسا متاثر ہوا کہ سومناتھ کے صندل کے دروازے جنپر کہ گلکاری کی ہوئی تھی اُکھڑوا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔

پروفیسر مونیز ولیمس کا قول ہے کہ ہندوؤں نے علم طبابت میں وہ کمال کیا تھا

جیسا کہ آج تک کسی نے کیا ہو اور اس کے ساتھ ہی علم جراحی میں بھی باکمال تھے"

مورخ انفسٹون اپنی تاریخ ہند کے باب سوم کی فصل چہارم میں لکھتا ہے کہ علم کیمیا (کیمسٹری) میں ہندوؤں[1] نے خوب کمال کیا تھا وہ جانتے تھے کہ کس طرح گندھک کا تیزاب شورہ کا تیزاب اور دیگر تیزاب بنائے جاتے ہیں۔ تانبہ۔ جست۔ ٹین سیسہ لوہا وغیرہ کے کشتہ بنانے اور آئرن سلفیٹ یعنے لوہے تانبے کے مختلف مرکب گندھک کیساتھ ملا کر بناتے تھے +

آر سی دت کی تاریخ کے صفحہ ۱۸۱ پر درج ہے کہ :۔

"عرب کے مصنفوں نے ہندوؤں کی کتابیں جو جبر و مقابلہ کی تھیں آٹھویں صدی میں ترجمہ کیں اور شہر باٹیسا کے سونا روڈ نے جبر و مقابلہ پہلے پہل یورپ کو سکھلایا۔ علم مثلث میں بھی ہندو ہی سب سے پرانے استاد دنیا میں ہیں انہوں نے ہی کسر اعشاریہ کا قاعدہ نکالا تھا۔ جس کو کہ عربوں نے ان سے سیکھ کر یوروپ کو سکھلایا۔

آگے چل کر یہی مورخ لکھتا ہے کہ :"طبابت کا علم یونان سے یورپ میں نہیں گیا بلکہ ہند سے گیا ہے"۔ یونانی نیارکس کا قول ہے کہ یونانیوں کو سانپ کے کاٹے کا علاج معلوم نہیں تھا۔ لیکن پرانے براہمن علاج کرتے تھے"۔

"ڈاکٹر وائز فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی بدولت ہی ہمیں پہلے طبابت کا علم ملا"۔

پھر دت کی تاریخ کے صفحہ ۲۸۵ پر لکھا ہے کہ "آٹھویں صدی میں ہارون الرشید کے عہد میں علم طبابت کی کتابوں کے ترجمے ہوئے"۔ ایک عربی مورخ سراپین نامی چرک رشی کو زیرک کے نام سے پکارتا ہے۔ ایک سو ستائیس اوزار جراحی کے متعلق ہندوں نے ایسے ایجاد کئے تھے کہ جو بال کے عموماً دو ٹکڑے کر سکتے ہیں سکندر نے ہند و حکیموں کو اپنے لئے ملازم رکھ کر لے گیا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے دو ہند و حکیم اپنے لئے ملازم کئے تھی اور آخیر میں جا کر دت لکھتا ہے کہ :۔

[1] مطلب کے لئے آریہ ہو کر ہندو کہلانا پسند کیا ہے۔ (مینجر)

"آج یورپ اگر موجودہ ہندوستان کو علمی مدد دے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ پرانے ہند نے یورپ کو پرانے زمانہ میں اپنا دھرم اپنے علوم اور شائستگی سکھلا کر مدد کی تھی۔"

فرانس کا مشہور مصنف جکالیٹ اپنی کتاب بائیبل ان انڈیا کے ۱۳، ۱۷ اور ۲۵ صفحہ پر پرانے وید کی ہدایات پر عمل کرنے والے آریوں (ہندوؤں) کی بابت یہ لکھتا ہے:۔

"اے بزرگ اور کامل مادر تو خوش ہو کہ جسکو صدیوں کے وحشیانہ حملوں نے نیست و نابود نہیں کیا۔ میں پرانے ہند کو اپنے علم کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ اُسنے اپنی توانین سے اپنے رسم و رواج۔ اپنا اخلاق اور دھرم مصر۔ ایران یونان اور اہل روم کو سکھایا۔ میں پاتا ہوں کہ رشی جیمنی اور رشی وید ویاس سقراط اور افلاطون سے پہلے ہو چکے ہیں پرانے ہند کی تہ کا پتہ لگانے کے لئے موجودہ تمام علم جو کہ یورپ میں حاصل کیا جاتا ہے کچھ کام نہیں دیتا۔ پرانے ہند کا مطالعہ ہمیں ایسا کرنا چاہیئے جیسا کہ ایک بچہ الف بے سیکھتا ہے۔"

راجہ بھوج کے وقت جیسا کہ بھوج پربندھ نامی کتاب سے ظاہر ہے اس قسم کی سواریاں موجود تھیں جو ایک گھنٹے میں ۲۷½ (ساڑھے ستائیس) کوس چلا کرتی تھیں اور اس سے بھی پیشتر راجہ رامچندر کے زمانہ میں بیلون (جن کو کہ سنسکرت میں ویمان کہتے تھے) ہوا میں اڑا کرتے تھے۔ مہابھارت میں ذکر آتا ہے کہ راجہ نل نے ایک ایسا ہی عجیب ویمان (بیلون یا غبارہ) بنایا تھا۔ کیونکہ وہ خود بڑا بھاری کاریگر تھا۔ کہ جو نہائیت ہی تیزی سے جس طرف کو چاہیں جا سکتا تھا۔ منوسمرتی میں بھی تین قسم کی سواریوں کا ذکر موجود ہے اول وہ جو کہ خشکی پر نہائیت تیزی سے دوڑیں دوسری وہ جو سمندر میں نہائیت تیزی سے چلیں تیسری وہ جو ہوا میں نہائیت تیزی سے اڑیں اس کے علاوہ عجیب قسم کے رتھ گاڑیاں لڑائیوں اور معمولی سفر کے لئے استعمال ہوتی تھیں جنکے آگے گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ پرانے مصر نے بھی انہیں رتھوں کی نقل پر اپنی رتھیں بنائی تھیں بجلی سے پرانے آریہ کیا کیا کام لیتے تھے اس کو بیان کرنے اور سمجھنے کیلئے وقت درکار ہوگا۔ طرح طرح کے تیر جنکو کہ وہ اگنی بان کہتے تھے، بجلی کی مدد سے طیار کرتے تھے۔ اگنی

یعنے بجلی کو ہی انہوں نے دوت (قاصد) بنا رکھا تھا۔ یہی نہیں کہ وہ موٹے طور پر بجلی کے علم سے واقف ہوں بلکہ پرشن اُپ نشد وغیرہ گرنتھوں کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ مثبت۔ اور منفی دو قسم کی بجلی یا کہربائی سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ مثبت کہربائی کا نام پران اور منفی کہربائی کا نام رئی دیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ روزمرہ آریہ لوگ سندھیا کرتے ہوئے پڑھتے ہیں کہ "شانی رغی واہ" اس میں ارغنی کا لفظ بجلی کے اوصاف تبلا رہا ہے میں کہاں تک عرض کرتا جاؤں؟ ویدوں میں بیسیوں منتر بجلی مقناطیسی طاقت وغیرہ کے متعلق ہیں پدارتھ وِدیا یعنے سائنس کوٹ کوٹ کر رگوید میں بھرا پڑا ہے۔ اور رگوید اسیواسطے اس کا نام ہے کہ یہ ایک ذرہ سے لیکر جو کہ زمین پر ہے آسمانی دور دراز کتروں تک کا علم تبلاتا ہے

آپ کے اور ہمارے بزرگوں نے جن کا نام آریہ تھا ویدوں کی مدد سے دنیوی اور دینی ترقی میں وہ کمال کیئے تھے کہ جن کی آج بے تعصب اشخاص کو خواہ وہ اس ملک کی باشندے بھی نہوں تو بھی صد وید اد دینی پڑتی ہے چنانچہ ایک امریکن کا قول ہے کہ:۔

"آریہ لوگ ہوا کے سمندر کو بیلونوں کی مدد سے عبور کیا کرتے تھے نہ صرف یہی بلکہ وہ ہوا میں لڑائیاں لڑا کرتے تھے بیلونوں میں اتنا کمال حاصل کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ جملہ علوم اور فنون میں جو اُس سے تعلق رکھتے پورے ماہر ہوں مہا بھارت کے موقع جس کا کہ ذکر مہابھارت میں ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خورد بین دور بین بڑی چھوٹی گھڑیاں کلا کے بنے ہوئے گانیوالے پرندے اور کلا کے بنے ہوئے بولیاں بولنے والے حیوان رکھتے تھے اشٹ وِدیا ایک سائنس تھا جسکا کہ علم ہمارے موجودہ زمانہ کے پروفیسروں کو بھی معلوم نہیں پرانے آریہ لوگ اس سائنس کی طفیل حملہ آور دشمنوں کو زہریلی ہوا کے چکر میں لپیٹ کر تباہ کر دیتے تھے"

"زمانہ حال کے مصر کے مؤرخ مصر کی حالت ایک نہایت اعلے شائستگی اور ترقی کی باتے ہیں ایسی اعلی ترقی کہ اس کو سوچتے ہوئے زنین صاحب متفق ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ عقل چکرا جاتی ہے"

"آٹھ ہزار برس گزرے کہ ہندوستان سے ایک گروہ آدمیوں کا بستی بسانے کی

غرض سے مصر میں گیا جو کہ اپنے ساتھ اپنے فنون اور اعلےٰ شائستگی کے سامان لیگیا اگر کوئی ایک طرف فیثا غورث۔ سقراط افلاطون ارسطو۔ ہومر۔ زہینو۔ ہیسوڈ سسرو وغیرہ کی تعلیم رکھے اور دوسری طرف وید ویاس۔ کپل گوتم۔ تینجلی۔ کناد۔ جیمنی نارد وغیرہ کی تصنیف رکھے تو وہ حیران ہوجاتا ہے کہ اُن کی کس طرح باہم مطابقت ہے"

مولوی صاحب آپ بے شک متحیر ہو رہے ہیں کہ ہیں؟ ان بت پرستوں میں وید کہاں سے نکل آئے؟ اور ان میں سے ایسی ایسی علمی باتیں کہاں سے آگئیں؟ آپ کی حیرانی بجا ہے واقعی پچیس سال ہوئے کہ ہم بت پرست ہندو کہلاتے تھے اور آج خدا پرست آریہ بن گئے۔ سچ پوچھو تو ہمارا وہ حال ہوا کہ جس طرح ایک کنگلے کا خزانہ ملنے سے ہوا تھا کہتے ہیں کہ ایک جوہری کروڑوں روپیوں کے جواہرات اپنے مکان کے تہ خانہ میں دفنا کر مر گیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ میرے بال بچے جب سیانے ہونگے تو زمین کھودنے پر اس دفینہ کو پا کر سکھ سے گذران کریں گے اتفاق سے ایسا ہوا کہ جن کے سامنے اُس نے جواہرات دفن کئے تھے۔ وہ بھی مر گئے۔ اور لڑکوں کو کوئی بتلانیوالا نہ رہا کہ دفینہ کدھر ہے لڑکوں نے بچپن سے یہ سن رکھا تھا کہ ہم مالدار جوہری کے بیٹے ہیں۔ لیکن حیران ہوتے تھے کہ ہمارے گھر میں ہیرا پنہ ایک بھی نہیں ہے ان لڑکوں کے لڑکوں نے بھی اتنا تو سن لیا کہ ہم جوہری کے پوتے ہیں۔ لیکن جواہرات کہیں نہ پائے اتفاق سے ایک دن ایک فقیر آیا۔ اور اُس نے لڑکوں کو کہا کہ بھائی تم جوہری کے پوتے مشہور ہو؟ لیکن کیا وجہ ہے کہ تمہارے گھر میں جواہرات دکھائی تک نہیں دیتے۔ ان لڑکوں نے کہا کہ ہم وجہ نہیں بتلا سکتے فقیر نے کہا کہ اس مکان کی دیواریں گرادو اور ساری زمین کھود ڈالو اگر تمہارے بزرگ جوہری تھے تو ضرور کہیں نہ کہیں سے ایک ہیرا پنہ نکل آئیگا۔ لڑکوں نے فقیر کی بات کو تو سنا لیکن مکان کی چاردیواری کو گرا کر اس میں اور زمین میں جواہرات کی تلاش کرنے سے جی چرانے لگے فقیر نے کہا کہ اگر چار دیواری گراتے نہیں تو زمین ہی کھودنی شروع کرو اس نصیحت پر عمل کیا اور دادے کا خزانہ حاصل کیا۔ گلی محلے کے لوگ جب ان لڑکوں کو سونے کے زیوروں

آراستہ دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ یہ پیتل کے ہیں اور ہیروں کو جھوٹے پتھر خیال کرتے ہر چند لڑکے کہتے کہ ہمیں دادے کا دفینہ مل گیا ہے اور ہم یکدم امیر ہو گئے ہیں لیکن عام لوگوں کو حیرانی تو ضرور آتی مگر اعتبار نہ آتا آخر کار ایک جوہری نے ان ہیروں کی آزمائش کی جو اُن لڑکوں کے پاس تھے تو وہ واقعی دنگ رہ گیا اور اُسے آزمائش کرنے کے بعد یقین آگیا ؛

پچیس برس ہوئے کہ ہم پرانوں کی قصہ کہانیاں میں یا اپنے والدین سے یہ سنتے تھے کہ ہمارے بزرگ رشی منی ہوئے ہیں لیکن جب گھر میں تلاش کرتے تھے تو پرانوں کی ڈھلوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سوامی دیانند نے اس زمین کو کھودا اور پرانوں کی مٹی پرے پھینک کر ویدوں کے دبے ہوئے علمی خزانہ کے درشن کرا دیئے اور آج ہم مہارشی کی اُپکار کی بدولت ویدوں کے جواہرات سے مالامال ہو رہے ہیں اور اب وہ بات ہمیں درست معلوم ہوتی ہے کہ ہم بڑے رشی منیوں کی اولاد ہیں۔ میں جب آریہ سماج کا ممبر نہیں تھا تو تب دل میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ سوامی دیانند نے صرف ہندؤں کو مسلمان اور عیسائی ہونے سے بچانے کے لئے یہ تجویز نکالی ہے لیکن جب سوامی جی کی تصنیفات کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ خیالات محض ناواقفی کا نتیجہ تھے۔ اب میں تعجب پاتا ہوں کہ سوامی دیانند نے کوئی بھی من گھڑت مسئلہ قائم نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ سدھانت (مسئلہ) کے طور پر لکھا ہے وہ واقعی برہما سے لیکر جیمنی مُنی تک کے کُل مانے ہوئے رشی منیوں کے مسائل ہیں اگر سوامی دیانند نے زمانہ کی ہوا کے ساتھ چلنا ہوتا یا موجودہ یوروپین مسائل یا تہذیب کو ویدوں کے گلے مڑھتے تو ہرگز موجودہ یورپ کے عالموں کے مسائل کے برخلاف ایک قدم نہ دہرتے لیکن اس رشی نے کوئی مغربی مسئلہ ویدوں کے گلے نہیں مڑھا اور نہ کوئی مغربی مسئلہ مستعار لیا ہوا لکھا ہے بھلا سوچو تو سہی کہ اسوقت یورپ کے اعلےٰ عالم خدا کی ہستی سے مُنکر ہیں اور صرف مادہ کو ہی ازلی ابدی مان رہے ہیں روح کی بابت ان کو کما حقہ علم نہیں لیکن سوامی دیانند نے ویدوں کی مدد سے واضح کر کے دکھا دیا اور بے تعصب

عالموں کو قائل کر دیا کہ ایک ہمہ دان محیط کل بے شکل ایشور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے ہی اپنی جیو روپی پرجا (رعیت) کا حاکم بن رہا ہے اور جہاں ایشور ازلی ہے وہاں اس کی رعیت یعنے روحیں اور اُس کے ساتھ مادہ بھی ازلی ہے۔

یورپ کے ناستک فلاسفر اواگون نہیں مانتے لیکن سوامی دیانند نے اواگون کی تعلیم دی ہے۔ موجودہ یورپ میں جسکی لاٹھی اسکی بھینس کا مسئلہ اخلاق کا اصول مانا جا رہا ہے لیکن سوامی دیانند نے دہرم آچرن یعنے انصاف کو ہی اعلےٰ اخلاقی اصول مانا ہے؛

یورپ کے لوگ جب خدا سے منکر ہیں تو اس کے علم کی ضرورت یعنے الہام کو کب مان سکتے ہیں؟ سوامی دیانند نے شبدارتھ مئی ویدوں کو برہان قاطع سے الہامی ثابت کیا ہے یورپ کے فلاسفر مانتے ہیں کہ انسان بتدریج بندروں سے موجودہ صورت میں آ گیا۔ لیکن سوامی دیانند نے یہ نہیں مانا؛

موجودہ یورپ کو ورن آشرم بیوستھا کا پتہ بھی نہیں لیکن سوامی جی نے اس کی مکمل اور پوری تشریح کر کے دکہائی ہے اس لئے اگر آپ یہ کہیں کہ سوامی دیانند نے موجودہ یورپ کی کسی بات کو دیکھ کر وہ باتیں ویدوں کی تفسیر میں لکھدی ہیں تو آپکا یہ خیال غلط ہوگا۔ کیونکہ آپکو پتہ لگیگا کہ سوامی دیانند نے کوئی طبعزاد خیال یا مروجہ خیال ویدوں کے گلے نہیں مڑھا۔ بلکہ جو ویدوں میں ہے اُسی کی تعلیم دی ہے اور اس تعلیم کی بزرگی اور سچائی سب پر دلیلوں اور پُرانے حوالوں سے ظاہر کی گئی ہے اور نسل انسان کو دعوت دی ہے کہ آؤ اس سونے کو آزماؤ۔ کھرا پاؤ تو لے لو ورنہ جانے دو۔

آپ کے فقرہ چہارم ص۳۳ کا دوسرا حصہ گلستاں کے متعلق ہے چونکہ گلستاں بوستاں کو آپ بھی خدا کا کلام نہیں مانتے اس لئے وہ کس قسم کی کتابیں ہیں انکے متعلق گفتگو کرنا مضمون سے دور جانا ہے؛

آپ ان عیسائی مورخوں و دیگر مصنفوں کی شہادتیں دیکھ لیجئے! واضح رہے کہ یہ لوگ مثل مسلمانوں کے وید کو کلام الٰہی ماننے والے نہیں ہیں اور کئی ان میں سے ویدوں

کو بدنام کرنے کے درپے بھی ہیں لیکن بایں ہمہ آخر کار صداقت کے آگے مجبوراً
سر جھکانا ہی پڑتا ہے گو ہمارے نزدیک بعض شہادتیں بہت وقعت نہیں رکھتیں تاہم
آپ کے لئے وزنی ہیں میں نے اوپر کافی شہادتیں لکھ دی ہیں صرف ایک دو
اور لکھ کر اس فقرہ کے متعلق تحریر کو بند کرتا ہوں کیونکہ طوالت کا خوف ہے۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب مختصر تاریخ ہند کے صفحہ ۴۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"وید کے رو سے آریوں کی شائستگی" آریوں کے وید میں لوہاروں تانبے کو
استعمال کرنے والوں کاریگروں سناروں کا برنن ہے علاوہ ازیں بڑھئی۔
حجام اور دیگر اہل حرفہ بھی مذکور ہیں۔ وے رتھوں پر سے جنگ کیا کرتے
تھے۔ اور گھوڑوں کا عام استعمال کیا کرتے تھے طبابت میں براہمنوں نے یونانیوں
سے کچھ سیکھا نہیں۔ بلکہ ان کو بہت کچھ سکھایا ہے عرب کی طبابت کی بنیاد وہ ترجمے
ہیں جو سنسکرت طبابت کے کئے گئے تھے یورپ کی طبابت سترہویں صدی پر عرب کی
طبابت پر دارومدار رکھتی تھی ہندوستانی حکیم چرک کے حوالے یورپ کی کتابوں میں
جا بجا ملتے ہیں۔ پرانے برہمن مردے چیرنے سے پرہیز نہیں کرتے تھے راگ کی جو سات
سُریں براہمنوں نے ایجاد کی تھیں وہ ایرانیوں نے اُن سے حاصل کیں اور ایرانیوں سے
عرب میں گزر کر یورپ میں داخل ہوئیں"۔

سیاح میگس تھنیز جو کہ شاہ سلوکس کا وزیر ہو کر سینڈرا کوٹس راجہ کی کچہری میں
بطور ایلچی کے بھیجا گیا تھا وہ اپنے سفرنامہ میں چشمدید واقعات لکھتا ہے (دیکھو
کتاب بنام اینشینٹ انڈیا یعنے قدیم ہندوستان مترجمہ جے ڈبلیو میک کرنڈل ایم
اے پرنسپل گورنمنٹ کالج پٹنہ صفحہ ۳۱)

"ہندوستانی لوگ ہنروں میں باکمال تھے ہند کی زمین میں سب قسم کی معدنیات
ملتی ہیں مثلاً سونا۔ تانبہ۔ چاندی لوہا اور نیز کستیرا یعنے ٹین اور دیگر دھاتیں
جن سے کہ وہ کام کی اشیاء اور اوزار بنایا کرتے تھے"۔

ہند کے لوگوں کو سات گروہوں میں یونانی سیاح تقسیم کرتا ہے اور اُن میں سے

چوتھے نمبر میں اہل جنوں کا ذکر کرتا ہے۔

رائے ٹھاکر دت جی نے آریہ پتر کا مورخہ ۶ نومبر ۱۸۹۷ء میں ایک مضمون ہمو کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا۔ اس مضمون میں اُنہوں نے بابو راجیندر کی کتاب ہندوستانی شائستگی کی تاریخ" کے حوالے دیئے ہیں اور ان حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ فرنگیوں کے نقش قدم پر چلنے والے مورخوں کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ ویدوں میں ریل گاڑی کی قسم کی سواریاں بنانے اور استعمال کرنے کا ذکر ہے (دیکھو ہندو شائستگی کی تاریخ صفحہ ۱۵۸)

"رگوید میں ذکر ہے کہ ہر ایک گاڑی میں تین بیٹھنے والی سیٹیں لگی ہوئی ہونی چاہئیں اور کافی جگہ کئی لوگوں کے بیٹھنے اور اُن کا اسباب رکھنے کے گئے ہونی چاہیئے"

فقرہ پنجم (صفحہ ۲۳ کتاب ہذا) آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پانچواں فقرہ کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے ہمارا (مسلمانوں کا) یہی مذہب ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ بعینہٖ خدا کی طرف سے ہیں۔"

اور پھر لکھتے ہیں کہ (ب) لیکن آپ کو مشکل ہوگی کہ پرلے کے وقت وید جو الفاظ اور معانی سے مرکب ہے فنا ہونا آپ کو ماننا پڑے گا۔ حالانکہ پنڈت دیانند جی بھومکا میں وید کا فناہ نہیں مانتے۔"

(س) خدا کو سنسکرت ہی میں بولنے والا اور دیگر زبانوں سے ناواقف بتلایا ہے کیا آپ کے اس دعوے کا کوئی ثبوت بھی ہے ؟ کہ خدا ویدک زبان سنسکرت کے سوا کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا۔"

آریہ مسافر میگزین۔ بابت ماہ اکتوبر کے صفحہ ۲۱ (اور کتاب ہذا کے صفحہ ۷) پر جو کچھ میں نے لکھا تھا۔ اس کا جواب جب تسلی بخش نہیں ملا تو میں نے اُسی بات کو میگزین بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۵ اور (کتاب ہٰذا کے صفحہ ۲۳) پر دُہرایا لیکن افسوس کہ آپ نے پھر بھی تسلی بخش جواب دینے کی کوشش نہیں کی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی تحریر مذکور بالا کا کیا صاف مطلب ہے آپ فرماتے ہیں کہ کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے کسی قدر" کی اگر تشریح

کر دیتے تو کچھ فیصلہ ہو جاتا۔ رسالہ نمبر ۲ میں میں نے عرض کی تھی کہ:۔

"ہم علم اور زبان اور اُن کے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں۔ وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے۔ وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں"۔

اور رسالہ نمبر ۱ میں عرض کر چکا ہوں کہ "قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں ہے۔ دیکھئے! عربی میں پہلا حرف ا (الف) ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے۔؟ یعنی کیوں اسکو ا۔ ل۔ ف (الف) بولا جاتا ہے؟ مگر سنسکرت میں अ (ا) ہی بولا جاتا ہے۔ نہ کہ الف۔ سنسکرت میں ब (ب) ہی بولا جاتا ہے۔ نہ کہ بے (ب ے) کہاں تک لکھوں؟ عربی سی ناقص اور غیر فصیح زبان ثابت نہیں کر ئی ہو پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہو وہ کس طرح سے مکمل یعنی خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے؟"

اب میں نئے سرے سے پھر آپکے نقرہ نمبر ۵ کے متعلق مفصل عرض کرتا ہوں یہ سوال بڑے زور شور سے یورپ میں عالموں کو ہلا رہا ہے کہ کیا انسان کی زبان اسکی اپنی ایجاد ہے یا یہ کہ خدا کا عطیہ ہے محقق لوگوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ زبان انسان ہرگز نہیں بنا سکتا۔ بلکہ بنی ہوئی زبان کو استعمال کر سکتا ہے اگر کوئی شخص لکڑی سے میز اور کرسی یہ دونوں چیزیں بناتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ لکڑی کو بھی بنا سکتا ہے پروفیسر میکس مولر نے اس بھاری سوال کے متعلق ایک دلچسپ بحث اپنی کتاب۔ "سائنس آف دی لنگویج" میں کی ہے اور بہت طویل بحث کے بعد لکھتا ہے کہ:۔

"یہ سچ ہے کہ آرین زبانوں کے مصدر شکل اور معنی میں سمیٹک عربی عبرانی آرامی آلدیک۔ تنبتو اور اوشنیا کی زبانوں سے ملتے ہیں"۔ اور پھر اس اہم سوال کا کہ انسان کی کیا ایک ہی زبان ہو سکتی ہے؟ اور تھی؟ یہ جواب دیتا ہے کہ:۔

بلاشبہ ایک زبان تھی

یورپ میں ایک زمانہ تھا جبکہ لوگ مانتے تھے کہ عبرانی سے کل زبانیں دنیا کی نکلی

ہیں۔ لیکن محقق اور مشہور فاضل لیب نیز نے لوگوں کے اس خیال کی تردید کی اور ہیرس صاحب نے دلائل قاطع سے اس بات کو ثابت کر دیا کہ عبرانی مکمل زبان نہیں ہیرس نے یہ بھی کہا کہ جیسے یونانیوں نے ہندوستانیوں سے فلاسفی وغیرہ سیکھی ہے ساتھ ہی زبان بھی مستعار لی ہو گی۔ ہیرس صاحب کے خیالات کو تکمیل دینے والا ایڈلنگ صاحب تھا۔"

اس کے بعد یورپ کی تاریخ میں ایک عجیب زمانہ آتا ہے اور اس کو زباندان سنسکرت کی دریافت کا زمانہ کہتے ہیں۔" سنسکرت جو کہ ہندوؤں کی قدیمی زبان ہے اس کا دریافت ہونا بجلی کی چمک کے مانند تھا۔" یورپ میں سنسکرت کے مطالعہ کا شوق بڑھنے لگا اور سر ولیم جونز جب ہندوستان میں آیا تو سنسکرت کی بغور مطالعہ پر کہنے لگا کہ یہ زبان نہایت عجیب وضعت کی ہے۔ یونانی سے بھی زیادہ مکمل۔ لاطینی سے بھی زیادہ وسیع اور دونوں سے بڑھ کر کمال نفیس اور دونوں سے بہت تعلق رکھتی ہے۔"

اس محقق کے ان الفاظ کو سنکر یورپ میں۔" لوگ بالکل دنگ رہ گئے پادریوں نے سر ہلائے عالم شکوک پیدا کرنے لگے اور فلاسفر گھبرا اٹھے اور دل میں ڈر کر کہنے لگے کہ دنیا کی تاریخ کے سلسلے کو یہ دریافت تہ وبالا کر دے گی۔" چنانچہ اس دریافت پر لارڈ مانٹ باڈو جو کہ مصری زبان کو سب کا مخرج تبلا رہا تھا۔ ایسا گھبرایا۔" گویا کہ سنسکرت کی دریافت کی بجلی اس پر ٹوٹ پڑی۔"

بے تعصب علماء اس بات کو اتفاق رائے سے مانتے ہیں کہ خدائی یا قدرتی زبان وہ ہو سکتی ہے جو کہ سراپا مکمل ہو کوئی زبان جو کہ ناقص ہے وہ ہرگز قدرتی یا مکمل یا خدائی زبان کہلانے کی مستحق نہیں اور ساتھ ہی جیسا کہ میں نے مغربی علماء کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے کہ قدرتی یا مکمل زبان ایک ہی ہو سکتی ہے دو نہیں اور یہی ایک زبان بلاشبہ نسل انسان کی اصلی زبان تھی سچائی ہمیشہ بے بدل اور ایک ہوا کرتی ہے ٹھیک اسیطرح خدائی زبان بے بدل اور ایک ہے اس کے برخلاف کوئی اور زبان ہو نہیں سکتی البتہ جو ناقص زبانیں دنیا میں موجود ہیں وہ تمام اسی

سے بگڑ بگڑ کر بنگئی ہیں سورج ایک ہے۔ لیکن چراغ جو کہ مصنوعی ہیں لاکھ ہو سکتے ہیں اور چراغوں میں جہاں دھوواں وغیرہ مصنوعی پن کی علامات ہیں وہاں روشنی اُسی سورج کی روشنی کا جزو ہے جو کہ بالکل مصنوعی نہیں اسی طرح عربی فارسی عبرانی ہندوستانی وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانیں ناقص اور مثل چراغوں کے ہیں ان کے تمام مصدر بقول میکس مُلر بالکل شکل اور معنوں میں آرین زبانوں سے ملتے ہیں لیکن وہ جزو جو کہ اُن کو ناقص اور مصنوعی بنا رہے ہیں وہ سنسکرت سے نہیں ملتے۔

میں کیوں اس تحریر کو طول دوں؟ ان زبانوں کے نام ہی اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ قدرتی زبانیں نہیں بلکہ لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں مثلاً عربی ملک عرب کے باشندوں کی زبان گو مولوی صاحب کہیں کہ قرآن کے الفاظ جو کہ دراصل عربی زبان کے الفاظ ہیں الہامی ہیں۔ لیکن کیا مولوی صاحب اس بات کو نہیں جانتے کہ حضرت صاحب کی پیدائش کے وقت یہ زبان (عربی) عرب میں برابر مستعمل تھی تو کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا؟ کہ عربی زبان ان لوگوں کی زبان تھی جو کہ عرب میں رہتے تھے اور بقول مسلمانوں کے خدا نے انسانوں کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا جو کہ عجیب لطیفہ ہے لیکن برخلاف دُنیا بھر کی زبانوں کے ویدک سنسکرت کس ملک کی زبان ہے؟ کیا ہندو لوگوں نے اس کو ایجاد کیا ہے؟ ہرگز نہیں یہ سب سے پرانی مکمل قدرتی زبان ہے جو کہ خدا نے نسل انسان کے بزرگوں کو الہام کے ساتھ ہی عطا کی۔ سنسکرت کے معنے ہی "مکمل" کے ہیں یہ کسی ملک کی زبان نہیں یہ قدرتی زبان ہے سورج کسی خاص ملک کا سورج نہیں کہلاتا۔

لیکن کوئی مجھ سے پوچھ سکتا ہے کہ اگر ابتدائے آفرینش پر خدا نے سنسکرت زبان کے ذریعہ الہام دیا تو عربی فارسی وغیرہ زبانیں کیسے بن گئیں؟ اس کا جواب سہل ہے یہ سچ ہے کہ انسان زبان کو بنا نہیں سکتا لیکن مکمل بنی ہوئی زبان کو بگاڑ تو

له مستعمل ہونے سے الفاظ کے الہامی ہونے کو نقصان نہیں پہونچتا آپ نے سمجھا نہیں مولوی صاحب کے جواب کو غور سے پڑھیں۔ (مینجر)

سکتا ہے اور بگاڑنے کے یہ معنے نہیں کہ اس کو تباہ کر سکتا ہے اب دیکھیئے کہ سنسکرت میں ماں کے لئے ماتری شبد ہے اس کو بگاڑ کر چند لوگوں نے مادر بنا لیا اور اس مصنوعی پن کا نام فارسی رکھدیا انگریزی میں بھی مدر ہے عربی چونکہ نہایت ہی ناقص زبان ہے اس کو عرب کے وام مارگیوں نے ماتری سے بگاڑا ۔ پہلے تری اڑا دیا پھر ما کو وام الٹ کر دیا ۔ اور اب اُم عربی میں ماں کے لئے استعمال ہوتا ہے مسلمانی مذہب جہاں وام مارگ کی ایک اصلاح شدہ شکل ہے وہاں عربی زبان وام بہاشہ (اُلٹی ہوئی زبان) کہلانے کی مستحق ہے +

جس طرح مکان بغیر بنیاد کے نہ نہیں سکتا ۔ اُسی طرح زبان کے بنیادی پتھر وہ حروف ہیں جن سے کہ وہ بنی ہوئی ہے اور اگر کسی زبان کے حروف تہجی نامکمل اور غلط یا ناقص طریق سے بنے ہوئے ہیں تو بلاشبہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ زبان ناقص اور نامکمل ہے انگریزی زبان کے حروف نامکمل ہیں لیکن شاباش ہے انگریزوں کو جو کہ اپنی کمزوری کو چھپانا نہیں چاہتے اگر انسان اپنی کمزوری کو خوبی مانتا ہے تو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا ۔ ان نقصوں کو محسوس کرتے ہوئے ایک محقق مزاج نے جن کا نام نامی پِٹ مین ہے فونوگریفی کی بنیاد ڈالی ہے اور جیسا کہ فونوگریفی کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ۹۰ فی صدی یورپ اور امریکہ میں اس نئے طریق کا استعمال ہو رہا ہے تو وہ دن دور نہیں جبکہ موجودہ انگریزی حروف میں کمی بیشی کرنی پڑے خود پٹ مین صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی زبان ناقص ہے کیونکہ اسمیں ش کے اظہار کرنے کے لئے کوئی حرف نہیں اور اسیطرح بہت سے اعتراض انہوں نے سوجھائے ہیں (مفصل دیکھنا ہو تو اُن کے مینوال آف فونو گریفی میں دیکھ لیجئو!

جو نقص کہ پٹ مین صاحب نے انگریزی حروف میں دکھلائے ہیں اُسی قسم کے بہت سے نقص عربی حروف میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً جبکہ ایک بچہ زبان سیکھنے لگا ہے ۔ تو اُسکو کہا جاتا ہے ۔ کہ الف (ا ۔ ل ف) پڑھو! اور جب وہ ل پڑھتا ہے تو اُس کو کہا جاتا ہے ۔ کہ لام پڑھو! اور جب وہ ف پڑھتا ہے تو وہ بیچارہ حیران ہوتا ہے

کہ ف میں ے کہاں سے آگئی؟ اور دیکھیئے! تماشہ کہ ت۔ ط یہ دو حرف ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں قرآن کی آیتیں جیسا کہ سب جانتے ہیں راگ میں نہیں گائی جاسکتیں اور راگ ہی ایک اعلیٰ معیار مکمل زبان کی پہچان کا ہے اگر پشتو ناقص زبان ہے تو پشتو راگ میں مینڈکوں کی آواز ہے لیکن فارسی بہ نسبت پشتو کے مکمل ہے اسی لئے فارسی میں پشتو سے بڑھ کر راگ ہے افریقہ کے وحشیوں کی اگر زبان نامکمل ہے تو اُن میں اعلیٰ راگ بھی موجود نہیں راگ زبان کا جوبن ہے جس طرح مکھن دودھ کا سار ہے جس طرح پھل درخت کا نتیجہ ہے ٹھیک اُسی طرح راگ زبان کا عطر اور زبان کی جان ہے۔ جس طرح بغیر سانس لئے انسان زندہ نہیں کہلا سکتا۔ ٹھیک اُسی طرح وہ زبان یا فقرے جو راگ کے طرز پر نہیں گائے جاسکتے وہ مردہ ہیں۔ قرآن کی آیتیں راگ میں نہیں گائے جاسکتیں۔ اور قرآن میں راگ کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں۔ پس قرآن کی زبان بیچ مچ ایک بیابانی زبان ہے۔ اسکو زرخیز اور فصیح کہنا سراسر غلطی ہے۔ فصاحت کا معراج راگ ہے۔ قرآن سے فصاحت ڈھونڈنا ایسا ہے جیسا کہ چڑیوں سے دودھ حاصل کرنیکی کوشش کرنا۔ جس پھول میں رنگ و بو نہیں وہ نہ خوبصورت ہے اور نہ ہی کشش کرسکتا ہے۔ خوبصورتی کو ڈاکٹر لوگ کمال کا نام دیتے ہیں جو چیز ہمکو قدرتاً کشش کرسکتی ہے۔ وہ اپنے اعلےٰ پن کا ثبوت دیتی ہے۔ کون ایسا ہے جو اس سے انکار کرسکتا ہے؟ اگر کوئی چیز مردہ دلوں کو اُبھار سکتی ہے مردہ دل کو پھول کی طرح شگفتہ کرسکتی اور غم آلودہ روح کو تسکین دے سکتی ہے تو وہ راگ ہے۔ موذی سے موذی جانور سانپ بھی راگ[1] سے متاثر ہو کر اپنی کایا پلٹ لیتا ہے۔ ہرن بھی راگ کے لئے کان کھڑے کرتے ہیں۔ جنگی بہادر عین لڑائی کے موقعہ پر راگ کے ذریعہ اس سے دلیر ہوتے ہوئے مردانہ وار قدم اٹھاتے ہیں۔ پتھر دل بھی راگ سے موم ہو جاتے ہیں۔ یوگ سے دوم درجہ پر راگ ہی ہے جو کہ دل کو خدا کی عبادت میں یکسو کر دیتا ہے۔ اور اسی راگ کو مکمل فصاحت کہتے ہیں۔ چاروں وید سُر سے راگ میں گائے جاسکتے ہیں۔ سام وید جو کہ

[1] لالہ صاحب! راگ سے نہیں بلکہ مینڈکی کی آواز سے (منیجر)

طریقہ عبادت کو خاص طور پر تبلاتا ہے وہ گویا راگ مجسم ہے لیکن قرآن کے اندر راگ ڈھونڈنا اور فصاحت کے لئے جستجو کرنا سراسر لاحاصل ہے پس قرآنی آیات ہرگز ہرگز مکمل خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتیں۔ بیابان کے لوگوں کی بیابانی خشک پھیکی غیر فصیح عربی زبان میں قرآن کے ہونیسے ہم اس کو کبھی الہامی بان والا نہیں کہہ سکتے جو چیز خدا کی بنی ہوئی ہوتی ہے وہ مکمل اور عیوب سے معرا ہوتی ہے لیکن انسان کی بنائی ہوئی چیز عیوب سے پرہوتی ہے اس لئے عربی ہرگز خدا کی عطیہ زبان نہیں بلکہ سنسکرت کی نہائت بگڑی ہوئی حالت ہے عربی کے بہت سے الفاظ یا تو بالکل سنسکرت سے بگڑے ہوئے ہیں یا فارسی۔ ہندی۔ عبرانی وغیرہ ان زبانوں سے بگڑ کر بنے ہیں جو کہ دراصل سنسکرت سے بگڑ کر بنائی گئی ہیں مثلاً دیکھئے ! سنسکرت میں پرمیشر کا نام اتما आत्मा ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش ص۱۷۱) اور اتما کے معنے یہ ہیں کہ جو تمام دنیا کو قابو رکھے اسی سے بگڑ کر اللہ بنا ہے ٭

سنسکرت	عربی	سنسکرت	عربی
اتما	اللہ	(عبرانی) ایلی ایلی	آلہی آلہی
یدھ	جہاد	لما سبکتنی	لما سبقتنی
آپت	آفت	(سنسکرت) جبھ	جنب
کوشش	کاسہ	بمعنے (پکڑنا)	(بغل میں لینا)
(ہندی) چندن	صندل	(انگریزی) کیمل	جمل
(〃) شو	سعا (بمعنے اچھا)	(سنسکرت)	بدا (ظاہر ہونا) بید کے
(〃) ورگ	ورق	وید	معنے عربی میں ظاہر ہوگئے
(〃) شیت	ستتا		ابتدا میں
(پنجابی) کیسا	کیفہ	(ہندی) مورت	صورت
(ہندی) من	منا	(پنجابی) دان	مدین

سنسکرت	عربی	سنسکرت	عربی
(ہندی) انت کال	انتقال	ردی	رب
(//) نیت	نیّت	(ہندی) ما	اُم (الٹ)
(//) جات	حیات	(//) باپ	اب
(//) ناک	ناقہ (اونٹنی)	(//) کپور	کافور
(//) بانی	بیان	(//) ترپھلا	طریفل
(پنجابی) اے جناں نے منّیا	ایہا الذین آمنو	(//) آشرا	عاصرہ
نہ جات	نجات	(//) سرو	صرو

جس طرح بعض سنسکرت کے الفاظ بگڑ گئے ہیں (مثلاً امبا لکا) مؤنث بنتے ہیں اسی طرح عربی الفاظ کا حال ہے مثلاً ملکہ۔ زوجہ۔ وغیرہ۔

ہندی میں دیہ [illegible] [illegible] زنج

(پنجابی) رہن — رہن

(ہندی) کٹم — قبیلہ

(نوٹ نمبرا) قبطی (مصری لوگ) جن میں فرعون تھا وہ تناسخ مانتے تھے بہت سے عربی لفظ عبرانی سے بگڑے ہیں اور عبرانی سریانی سے بگڑی ہے اور سریانی (سریانی) کا معرب ہے۔ یورپین علمائے کی رائے ہے کہ عبرانی عربی سے بڑھ کر اعلیٰ ہے سورگباشی پنڈت گرودت جی کہا کرتے تھے کہ لفظ عربی سنسکرت کے آریہ وان (آریوں) کا راستہ سے بنا ہے +

(نوٹ نمبر۲) بائدہ جمع بیدی کی (ماننے والا وید کا) عرب کی پرانی تاریخ سے پتہ ملتا ہے کہ عرب کے قدیم باشندے بائدہ کہلاتے تھے اور اُن کے دو خاندان تھے ایک طسم (سام) اور جدیس (جادو دنش) اور اُنکے کہا جاتا ہے کہ اخبار نہیں ملتے +

سلہ کیا خوب تمکیں ملائی ہیں (رنبجر) +

مجھے ایک دوست نے اطلاع دی۔ کہ فلاں مولوی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اُسنے ثابت کیا ہے کہ ہندی اور سنسکرت الفاظ عربی سے ملتے ہیں۔ اور نتیجہ نکالا۔ کہ سنسکرت یا ہندی عربی سے نکلی ہے۔ میں نے اُسکو کہا کہ اگر وہ واقعی اس بات کو ثابت کرسکتا ہے۔ کہ سنسکرت یا ہندی الفاظ عربی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ تو پھر صرف ایک غلطی کو جو اسنے کی ہے۔ میں درست کردونگا۔ اُس نے کہا۔ کہ اُس نے کیا غلطی کی؟ میں نے کہا کہ نتیجہ غلط نکالا۔ وہ بولا کیسے؟ میں نے کہا کہ سنو بھائی۔ دو شخص ایک دوسرے کے جیسی شکل رکھتے ہوں اور ایک کی عمر پچاس سال کی ہو اور دوسرے کی پچپیں کی۔ تو اُن میں سے آپ کس کو باپ اور کس کو بیٹا کہینگے؟ اُسنے کہا کہ جو عمر میں بڑا ہے۔ میں نے کہا بس یہی دلیل یہاں لگا لو! اگر عربی اور سنسکرت الفاظ مشابہ ثابت ہو جائیں۔ تو پھر صاف نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ عربی جو کہ سنسکرت سے پیچھے بنی وہ سنسکرت کی پوتی ہے[1] اور اسی بات کو فلالوجی دان (زبان کا علم جاننے والے) اور ہم آریہ لوگ آگے ہی مانتے ہیں پس ہمارے لئے یہ خوشخبری ہے ✤

ہمہ دان خدا کا کام غلطی سے مبرا ہے۔ خدا نے اگر دنیا کی پیدایش کیوقت سورج کو بنایا تو اسکو اُس کے بدلنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا نے اگر یہ قاعدہ رکھا ہے کہ درخت نیچے سے اوپر کی طرف اُگیں اور انسان کی دو ٹانگیں ہوں۔ اور گدھے کے سینگ نہ ہوں۔ تو کبھی خدا اس قاعدہ کو نہیں بدلیگا۔ جیسا کہ آجتک اُس نے نہیں بدلا۔ ہاں اگر خدا ہمہ دان نہیں اور بھول چوک کرنے والا ہے تو اسکو جس وقت اپنی غلطی سوجھیگی۔ اس کی درستی کرلیگا۔ اگر خدا نے شروع میں ویدبانی (سنسکرت) میں الہام نازل کیا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کی عادت بدل گئی؟ یا اُس کی فطرت الٹ گئی؟ یا اس کو اپنی غلطی سوجھی؟ کہ اُس نے مکمل زبان کو چھوڑ کر ایک ناقص غیر فصیح یابانی عربی زبان کی مدد لی۔ اور الہام نازل کیا۔ اور حیرانی یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زور آور بادشاہ یا انسان کی کوئی چیز تباہ نہیں کرسکتا۔ کیا خدا کمزور

[1] ماسٹر صاحب! آپ شاید عربی کو قرآن کے شریف سے کہتے ہیں؟ اُس سے پہلے نہیں کہیں نہ ہو تحقیق اسی کا نام ہے (مُبصّر)

ہے کہ وہ اُس زبان کو جس میں کہ اُس نے پہلے الہام دیا تھا دشمنوں سے بچا نہیں سکا کیا وہ زبان کسی نے تباہ کر دی تھی؟ یا کوئی تباہ کر سکتا تھا؟ ہمارا خدا تو ایسا کمزور نہیں ہے کہ اُسکی کسی چیز کو کوئی تباہ کر سکے اور نہ ہی ہمارے خدا کے الہام کو کوئی تباہ کر سکتا ہے۔ جس طرح کہ سُنار پہلے بنا کر بار بار نہیں بناتا۔ اسی طرح ہمارا خدا بار بار الہام نہیں بھیجتا۔ اور تماشہ یہ ہے کہ مسلمان لوگ محمد صاحب پر الہام نازل ہونے کی ضرورت کے تو قایل ہیں۔ لیکن کیوں نہیں مانتے کہ آئیندہ بھی جب قرآن کا الہام (اُن وجوہات کے باعث جن سے کہ پہلا الہام تباہ ہو گیا تھا) تباہ ہو جاویگا تو پھر نیا پیغمبر اور نیا الہام ہوگا۔ کیا وہ نہیں سوچتے۔ کہ اگر خدا کے پہلے الہام نہ رہے تو یہ کیونکر رہیگا دانا آدمی وہ ہوتا ہے جو گذشتہ تجربہ سے سبق سیکھے۔ مسلمان صاحبان کو گذشتہ تجربہ تو یہ بتلا رہا ہے۔ کہ کمزور خدا اپنے پہلے دیئے ہوئے الہام اور زبان کی حفاظت نہیں کر سکا اور اس لیئے محمد صاحب پر نیا الہام اُتارا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے بھائی پھر بیخبر کیوں سو رہے ہیں؟ جس الہام اور زبان کو وہ لئے بیٹھے ہیں۔ وہ تو کبھی نہ کبھی خود بخود ہی مٹیگی۔

کئی لوگ یہ بھی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انسان میں نئی زبان بنانے کی طاقت ہی کیوں نہ مان لیجاوے؟ جس طرح کہ انسان گھوڑے طیعرہ بنا سکتا ہے اُسی طرح یہ زبان بھی بنا سکتا ہے۔

امریکہ کے عالم اینڈرو جیکسن ڈیوس نے اس خیال کی نہایت زبردست تردید کتاب ہارمونیہ جلد ۴ میں کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی انسان کوئی کہانی یا گپوڑہ بالکل اپنے من سے نیا نہیں بنا سکتا۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی گپی نے دیوت کی شکل ایسی بنائی ہے یعنی ایک ایسا انسان جسکے سر پر سینگ ہیں۔ اور اُسکے کان ہاتھی کے کان کی مانند اور دانت ہاتھی کے دانت کی طرح باہر نکلے ہوئے اس وہمی شکل کے بنا نیوالے نے اگرچہ من مانا گپوڑہ ہانکا ہے۔ لیکن دراصل غور سے سوچیں تو ان میں سے کوئی چیز بھی نئی (ایجاد کردہ) نہیں۔ کیا دنیا میں حیوانوں کے سینگ نہیں ہوتے؟ کیا ہاتھی کے دانت باہر نکلے ہوئے نہیں ہوتے؟ اگر اُس نے کچھ کیا ہے تو وہ یہ

سینگ کا غلط استعمال کیا ہے۔ یعنی اگر وہ بیل کی تصویر بناتا تو اُس کو سینگ وہاں اُس کے سر پر لگانے چاہئے تھے۔ لیکن اُس نے بباعث جہالت ان سینگوں کو انسان کے سر پر لگانا چاہا ہے۔ اور یہی اُس کی غلطی۔ جہالت۔ کمزوری اور وہم پن کا ثبوت ہے پس جب ہم کہتے ہیں کہ اُس شخص نے یہ من گھڑت مسئلہ نکالا ہے۔ یا غلطی کی ہے تو ہمیشہ ہماری مراد یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اُس نے اودیا کے کارن متھیا ویوہار یعنی غلط استعمال کیا ہے۔ اور غلط سمجھا ہے یعنی متھیا گیانی ہے۔ سنسکرت میں لفظ اودیا کے معنے ودیا کے خلاف کے ہی ہیں۔ اس لئے ہمیں جہالت (اودیا) کو راستی یا علم کے خلاف معنوں میں لینا چاہیئے۔ نہ کہ یہ انسان کوئی نئی ایجاد کرسکتا ہے۔ فسانوں کے بنانیوالوں نے شرارتاً سیدھے معنوں کو اُلٹایا۔ اور بعد ازاں ابتک لوگ اُلٹے ارتھوں کو مانتے ہوئے ہیں لیکن اس سے جہاں فسانوں کے بنانے والوں کی ناقص عقل کا ثبوت ملتا ہے۔ ہاں اس سے یہ مراد نہیں لینی چاہیئے۔ کہ اُن میں نئی چیز یا نیا مسئلہ بنانے کی طاقت تھی اس تمثیل سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوسکتی ہے کہ کوئی بھی انسان زبان بنانے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ البتہ جو زبان کہ قدرت نے دے رکھی ہے اُسکو اُلٹ پلٹ کم و بیش کرکے ایک ناقص صورت میں بنالیتا ہے۔ اور اُسکو غلطی سے سمجھتا ہے کہ میری ایجاد ہے۔ دراصل وہ اُسکی غلطی اور اودیا کا اظہار ہے نہ کہ اُسکی ایجاد ہے؀

امریکن ڈاکٹر نکلسن ایم۔ ڈی کا قول ہے کہ ڈاکٹری کا اعلیٰ اصول جو میں نے عمر بھر میں سیکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قانون قدرت کی پیروی کرو Follow nature جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ قدرت مکمل ہے۔ اسپر انسان کوئی ترقی نہیں کرسکتا۔ انسان کی ترقی کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے تئیں اُسکے مطابق چلائے نہ کہ جہالت میں پڑکر قدرتی اشیاء کا استعمال کرتا ہوا دُکھ اُٹھائے اور پھر اُس کو اپنی جہالت سے اپنی ایجاد کہتا جائے؀

رسالہ نمبر ۲ (صفحہ ۲۳ کتاب ہذا) میں بندہ لکھ چکا ہے کہ آریہ لوگ علم اور زبان اور اُنکے تعلق کو ویدیا الہام کہتے ہیں۔ میں جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا آپ بھی اس

اس بات کے قائل ہیں۔ کیونکہ جہانتک مجھے علم ہے۔ مسلمان صاحبان علم کو خدا کیطرف سے نہیں مانتے۔ بلکہ قرآن کو خدا کیطرف سے مانتے ہیں۔ قرآن اور علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن میں کوئی بھی علم یعنی سائینس ظاہر نہیں کیا گیا۔ بلکہ جناب شاید اس بات کے قائل ہونگے۔ کہ قرآن لوہاروں کی کتاب نہیں اور مختلف سائینس کا ذکر قرآن میں بالکل نہیں ہے۔ جبوقت آپ اس بات کو مان لینگے کہ قرآن کے معنی علم کے ہیں۔ تو تب میرا فرض ہوگا۔ کہ میں ثابت کرکے دکھاؤں کہ قرآن جامع العلوم نہیں ہے لیکن اسوقت میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا آپ میری الہام کی اس تعریف سے متفق ہیں یا نہیں؟ شاید آپنے جو لکھا ہے کہ "ہمیں بھی کسی قدر مسلم ہے"۔ اس کے یہی معنی تو نہیں؟ کہ آپ قرآن کو علم کے معنوں میں نہیں لیتے؟ یا اگر "کسی قدر" کا مطلب اور کچھ ہے تو واضح کر دیجئے! مشکور ہونگا۔ لیکن میں پھر یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم الہام کو علم اور وہ ذریعہ جس سے علم ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی زبان کے معنوں میں لیتے ہیں ہمارے نزدیک وید علم اور زبان کے باہمی تعلقات کا نام ہے ؛

جناب فقرہ نمبر ۸ (صفحہ ۳۳ کتاب ہذا) میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قرآن شریف کے بعینہ الفاظ خدا کیطرف سے ہیں"۔ میں کہتا ہوں کہ درست نہیں ہے۔ اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے تو کیا اسکے یہ معنے ہونگے کہ قلم اس آدمی کی ہوگئی۔ اگر کوئی شخص اپنی مطلب براری کے لئے میری کسی چیز کا استعمال کرتا ہے۔ تو کیا اس سے وہ اسکا مالک ہو سکتا ہے؟ یہ امر واقعہ ہے کہ محمدؐ صاحب کے والد کے وقت میں عربی برابر عرب میں بولی جاتی تھی۔ خدا نے اگر عربی زبان میں اپنے دوست محمدؐ صاحب کو کچھ کہا تو کیا عربی زبان کا اس سے مالک بن بیٹھا؟ اور خاص قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبوقت محمدؐ صاحب لوگوں سے کہتے تھے کہ مجھ پر آیات اترتی ہیں۔ اسوقت کئی لوگ ویسی ہی آیتیں بنا کر اُنکے پاس لیجاتے تھے۔ اگر عربی خاص خدا کی زبان ہوتی تو پھر محمدؐ صاحب کے مخالف بغیر سکھلائے اسپر قابض کیوں ہوگئے؟ چاہئے تو

لے دروغ گویم بر روئے تو (منیجر) ؛

یہ تھا کہ حضرت صاحب کے مخالفین کو عربی زبان میں آیت بنانا یا کلام کرنا بالکل نہ آتا۔ کیونکہ عربی زبان خدا نے حضرت کے سوا کسی کو نہیں بتلائی۔ اگر کہو کہ یہہ بات نہیں بلکہ ملک کی زبان مروجہ کا خدا نے بھی استعمال کیا تو پھر بلے تعصب اشخاص بلا شبہ مان سکتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ (عربی) خدا کی طرف سے نہیں ہیں اگر پنجابی میں خدا کسی سے کلام کرتا ہے تو پنجابی پنجاب کے رہنے والوں کی زبان رہیگی ؟ یا اس سے خدا کی زبان ہو جائیگی ؟ اگر دیسی انگریزی زبان میں کلام کرسکتے ہیں۔ تو کیا کوئی اہل عقل مان سکتا ہے ؟ کہ انگریزی ہندوستانی آدمی کی زبان ہوگئی۔ البتہ اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا بے انصاف ہے بیگانی شئے کو استعمال کرتا ہوا مشکور رہونے کی بجائے خود قابض ہو بیٹھا۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں درست نہیں ؛

(ب) اگر بالفرض مان لیا جائے کہ عربی خدا کی زبان ہے تو کیا خدا ازلی ابدی ہے یا نہیں ؟ اگر کہو کہ ہے تو پھر عربی زبان کبھی فنا نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن قیامت کے بعد پھر سرشٹی (پیدائش) کا ہونا مسلمان نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ عربی زبان قیامت تک رہیگی۔ بعد ازاں ایسی فناہ ہوگی کہ پھر کبھی نہیں اُٹھیگی ؛

اب مولوی صاحب پرلے کیوقت میں وید کا کیا حال ہوگا۔ اسکی بات ہمسے پوچھتے ہیں۔ واضح رہے کہ جس طرح آپکا خدا قیامت کے ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہمارا پرمیشور اور اُس کے اوصاف کبھی پرلے کے ہونے سے فناہ نہیں ہوجاتی۔ علم خدا کی صفت ہے۔ پس یہ علم یعنی وید خدا کے وجود میں برابر بنا رہتا ہے۔ فنا نہیں ہوتا۔ اگر ہمارے شہر میں بادل ہوجائیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بادلوں نے درحصل سورج کو ڈھانپ لیا ؟ سورج جوں کا توں بنا رہتا ہے۔ لیکن ہماری آنکھوں کو بادل ڈھانپ لیتے ہیں۔ رات کو سورج معدوم یا فناہ نہیں ہوجاتا۔ گو ہماری حالت بدلجاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح وید ہمیشہ خدا کے علم میں بنے رہتے ہیں۔ جبکہ ہم کے روپی رات کی حالتمیں سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن جب پرلے کے بعد سرشٹی (دپی

دن طلوع ہوتا ہے اور ہماری بیداری کی حالت ہوتی ہے۔ تو اسوقت ہم دیدروپی سورج کو پھر محسوس کرنے لگجاتے ہیں۔ سائنس دان دو الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی Patend اور Latent جنکے معنے مخفی اور ظاہر کے ہیں اگر موم بتی بجھ جاتی ہے تو اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ حرارت جو موم بتی کے اندر تھی وہ فناہ ہوگئی۔ بلکہ وہ حرارت شکل حرارت لطیف حالت میں موجود ہے گو ہماری حسیں اس لطیفہ شئے کو محسوس نہ کرسکیں۔ اگر کوئی اندھا کہے کہ سورج ہی فنا ہوگیا تو یہ غلط ہے۔ پس پرلے ہمارے لیئے ہے۔ نہ کہ خدا کے لیئے۔ جب خدا پرلے کے وقت میں فناہ نہیں ہوتا۔ تو پھر کیونکر اسکی صفت علم یعنی وید کا فناہ مانا جائے؟ اس لئے مہرشی سوامی جی کا بھومکا میں یہ ماننا کہ وید کا فنا نہیں ہوتا۔ عین عقل کے مطابق ہے۔ آپ شائد وید کا خدا اور سیاہی کو مار رہے ہیں؟

(۵) آگے آپ پوچھتے ہیں کہ کیا خدا سنسکرت میں ہی بول سکتا ہے اور دیگر زبانوں سے ناواقف ہے؟

اوّل تو آپکا یہ لکھنا ہی ٹھیک نہیں کہ خدا بول سکتا ہے۔ بولنا وغیرہ انسان پر عاید ہوسکتا ہے۔ نہ کہ خدا پر۔ آپ مانتے ہونگے کہ خدا انسان کی طرح بولتا ہے لیکن ہم لوگ خدا کو انسان نہیں مانتے۔ خدا پریرنا (تحریک) کیا کرتا ہے نہ کہ بولا کرتا ہے اور اس تحریک سے جو زبان انسانی حلق زبان وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہی زبان ہے جسکو کہ لعبی زبان یا سنسکرت بھاشہ کہتے ہیں۔ موٹے طور پر آپ کے ہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا اگر بولتا ہے۔ تو اسی زبان میں بولتا ہے جو کہ دنیا بھر کے انسانوں میں سب سے بڑھکر نیک چلن ہے تو کیا اگر آپ پر کوئی یہ کہنے لگجائے۔ کہ کیوں جی خدا کا وصل چوروں۔ بٹ ماروں۔ قصابوں اور شراب خوروں کو کیوں نہیں ہوتا؟ کیا خدا نے چور بدمعاش کو پیدا نہیں کیا؟ تو اسکا جواب دانشمند یہی دینگے۔ کہ خدا ناقص العقل اور کمزور روحوں سے جاننے کے ناقابل ہے۔ کیونکہ وہ خود کامل ہے اسلیئے کامل انسان ہی اسکو پاسکتا ہے۔ اب جو یہ کہا

جاتا ہے کہ "کیا خدا ویدک زبان سنسکرت کے سوائے کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا"
تو اسکا جواب یہ ہے کہ خدا اپنی مکمل زبان سنسکرت کو چھوڑ کر کیونکر عربی وغیرہ لوگوں
کی ناقص زبان مستعار مانگتا پھرے۔ کیا اگر اُسکو (بفرض محال) دوبارہ الہام دینے
کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو دوبارہ کیا وہ اپنی ہی ویدک زبان میں الہام میں الہام
نہیں دے سکتا تھا؟ کیا اس کی فطرت میں نقص آگیا؟ یا وہ اپنی پہلی حالت سے
گر گیا؟ کہ لوگوں کی بنائی ہوئی ناقص زبان کو اپنے الہام کا ذریعہ بنانے لگا۔ کیا وہ
اپنی قدرتی زبان کا سرمایہ کھو بیٹھا؟ یا کیا ہوا؟ آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں
کہ کیا خدا دیگر زبانوں سے ناواقف ہے"؟ میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے
خدا کو انسان سمجھ رکھا ہے؟ یا کیا؟ زبانوں سے واقف ہونا یا نہونا یہ باتیں تو انسان
پر عائد ہو سکتی ہیں نہ کہ خدا پر۔ کیا اگر کوئی کہے کہ خدا کی بیشمار بیویاں ہیں تو اسکو دانا
کیا کہینگے؟ وہ اپنی دلیل میں کہہ سکتے ہے۔ کیا خدا بے شمار بیویاں نہیں رکھتا؟ معلوم
ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ خدا جو کچھ انسان کی بابت جانتا ہے وہ اُنکی زبان
سیکھ کر جانتا ہے۔ اس سے تو انسان خدا کا اُستاد ٹھیرتا ہے۔ کل کو اگر کوئی نئی بگاڑکر
زبان نکالی جاوے تو شاید خدا کو سیکھنے کی ضرورت پڑے۔ کیا بے شمار حیوانات
چرند و پرند کے دل کی خدا نہیں جانتا ہوگا؟ وہ تو انسان کی طرح زبان نہیں رکھتے
اگر خدا زبان جاننے سے ہی کسی کے دل کی جان سکتا ہے۔ تو گونگے انسان کے دل کی
باتیں خدا نہیں جانتا ہوگا؟ مولوی صاحب! سوچئے تو سہی! کہ خدا کے لئے زبان
کی کیا ضرورت ہے؟ زبان تو انسان کے استعمال کے لئے اُس نے بخش رکھی ہے خدا
نے ہمارے لئے پھل پیدا کئے ہیں نہ کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے۔ خدا نے سورج چاند
ہمارے لئے بنائے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ بغیر سورج اور چاند کے دیکھ نہیں سکتا۔ زبان کی
ضرورت ہمیں ہے نہ کہ خدا کو۔ خدا اُس بچہ کے دل کی بھی جانتا ہے جو کہ ماں کے پیٹ سے
ابھی پیدا ہوا ہے۔ خدا کے جاننے یا واقف ہونے کے لئے زبان کی ضرورت نہیں وہ
بغیر کسی زبان کے تابع ہوئے کُل جانداروں کے دلوں کی باتیں جو کہ دوسر انسان

لے جو کوئی سمجھے بھی نہ ؟ (دیکھیے)

کبھی جان نہیں سکتا۔ جانتا ہے کیونکہ وہ انتریامی اور سرب ویاپک ہے ⁂

ہاں اگر مولوی صاحب پُرانیوں[۱] کی طرح یہ مان رہے ہیں۔ کہ چونکہ خدا قادر مطلق ہے۔ اسلئے جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ تو پھر بندہ کی عرض ہے۔ کہ کیا خدا مر سکتا ہے؟ اور چور ڈاکو بن سکتا ہے؟ یا دوسرا خدا کو بوجہ قادر مطلق ہونے کے پیدا کر سکتا ہے؟ اگر آپ قادر مطلق (سرب شکتیمان) کے یہ معنے لیتے ہیں۔ کہ خدا اپنے کاموں کے کرنے میں کسی کا محتاج نہیں تب تو درست ہے۔ ورنہ آپ اِن سوالوں کا جواب دیں۔ کہ کیا خدا چور ڈاکو وغیرہ یعنی جو چاہے سو بن سکتا ہے ⁂

درخت نیچے سے اوپر کی طرف اُگتے ہیں۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو کہ خدا نے باندھ رکھا ہے اس کے برخلاف خدا نہیں کرتا۔ اسی طرح الہام جس مکمل زبان میں انسانکو خدا سکھاتا ہے۔ اُسکو وہ کبھی بدل نہیں سکتا۔ اور اگر بدل سکتا ہے۔ تو خدا ایک تلون مزاج انسان کی مانند ہے ⁂

اِسی فقرہ میں جناب لکھتے ہیں کہ۔

"گلستاں بوستاں کو اخلاقی کتاب مان کر بھی اس عذر سے کہ وید کی زبان میں تصنیف نہیں ہیں الہامی نہ ماننا گویا خدا کو دیگر زبانوں سے ناواقف بتلانا ہے" ⁂

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۳ اور کتاب ہذا کے صفحہ ۲۰-۲۱) پر جواب دیچکا ہوں اُس کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔ میں نے لکھا تھا کہ "اگر گلستاں بوستاں میں بقول آپکے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اُس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جزو کہنے کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے تو میں کہنے کو طیار ہوں کہ اس نہر میں بھی گنگا کا سا پانی ہے۔ یا گنگا کا ہی پانی ہے۔ ٹھیک اسی طرح گلستان بوستاں اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہنے کو تیار ہوں۔ کہ یہ تعلیم وید کے سرچشمہ سے جو کہ جملہ سچائیوں کا منبع ہے نکلی ہے اور اس وجہ سے برابر وید کے ہے ہمارا تو سراسر دعوے ہی یہ ہے۔ کہ دنیا بھر کی کتابوں میں جو سچائی ہے وہ وید کی ہے" ⁂

[۱] عام ہندوؤں پر چوٹ ہے (منیجر) ⁂

اگر کوئی شخص دریا سے نکالکر برتن میں پانی ڈالتا ہے تو اِس حالت میں پانی وہی رہتا ہے۔ جبکہ برتن قدرتی نہیں رہا۔ اس لئے دریا کے پانی کو دریا کا پانی اور گلاس کے پانی کو گلاس کا پانی کہنا درست ہے۔ اسی طرح دنیا بھر کی کتابوں میں خواہ وہ کسی زبان میں کیوں نہ ہوں۔ جو جو سچائیاں ہیں۔ وہ وید کی سچائیوں کا جزو ہیں۔ لیکن وہ سچائیاں اگر قدرتی حالت میں دیکھنا چاہو تو انکو وید منتروں کی شکل میں دیکھ لیجئے۔ جس طرح کہ اگر کوئی گلاس کے پانی کو دیکھ کر پانی کو قدرتی حالت میں دیکھنا چاہے تو اُس کو دریا وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے۔ اگر میری میز پر ایک گلدستہ ہے۔ تو اُس کے پھولوں کو دیکھ کر آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ پھول رام باغ کے ہیں۔ لیکن اگر اِن پھولوں کو انکی اصلی حالت میں دیکھنا چاہو تو پھر رام باغ میں پودوں کے ساتھ لگے ہوئے دیکھنے چاہئیں۔ کیا جوہری کی دوکان پر موتی دیکھ کر ہم نہیں کہا کرتے کہ یہ در اصل سمندر سے آئے ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر کی کتابوں میں سچائیاں دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ سچائیاں وید سے نکلی ہیں یا وید کی ہیں ؛

البتہ جسکو نقل کہا جاتا ہے۔ اُسکا پہلے ہونا ضروری ہے۔ اگر گلدستہ کے پھولوں کو ہم باغ کے پھول کہتے ہیں۔ تو باغ کا وجود گلدستہ بننے سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ پس قرآن۔ بائیبل وغیرہ کتابوں کے وجود سے پیشتر ویدوں کا ہونا لازمی ٹھہرتا ہے اور اس بات کو ہم تو کیا۔ دنیا کے محقق ماننے کو تیار ہیں۔ کہ انسان کے کتب خانہ میں ویدوں سے پرانی اور پہلی کوئی کتاب نہیں ؛

خدا نے اگر عربی میں الہام کیا تو اُسپر بڑا دھبہ لگیگا۔ کیونکہ عرب کے باشندے اُس الہام کو فوراً سمجھ لینگے۔ جبکہ دیگر ملکوں کے باشندوں کو عربی سیکھنا مشکل ہے چین کی پچاس کروڑ آبادی اور ہند کی پچیس کروڑ آبادی کا کیا خدا کو کچھ خیال نہیں ؟ یورپ اور امریکہ کی آبادی عرب کی آبادی سے کہیں بڑھکر ہے۔ کل دنیا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا نے مٹھی بھر عربیوں کے لئے عربی میں الہام کیوں اُتارا؟ عربوں کی طرفداری اُسکو کیوں منظور ہے ؟ اگر ہر ایک ملک کی زبان میں ہر ایک کی سہولت

کیلئے الہام دیتا ہے۔ تو کم از کم آجکل اُس نے انگریزی زبان میں کیوں کوئی الہام نہیں اُتارا؟ رُوسی چینی۔ پشتو۔ گجراتی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ تُرکی۔ جرمن۔ فرانسیسی لاطینی وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانوں میں اُسکا الہام اُترنا چاہیئے۔ عرب کے جنگلی لوگوں سے خدا کو خاص محبت کیوں ہے؟ اگر آپ کی بات درست ہے۔ کہ خدا سب زبانوں سے واقف ہے تو اسکا جواب دیجئے؟ کہ خدا پھر ان زبانوں میں الہام کیوں نہیں اُتارتا؟ یا ان زبانوں میں اُس نے پہلے الہام کیوں نہ اُتارا؟؟

ہمارے دعویٰ کی طرف خیال کیجئے! ہم لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے ابتداء پیدائش پر اُسوقت وید کا پرکاش کیا جبکہ دنیا بھر میں کوئی زبان تھی ہی نہیں۔ اور جو زبان کہ خدا نے پہلے سکھائی وہی سب کی مادر مہربان ہے۔ اور وہ سنسکرت یعنی وید ک زبان آجکل بھی سب کو مساوی محنت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی خاص ملک کی زبان نہیں۔ ہندو پنڈت وید منتروں کے سمجھنے میں اتنی دقت یا سہولت پاتے ہیں۔ جتنی کہ جرمنی کا طالب علم وید منتروں کے سمجھنے کے لئے پاتا ہے۔ اگر وید سنسکرت ہند کی زبان ہوتی تو جملہ ہندو دھرم سبھاؤں کے پنڈت وید منتروں کے معانی بیان کرنے کی قابلیت رکھتے۔ لیکن یہ لوگ سنسکرت یعنی مروجہ سنسکرت سے بالکل نرالی ہے جسکے معنے یہ ہیں۔ کہ ویدک زبان کسی ملک کی زبان نہیں اور اس زبان سے وید دینے سے خدا پر کوئی بے انصافی کا الزام عاید نہیں ہو سکتا۔ جبکہ قرآن کا خدا عربیوں کا طرفدار ٹھہرتا ہے۔ وہاں قدرت کا خدا کسی کا طرفدار ثابت نہیں ہوتا؟

فقرہ ششم (صفحہ ۳۳ کتاب ہذا) اس فقرہ میں جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ پرکاش کے معنے الہام کے نہیں ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ "اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا۔" اور آگے چلکر ارشاد فرماتے ہیں کہ "پرکاش کے معنے ظاہر کرنا ہے"۔ کیا آج جو بارش ہوئی ہے پہلے بصورت موجود معدوم نہ تھی؟ پھر اُسکو خدا نے پرکاش نہیں کیا؟ اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہے اُس نے وید کی نسبت پرکاش کا حکم لگا دیا ہے۔ تو کیوں آپ دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا

کر رہے ہیں۔ ذرا قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھئے! تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعویٰ الہام کس کو کہتے ہیں۔ اگر تم کو ہماری اتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ قرآن کو عربی کر کے اُتارا ہے" وغیرہ وغیرہ رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۱۹ اور کتاب ہذا کے صفحہ ۱۱ پر مولوی صاحب فرما چکے ہیں کہ الہام کے معنے دل میں ڈالنے کے ہیں۔ لیکن اسجگہ جناب کی تحریر یہ ظاہر کرتی ہے کہ الہام کے معنے اُتارنے کے ہیں۔ مولوی صاحب! اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا" کہ آپ "دل میں ڈالنے" کے معنے اُتارنے سے کریں۔ کیا خدا چھت پر بیٹھا ہوا اپنے جو کتاب کو اوپر سے نیچے اُتارتا ہے۔ کیا جو آج بارش ہوئی ہے۔ وہ خدا نے نہیں اُتاری؟ اسی طرح متکلم قرآن کے نزدیک چونکہ قرآن بھی مثل بارش وغیرہ اشیاء کے ہے اسلئے اُس نے قرآن کی نسبت اُتارنے کا حکم لگا دیا۔ تو کیوں آپ "دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں؟" ‌‌‌٭

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۰ اور کتاب ہذا کے صفحہ ۲۲ پر آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ [illegible] (جگیرشے) اور [illegible] (اجابت) یہ دو فعل منتر میں آئے ہیں۔ اور ان دونوں الفاظ کو سوامی جی نے ایک عام فہم سنسکرت لفظ پرکاش کا مترادف بتلایا ہے۔ پرکاش کے معنے ظاہر کرنا تو آپ نے خود تسلیم کر لئے ہے۔ اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ پرکاش بہ نسبت الہام کے بہتر لفظ "یعنی ظاہر کرنا" بہ نسبت "ڈالنے" یا "اُتارنے" کے زیادہ موزون ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم "ظاہر کرنے" کی خوبی کو سمجھ سکیں۔ ہمیں سب سے اوّل اس بات پر سوچنا چاہئیے۔ کہ ہمارا اصلی مدعا کیا ہے؟ دو شخص کہہ رہے ہیں۔ کہ ان دونوں کتابوں کی تعلیم منجانب انسان نہیں بلکہ منجانب خدا ہے۔ اور دونوں حوالجات دے رہے ہیں گویا اصلی مدعا ہر دو فریق کا یہ ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی متبرک کتاب کی تعلیم کا ظاہر کنندہ خدا کو ثابت کریں۔ اور جو خدا کو اسکا ایسا ہونا ثابت نہ کر سکے اُسکی کتاب گویا قدرتی نہیں بلکہ مصنوعی یعنی انسان کی بناوٹ سمجھی جاویگی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "کیا مجھ کو

اور آپ کو خدا نے ظاہر نہیں کیا؟ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے؟ میں کہونگا. بیشک مجھ کو. آپ کو. سورج اور چاند وغیرہ سب کو خدا نے ظاہر کیا ہے. اور میں. آپ. سورج وغیرہ قدرتی اشیاء سمجھے جاتے ہیں. میرا. آپکا اور سورج. چاند وغیرہ سب کا صانع یا ظاہر کنندہ خدا ہے. پس جب سورج. چاند وغیرہ اشیاء کیساتھ لفظ "ظاہر ہونا" مستعمل ہوتا ہے اور وہ مصنوعی نہیں سمجھے جاتے تو کیا اگر وید کے ساتھ لفظ "ظاہر ہونا" لگایا جاوے تو وہ مصنوعی ہو جائیں گے؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مانا جائیگا. کہ چونکہ:-

(بیان) سورج کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔

(نتیجہ) اس لئے سورج قدرتی ہے۔

(اب اگر کوئی کہے کہ) وید کو خدا نے ظاہر کیا ہے (تو کیا نتیجہ نہیں نکلیگا) کہ وہ بھی قدرتی ہے (اور یہی بحث کا مدعا تھا)۔

قطع نظر اس کے عام لوگ عموماً خدا کی صفات اور خدا کے فعلوں کا ذکر کرتے ہوئے لفظ "ظاہر کرنے" کا استعمال کرتے ہیں. مثلاً کہا جاتا ہے. کہ قدرت خدا کا ظہور ہے۔

خدا اپنا انصاف ظاہر کر رہا ہے جسطرح کہ انصاف خدا کی صفت ہے. اور اسکے لئے ظاہر کرنا مستعمل ہوتا ہے. تو اگر کوئی خدا کے علم (وید) کی بابت ظاہر کرنیکا لفظ استعمال کرے تو کیا اس سے وہ علم خدا کی صفت نہیں رہیگا؟ وید چونکہ خدا کا علم ہے. اسلئے بہترین لفظ ظاہر کرنا ہی ہے جو کہ وید کیساتھ لگایا جا سکتا ہے. اور مثال لیجئے. لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی دانائی اور بزرگی اس سے ظاہر ہوتی ہے. خدا کی جملہ صفات اور جملہ افعال کے متعلق ظاہر کرنیکا لفظ استعمال ہوتا ہے. پھر میں نہیں سمجھتا کہ کیوں خدا کے علم یعنی وید کیساتھ یہ لفظ استعمال نہ ہو۔

لیکن پرکاش (ظاہر کرنا) کے مقابلہ پر "ڈالنا" اور "اتارنا" کیسے بھدے الفاظ معلوم ہوتے ہیں؟ کجا آتما میں پرکاش کرنا اور کجا دل میں ڈالنا اور اتارنا خدا کی صفات اور خدا کے افعال کو ظاہر کرنے کے لئے ناکافی ہیں. مثلاً:-

۱ (الف) خدا کی صفات اور خدا کے فعل اُس سے ظاہر ہوتے ہیں ۔
(الف) " " " " ڈالے جاتے ہیں ۔
(الف) " " " " اُتارے جاتے ہیں ۔

ب (ب) خدا نے اُس کے دل میں اپنا انصاف ظاہر کیا ۔
(ب) " " " " ڈالا ۔
" " " " اُتارا ۔

ج (ج) خدا کا علم دل میں ظاہر ہوتا ہے ۔
(ج) " " " ڈالا جاتا ہے ۔
(ج) " " " اُتارا جاتا ہے ۔

د (د) یہ تمام عالم خدا سے ظاہر ہوتا ہے ۔
(د) " " " ڈالا گیا ہے ۔
(د) " " " اُتارا گیا ہے ۔

ح (ح) اس سے خدا کی قدرت ۔ دانائی ۔ کاریگری ۔ علم ۔ پاکیزگی ۔ محبت ۔ انتظام اور مہربانی ظاہر ہوئی ہے ۔
(ح) " " " " " " " " " ڈالی گئی ۔
(ح) " " " " " " " " " اُتاری گئی ۔

ط (ط) وید یعنی علم خدا کا ظہور ہے ۔
(ط) " " " ڈالا گیا ہے ۔
(ط) " " " اُتارا گیا ہے ۔

ایک آدمی اشویاں (ریل گاڑی) میں سوار ہو کر لاہور جاوے ۔ اور دوسرا بیلگاڑی پر اگر اشویاں والا اپنے دوسرے بھائی کو کہے کہ میں اور تم دونوں بذریعہ سواری کے آئے تو کیا اس سے ریلگاڑی اور بیلگاڑی مساوی ہو گئی ؟ اگر دینے پر کاش سے اعلیٰ لفظ کو الہام سے ادا کر دیا تو کیا اس سے پرکاش کے معنوں میں فرق آگیا ؟ ہاں میں نے بیشک غلطی کی کہ ایسے فصیح لفظ کے لئے خطوط وحدانی میں ایک ناقص لفظ لکھدیا مولویصاحب کا قول ہو کہ " آپ نے لفظ

پرکاش نکالا جسکو اپنے دعوٰی کیلئے کافی نہ جانکر بریکٹ میں (الہام) کرکے لکھا ہے" پس
میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے مختصر طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ میرا دعوٰی کیلئے لفظ پرکاش
ناکافی نہ تھا۔ بلکہ آپکا لفظ الہام آپکے دعوے کیلئے ناکافی ہے اور لفظ الہام سے بھی
ناقص اور ناکافی لفظ اُتارنا ہے جو کہ آپ اپنے دعوٰی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں

آگے چلکر مولوی صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ "وید بھی مثل دیگر شئے کے ہے اسیلئے خدا نے
اسکے لئے بھی پرکاش کا حکم لگا دیا" میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے میں ابھی
اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ وید علم بھی خدا کی صفت ہے اور خدا کی جملہ صفات پرکاش سے
جب ظاہر ہو سکتی ہیں۔ تو کیوں وید کیلئے یہ لفظ استعمال نہ ہو؟ مولوی صاحب کی طرز پر
اگر کوئی یہ دلیل کرے کہ گھوڑا ہے۔ پانی ہے۔ آم ہے۔ سورج ہے۔ اور ساتھ ہی کہے کہ
خدا ہے۔ اور کہے کہ خدا بھی مثل دیگر اشیاء کے ہے۔ کیونکہ ہے کا لفظ سب اشیاء کیساتھ
مستعمل ہوتا ہے تو کیا مولوی صاحب ماننے کو طیار ہونگے؟ اور اگر نہیں تو پھر کیوں وید
پرہی اعتراض کرنے کیلئے "یہ کھینچ تان" اور "دھینگا دھینگی" کرتے ہیں؟

ہاں بیشک مولوی صاحب نے خود ہی ثابت کر دیا ہے۔ کہ قرآن مثل دیگر اشیاء
کے ہے کیونکہ وہ رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۲۷ (اور کتاب ہذا کے صفحہ ۳۴) پر لکھتے ہیں کہ :-

**اگر تمکو ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری
ہے۔ شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"**

مولوی صاحب کی اس عبارت نے ظاہر کر دیا کہ مسلمان لوگ قرآن کو مثل آریونکے
وید کیطرح خدا کیطرف سے نہیں مانتے۔ آریہ لوگ تو الفاظ اور اُنکے معانی یعنی علم کے
باہمی تعلق کو وید کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ وید ایک عرصہ کے بعد رشیوں نے لکھی اور
پہلے وید لکھے ہوئے کتابوں کی شکل میں نہ تھے۔ بلکہ اولین رشیوں کے حافظہ میں محفوظ تھے
اور علم و عقل کے ذریعہ سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے کہ محیط کل علم مجسم خدا علم کا
ظہور دلوں میں بذریعہ تحریک کر سکتا ہے۔ نہ کہ کتابیں لکھ کر یا جلد باندھ کر آسمان سے
پتھروں یا اولوں کیطرح پھینکتا ہے۔ مولوی صاحب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن

لکھی ہوئی کتاب کا نام ہے نہ کہ خدا کے علم کا۔ وید کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ وید علم (ایشور پر کاشت ہیں تو اس وقت ہماری کبھی یہ مراد نہیں ہوتی کہ وید کی کتاب خدا کی طرف سے ہے اور کبھی کہیں شاستروں یا ویدوں میں وید کو "وید پتک" یعنی وید کی کتاب کہہ کر نہیں پکارا بلکہ ایشور واکیہ (کلام الٰہی) وید بانی (کلام وید) (ایشوری گیان) وغیرہ ناموں سے پکارا ہے۔ وید کا ایک اور نام بھی ہے جسکو شروتی (شنیدہ علم) کہتے ہیں اور عام طور پر سب جانتے ہیں کہ کل دنیا کے محقق اور مورخ آریوں کی کتب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یعنی شروتی اور سمرتی۔ شروتی (شنیدہ علم) کے اندر صرف ویدوں کو ہی لیتے ہیں۔

پس مولوی صاحب! میرے خیال میں آپکا اور ہمارا فیصلہ ہوگیا۔ آپ دکن کو جا رہے ہیں۔ اور ہم اتر کو۔ آپ لکھی لکھائی کتاب کے اتارنے کا نام کلام اللہ ان رہے ہیں جو کہ لفظوں میں لوگوں کو مغالطہ دیتا ہے۔ دراصل آپ کا قرآن خود کہہ رہا ہے کہ میں کلام اللہ نہیں بلکہ تحریر اتاری ہوئی ہوں۔ آپ لفظ کتاب کے معنی بدل نہیں سکتے۔ کتاب کے معنے غیاث اللغات میں مفصل دیئے ہوئے ہیں (دیکھو غیاث اللغات صفحہ ۲۹۵) اور ان معنوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ لکھی ہوئی چیز کا نام ہی کتاب ہو سکتا ہے اور قرآن کے متعلق کتاب کا لفظ قرآن کے اندر اور بھی کئی مقامات پر مستعمل ہوا ہے۔ جس سے اسی خیال کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن لکھی ہوئی کتاب اتاری گئی تھی چنانچہ دیکھئے! میں چند اقتباس قرآن سے ہی پیش کرتا ہوں

از سورہ بقر

(۱) اس کتاب[1] میں کچھ شک نہیں اہل خوف کیلئے ہدایت ہے۔ (آیت اول)

(۲) جو کتاب ہمنے اپنے بندے پر اتاری ہے۔ اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ اور خدا کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو (آیت ۲۱)

(۳) جو کچھ میں نے (محمد پر) اتارا ہے اس کو مان لو وہ مصدق ہے تمہاری کتاب کا (آیت ۳۸)

(۴) تم نے تو کتاب پڑھی ہے کیا نہیں سمجھتے؟ (آیت ۴۱)

(۵) جب ہمنے کتاب اور فرقان موسیٰ کو دیا کہ شاید تم ہدایت پاؤ (آیت ۵۰)

---

[1] ذٰلِكَ الْكِتٰبُ وغیرہ یہ کتاب گویا قرآن میں کتاب کا لفظ عربی میں موجود ہے (ماسٹر)

(۶) بعض ان میں ان پڑھ آدمی ہیں۔ جو کتاب کو نہیں جانتے۔ خرابی ہے اُنکی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے اور پھر کہتے ہیں۔ کہ یہ خدا سے ہے (آیت ۷۳)۔

(۷) کتاب کی بعض مانتے اور بعض بات کا انکار کرتے ہو (آیت ۷۹)۔

(۸) ہمنے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسکے بعد پے در پے رسول بھیجے (آیت ۸۱)۔

(۹) جب اُنکے پاس خدا کیطرف سے کتاب آئی (قرآن) جو اُنکی کتاب کا مصدق ہی (آیت ۸۳)۔

(۱۰) اور جب اُنہیں کہا جائے کہ جو خدا نے (محمدؐ پر) پر اتارا ہے تم اُسے مانو۔ کہتے ہیں ہم اُسی کو مانتے ہیں جو ہم پر اُترتا ہے۔ اور اُن کی کتاب کا مصدق ہے (آیت ۸۵)۔

(۱۱) تو کہہ۔ جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہے اُس نے تیرے دل پر باذن خدا قرآن نازل کیا جو کتب سابقہ کا مصدق ہے (آیت ۹۱)۔

(۱۲) ہم نے تیری طرف کھلی آیتیں نازل کی ہیں (آیت ۹۳)۔

(۱۳) جب خدا کیطرف سے انکے پاس رسول آیا جو انکی کتاب کا مصدق ہی تب اہل کتاب میں سے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو پیچھے ڈالا دہ جانتے نہ تھے (آیت ۹۵)

(۱۴) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر ہیں نہیں چاہتے کہ تم (مسلمانوں) پر تمہارے خدا سے کوئی بھلی بات نازل ہو۔ لیکن خدا جسے چاہے رحمت سے مخصوص کرتا ہے (آیت ۹۹)۔

(۱۵) جو آیت (قرآن) ہم منسوخ کر دیتے یا (محمدؐ کو) بھلا دیتے ہیں۔ تو اُس سے بہتر یا اُسی کی مانند اور آیت پہونچا دیتے ہیں (آیت ۱۰۰)۔

(۱۶) اہل کتاب میں بہت لوگ ہیں (آیت ۱۰۳)۔

(۱۷) اور ان سب نے کتاب پڑھی ہے (آیت ۱۰۷)۔

(۱۸) بے علموں (اہل عرب) نے کہا اللہ ہم سے کیوں نہیں بولتا؟ یا ہمکو کوئی نشان دے۔ اِنکے اگلوں نے بھی انہیں کی سی بات کہی تھی۔ ہمنے اہل یقین کے لئے (قرآن کی) آیتیں بیان کر دی ہیں (آیت ۱۱۲)۔

(۱۹) جنکو ہمنے کتاب دی اور وہ اُسکو جیسے پڑھنا چاہیے پڑھتے ہیں ہی اُسکے مومن ہیں

اور جو اُس کے مُنکر ہیں وہی خسارہ میں ہیں (آئیت ۱۱۵)

(۲۰) مکّہ والوں سے ایک رسول اُٹھا جو تیری آئیتیں اُنپر پڑہے اور اُنہیں کتاب اور حکمت سکھلائے۔ (آئیت ۱۲۳)

(۲۱) نیکی یہ ہے کہ آدمی خدا پر اور آخری دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔ آئیت ۱۷۲)

از سورہ آل عمران

(۲۲) اُس نے تجھ پر سچی کتاب اُتاری ہے کہ اگلی کتابوں کی مُصدّق ہے اور اُس سے پہلے توریت انجیل کو اُتارا تھا۔ (آئیت ۳)

(۲۳) اُس نے تجھ پر کتاب اُتاری اُس میں بعض آئیتیں پکی ہیں (آئیت ۵)

(۲۴) کیا تو نے اُس کی طرف نہیں دیکھا، جن کو کتاب میں سے کچھ حصّہ ملا ہے وہ خدا کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ (آئیت ۲۳)

(۲۵) جب خدا نے سب نبیوں سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے (آئیت ۷۵)

از سورہ نساء

(۲۶) اے کتاب والو! جو کچھ ہم نے (محمد پر) تمہاری کتاب کا مُصدّق اُتارا ہے تم اُسپر ایمان لاؤ! (آئیت ۵۰)

(۲۷) ہم نے تیری طرف یہ کتاب بہ راستی اُتاری ہے (آئیت ۱۶۰)

(۲۸) اے محمد ہم نے تیری طرف ایسا الہام بھیجا ہے جیسا ہم نے نوح اور اس کے بعد نبیوں کی طرف بھیجا تھا۔ اور جیسا الہام ابراھیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور اس کے بارہ بیٹوں کو اور عیسیٰ و ایوب و یونس اور ھارون اور سلیمان کو دیا تھا اور داؤد کو ہم نے زبور دیا (آئیت ۱۶۱)

(۲۹) خدا نے موسیٰ سے باتیں کیں (آئیت ۱۶۲)
(۳۰) جو کچھ تجھ پر اُتارا ہے اُس کے بارہ میں خدا گواہی دیتا ہے کہ اُس نے وہ بعلم خود اُتارا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ گواہ کافی ہے (آئیت ۱۶۴)

از سورہ مائدہ

(۳۱) مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہیں حلال ہیں (آئیت ۷)
(۳۲) تیری طرف ہم نے اے محمد سچائی سے کتاب اُتاری ہے (آئیت ۵۲)
(۳۳) جب تم ان کی حقیقت ایسے وقت میں پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو ان کا بھید تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ (آئیت ۱۰۱)

از سورہ انعام

(۳۴) اگر ہم تجھ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اُسے ٹٹولیں تو بھی کافر کہیں گے کہ یہ صریح جادو ہے۔ (آئیت ۷)
(۳۵) اور وہ کہتے ہیں کہ (محمد پر) کوئی فرشتہ کیوں نہ اُترا؟ اگر ہم فرشتہ اُتاریں تو بات ہی فیصل ہو جاتی پھر ان کو مہلت ہی نہ ملے گی۔ (آئیت ۸)
(۳۶) اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بناتے تو اُسے آدمی بنا کے بھیجتے (آئیت ۹)

از سورہ اعراف

(۳۷) یہ کتاب تیری طرف اُتاری گئی ہے تاکہ تو اس کتاب سے لوگوں کو ڈرا دے (آئیت ۱)

از سورہ نحل

(۳۸) جب ہم ایک آئیت کی جگہ دوسری آئیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو

اُتارتا ہے (آیت ۱۰۳)

(۳۹) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ محمد کو ایک آدمی سکھلاتا ہے (یعنی جبر یا ابو فکیہ و یسار و عائش وغیرہ نصرانی صیقل گر مکہ میں تھے اور اکثر راتوں کو جمع ہو کے حضرت صاحب کو کتب سناتے تھے) جس کی طرف نسبت کرتے ہیں (کہ فلاں شخص سکھلاتا ہے) اُس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان ہے (آیت ۱۰۵)

از سورہ زخرف

(۴۰) ہم نے اُسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم (اہل عرب) سمجھو (آیت ۲)۔

(۴۱) اور وہ اصلی کتاب میں ہمارے پاس بلند و باحکمت ہے (آیت ۳)۔

از سورہ قلم

(۴۲) اور قلم کی قسم اور جو کچھ لکھتے ہیں اُس کی قسم (آیت ۱)۔

(۴۳) کہ تو اے محمد بفضل رب دیوانہ نہیں ہے (آیت ۲)۔

از سورہ جن

(۴۴) تو کہہ مجھے الہام ہوا ہے کہ چند نفر جن (قرآن) سُن گئے ہیں سو انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے عجیب قرآن سُنا (آیت ۱)

از سورہ مزمل

(۴۵) اے کمبل پوش (محمد!) (آیت ۱)

(۴۶) رات کو اُٹھ! مگر تھوڑا (آیت ۲)

(۴۷) آدھی رات یا تھوڑا اُس سے کم کر! (آیت ۳)

(۴۸) یا اُسپر زیادہ کر اور قرآن کو صاف پڑھ (آیت ۴)

(۴۹) دن میں تجھے لمبا شغل رہتا ہے (آیت ۷)

(۵۰) اپنے رب کا نام یاد کر اور اس کی طرف متوجہ ہو! (آیت ۸)

(۵۱) تیرا رب جانتا ہے کہ تو قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات اور تہائی رات اُٹھتا ہے اب قرآن میں سے جس قدر آسان ہو پڑھو! (آیت ۲۰)

از سورہ دہر

(۵۲) ہم نے تجھ پر آہستہ آہستہ قرآن اُتارا۔

از سورہ رعد

(۵۳) یہ کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اُترا ہے وہ حق ہے (آیت ۱)

(۵۴) اللہ جو چاہے اُس میں مٹا دے اور جو چاہے لکھدےسلہ (آیت ۳۹)

از سورہ حاقہ

(۵۵) جو کچھ تم دیکھتے ہو اُس کی قسم کھاتا ہوں (آیت ۳۷)

(۵۶) اور جو تم نہیں دیکھتے (اُسکی بھی قسم) (آیت ۳۹)

(۵۷) کہ یہ قرآن ایک بزرگ رسولسلہ کا قول ہے (آیت ۴۰)

سلہ اس بات کی تصدیق کے لئے کہ قرآن کا خدا لکھنا جانتا ہے سورۃ انعام کی آیت ۳۸ دیکھنی چاہئیے چنانچہ وہ یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں کہ ہم نے کتاب میں نہ لکھ رکھی ہو" (ماسٹی)

سلہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن دراصل رسول کا قول ہے اور خدا تو صرف منشی ہے (")

عسہ بیشک لکھنا جانتا ہے مگر جس طرح اور کام اس کے محض قدرت کے سہارے ہیں اسطرح یہ بھی ہے (مینجر)

عسہ بیشک رسول کا قول ہے مگر رسول من حیث الرسول جو کہتا ہے وہ مرسل کا ہوتا ہے (")

از سورہ دخان

(۵۸) واضح کتاب کی قسم (آیت ۱) ؎

(۵۹) ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اُتارا تھا۔ (وہ شب برات تھی) ہم ڈرانے والے تھے (آیت ۲) ؎

از سُورہ طور

(۶۰) لکھی ہوئی کتاب (قرآن) کی قسم (آیت ۲) ؎

(۶۱) (جوکہ) کشادہ ورق میں (رہے) (آیت ۳) ؎

اگر قرآن میں فن تحریر یا دستاویز کے معنوں میں ہی کتاب کا لفظ مستعمل ہوتا تو وہ اور بات تھی۔ لیکن قرآن میں بیسیوں جگہ کتاب کا لفظ قرآن کیلئے آیا ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے اس بات کی تائید میں زیادہ اقتباس پیش کرنا نہیں چاہتے مندرجہ بالا کافی ہیں اور سب سے بڑھکر خود مولوی صاحب کی تحریر موجود ہے۔ پس صاف ثابت ہوگیا۔ کہ قرآن کے الہام کے معنی عربی زبان میں ایک لکھی ہوئی[1] کتاب کے اترنے کے ہیں۔ یہ کتاب کس نے لکھی؟ کہاں لکھی؟ کس چیز سے لکھی؟ اور کس نے نیا بیتارے یا دیگر مقام سے کسطرح نیچے پھینکی؟ اور وہ کس طرح عرب میں خاص خدا کے بندے کے گھر آگری؟ یہ سوال ہیں۔ جنکا کہ جواب دینا قرآن کے الہامی ماننے والونکا فرض ہے اگر خدا کو ٹائپ پریس کا علم ہوتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ وہ کتاب لکھنے کی بجائے اسکی کئی کاپیاں چھاپ ڈالتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھاپے اور ٹائپ کی اہمیت سے بے بہرہ ہے۔ کیا وہ خدا جو کسی خاص مقام سے کتاب نیچے اُتارتا ہے۔ کبھی بھی محیط کُل کہلا سکتا ہے کوئی عقلمند ایسے مقامی خدا کو ہرگز ہرگز محیط کل نہیں کہہ سکتا۔ اگر خدا انسان کی روح کے اندر

---

[1] افسوس! ماسٹر صاحب اپنے منقولہ حوالوں میں سی نمبر ۴۲ ہی بغور ملاحظہ فرماتے تو یہ بے ثبوت بات منہ پر نہ لاتے ناظرین مولوی صاحب کے جواب کے منتظر رہیں (مینجر)

موجود ہے تو کیا وہ بذریعہ تحریک اپنے علم کا پرکاش (ظہور) نہیں کر سکتا تھا جب کتاب لکھ کر اُتارتا ہے تو ضروری ہے کہ کسی خاص مقام پر گوشہ نشین ہو کیا اس نے نشانہ باندھ کر کتاب پھینکی تھی؟ بہتر تو تھا کہ بارش کیطرح کتابوں کا مینہ برسا دیتا یا کتابوں کے درخت ہی لگا دیتا اب کیا خدا نے کتاب کا محکمہ توڑ دیا؟ کتاب کرّہ ہوائی کی رگڑ سے جل بھن کر خاک کیوں ہو گئی؟ جبکہ اب خدا نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ کوئی ٹھوس شئے کرّہ ہوائی کی رگڑ سے نہ بچے۔

اگر ایک بچّہ کے ہاتھ میں کوئی کتاب دیدی جائے اور استاد کچھ نہ پڑھائے تو کیا وہ بچہ عالم ہو سکتا ہے؟ خدا نے کتاب اُتارنے کے بعد ضرور آکر پڑھایا ہو گا اور معانی سمجھائے ہونگے اور جبتک نہیں پڑھایا ہوگا تبتک کتاب ایک فضول شئی کا کام دیتی ہو گی خدا نے یہ عبث کام کتاب اُتارنے کا کیوں کیا، جبکہ اس کو سمجھانا پڑا کہ محض کتاب لکھی ہوئی ہاتھ میں دیدینے سے کوئی عالم نہیں ہو سکتا۔ کیوں نہ اُسنے پہلے ہی الفاظ اور ان کے معانی کا پرکاش روح میں کر دیا۔ اور وہ ادنیٰ سا کام کتاب لکھنے کا جو کہ انسان کے کرنے کا کام ہے اور جس کو کہ ملہم انسان خود یا ملہم سے تعلیم پائے ہوئے انسان کر سکتے ہیں کیوں کر کے اپنی خدائی کو بٹہ لگایا؟ اگر انسان کے کام خدا کرتا ہے تو وہ ضرور روٹی دال بھی کبھی پکا کر کھلاتا ہو گا جب وہ اس کی کتاب لکھتا ہے تو کیوں نہ اُس کے کپڑے سئے؟

پس ظاہر ہوا کہ کتاب اُتارنے سے یا کتاب کو کسی خاص بندے کے ہاتھ میں دینے سے خدا الہام نہیں دے سکتا۔ کیا کتاب مثل میز کرسی مادی شئے کے نہیں اور اگر ہے تو کیا میز کرسی کسی کے ہاتھ میں رکھدینے سے کبھی میز کے پکڑنے والا کائنات کا علم حاصل کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو تمام جلد ساز جو لکھی ہوئی کتابوں کو پکڑتے ہیں اور تمام کتب فروش جو رات دن کتابوں میں کھیلتے ہیں عالم اور ملہم ہو جاتے جب کوئی شخص لکھی ہوئی کتاب کے محض لے لینے سے ملہم نہیں کہلا سکتا تو کیونکر باور کیا جائے؟ کہ فلاں صاحب لکھے ہوئے قرآن کے حاصل کرنے سے ملہم کہلائے اگر اسی

نام الہام ہے تو بس کیا کہنے۔ اس سے تو کوئی شخص باخبر یا عالم نہیں ہو سکتا ہم حیران ہیں کہ ہمہ دان خدا بھی کبھی ایسا عبث کام کر سکتا ہے کہ لکھی ہوئی کتاب کسی کو دیدے جبکہ لینے والا اس عمل سے عالم نہیں ہو سکتا۔

اب یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ قرآن جبکہ کتاب کی صورت میں نازل ہوا تو قرآن بوجہ کتاب ہونے کے ایک حادث اور فانی شئے ٹھیری قرآن فانی شئے ہے۔ لیکن وید فانی شئے نہیں کیونکہ وید علم کا نام ہے اور وہ علم خدا کی صفت ہے پس وید (علم) خدا کا وصف ہونے سے خدا کی طرح ازلی ہے مولوی صاحب نے مانی تھے کہ وید (مثل) دیگر اشیائے کے ہے لیکن در اصل ثابت ہوا کہ وید (علم) مثل دیگر اشیائے کے نہیں بلکہ قرآن جو کہ کتاب کا نام ہے مثل دیگر اشیاء کے ہے۔ لہذا قرآن مثل دیگر اشیائے کے ہے اور فانی ہے۔"

ابھی تک تو میں نے صرف اتاری ہوئی کتاب۔ ان الفاظ کے متعلق کچھ خیالات پیش کئے اب میں ان الفاظ کی طرف آتا ہوں کہ "جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے" اس کے متعلق میرا سوال ہے کہ کیا دیگر انسان خدا کے اپنے بندے نہیں ہیں اگر خدا کے اپنے بندے نہیں تو کیا کسی دوسرے خدا کے بندے ہیں؟ اگر دوسرے خدا کے بندے ہیں تو پھر خدا دو ہو جاویں گے۔ ایک زبردست بڑا خدا جس کے بے شمار بندے ہیں اور ایک کمزور برائے نام خدا جس کا کہ صرف ایک ہی بندہ ہے اگر کہو کہ خدا ایک ہی ہے اور ایک ہی خدا کے سب بندے ہیں تو پھر یہاں اپنے بندے کیوں لکھا اور اگر سب اس کے اپنے بندے ہیں تو وہ سب کو ساری نظر سے کیوں نہیں دیکھتا؟ اس کو اپنے سب بندوں پر لکھی ہوئی کتاب اتارنی چاہیئے تھی کتاب اتارنے کی اگر صرف شرط اپنا اور بندہ ہونا ہے تو اپنے اور بندے تو سب ہیں پھر کتاب سب پر کیوں نہیں اتاری؟ اور کیا سب بندے اب بھی اس کے اپنے نہیں؟ اگر ہیں تو اب سب پر لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اتارتا؟

اب ہمیں اس آیت کے دوسرے حصہ کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ اور

وہ یہ ہے کہ "اگر تم کو شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"

واضح ہو کہ شک پیدا ہونے کی دو وجوہات ہوا کرتی ہیں (الف) کسی کتاب کی تعلیم یعنے علمی مسائل کا دقیق ہونا (ب) اُن کا ناقص اور علم و عقل کے خلاف ہونا صورت اول میں شک کرنیوالوں کی ناقابلیت پائی جاتی ہے اور صورت دوم میں تعلیم کا ناقص اور خلاف عقل ہونا پایا جاتا ہے چونکہ آیت زیر بحث میں یا دیگر مقام پر یہ کہیں ظاہر نہیں کیا گیا کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا علم و عقل کی کتاب ہے لہذا ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ لوگوں کو شکوک اس لئے پیدا ہوئے کہ قرآن کی کہانیاں علم و عقل کے خلاف تھیں اور اگر یہ سچ ہے کہ قرآن اپنا ہی رد کر رہا ہے اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب! قرآن کے علمی مسائل دقیق تھے اس لئے شک پیدا ہوا تو اس کو قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دے کر یہ دعوے دکھلانا چاہیئے۔ کہ قرآن علمی مسائل پر ہے یا علمی کتاب کا مترادف ہے جبکہ قرآن علمی کتاب ہی نہیں تو پھر اُس میں دقیق علمی مسائل کہاں سے آ گئے؟ جب تک کہ قرآن[۱] یہ دعوے نہ کرے کہ میں علمی کتاب ہوں تو ہم کیونکر باور کر لیں کہ وہ علمی کتاب ہے؟

جبکہ صورت اول قائم نہ رہی تو صورت دوم آئے گی اب ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ اہل عقل اس کو سُنکر یا پڑھ کر شک میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرانوں کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ عالم لوگوں کو شک میں ڈالتی ہے اچھا جبکہ قرآن کی تعلیم ہی ناقص ہونے کی وجہ سے شک کے پیدا کرنے والی تھی تو خدا نے بجائے اقبال کرنے کے مالمسؤل کا جواب کیوں دیا؟ بہتر جواب تو یہ تھا کہ شک اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ یہ ناقص ہے لیکن خدا نے عجیب جواب دیا کہ اس جیسی کتاب لے آؤ؟"

---

[۱] لیجئے اسٹر صاحب! سنئے! کِتَابٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ یعنے قرآن بڑی عزت دار کتاب ہے کہ نہ اس کے آئندہ کے واقعات جھٹلا سکتے ہیں اور نہ گذشتہ کے کیونکہ خدا حکیم سب تعریفوں کے مالک سے آئی ہے (منجر

یہ ممکن ہو کہ بعض محمدی بھائی برابر یہی کہیں کہ قرآن کی علمی تعلیم ضرور دقیق ہے۔ اس لئے شکوک پیدا ہوئے ہونگے۔ اچھا اگر ہم اس کو فرض بھی کرلیں تو پھر خدا کا جواب سراسر ناقص ثابت ہوتا ہے۔ کیا اگر ایک نوجوان اقلیدس پڑھتے وقت کسی علمی اصول کی بابت شک کرے تو استاد خدا کی طرح یہ جواب دینا چاہے کہ اگر تمکو شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ کتاب نہ لا سکنے کی بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اچھا تو پھر اگر وہ نوجوان اقلیدس جیسی کتاب نہیں لا سکتا تو کیا نہ لا سکنے کے باعث اسکا شک دور ہو جائیگا کالجوں میں روزمرہ پروفیسر طلباء کو علمی مسائل سمجھاتے ہیں اور بارہا طلباء کہا کرتے ہیں کہ ہمیں یہ شک ہے۔ لائق استاد دوبارہ سہ بارہ سمجھا کر انکی روحانی سیری کرتے ہیں اور طلباء استادوں کی ہدائت کے مطابق چلتے ہوئے سوچنے غور کرنے سے اپنے شکوک کو آخرکار رفع کر لیتے ہیں لیکن خدا کی طرح اگر پروفیسر یہ جواب شک کرنیوالے طلباء کو دینے لگیں تو بس پھر کیا کہنے۔ کالجوں کا ہی خاتمہ ہو جائے۔ کوئی پروفیسر کبھی کسی طالب علم کو یہ نہیں کہتا کہ چونکہ تمکو منطق کے مسائل کی بابت شک ہے اس لئے منطق کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ۔ اور نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ چونکہ تم کو علم کیمیا کے اصول سمجھ میں نہیں آتے اسلئے علم کیمیا کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ۔ بلکہ ہمیشہ لائق استاد مختلف مثالیں دلائل اور دیگر دقیق رموز کو سمجھاتے ہیں اور طلباء کو ہمیشہ اس قسم کی ہدایات کرتے ہیں کہ جنپر عمل کرنے سے ان کی عقل تیز ہو اور انکے اندر دقیق مگر سچی باتوں کو سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ ویدوں میں تھتھی یگیہ کی ہدائت ہے جس سے یہ مراد ہے کہ اعلےٰ درجہ کے یوگیوں اور عالمانِ باعمل کی صحبت سے دقیق ویدک مسائل کے متعلق جو شکوک کہ گرہستی لوگ رکھتے ہوں وہ روزمرہ ان سے دور کریں اور کئی مقام پر یوگ ابھیاس کرنے گوشت اور شراب کے چھوڑنے کی ہدایات ویدمیں موجود ہیں جن کا کہ مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کی عقل تیز ہو سکے؛

اگر عربی لوگوں کو یہ شک ہوتا کہ اس قرآن کی بہت کا پیاب مکہ کے شہر میں ہیں تو تو خدا کا یہ جواب درست ہو سکتا کہ بہت جلدیں نہیں اور اگر نہیں بنتے تو

ڈھونڈتے پھرو۔ لیکن اگر لوگوں کا اس وقت یا اب بھی قران کی تعلیم کے متعلق یہ شک ہے یعنی وہ یہ کہیں کہ قرآن کی تعلیم سچی نہیں تو پھر کیا خدا کا یہ جواب اور ٹالمٹول کہ اس جیسی کتاب کے ٹکڑے لاؤ۔ کبھی شک کا جواب یا شک کو دور کرنیکا ذریعہ کہلا سکتا ہے؟

مَیں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے سے خدا کا کیا مطلب ہے؟ کہ "اس جیسی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ" کیا خدا نے کہیں قرآن میں یہ بھی کہا ہے کہ تمہیں جس چیز کی نسبت شک ہو اگر اُس جیسی چیز ڈھونڈتے پھرا کرو۔ مثلاً اگر تم کو ہماری بنائے ہوئے سورج یا چاند پر شک ہو تو اُن جیسے سورج یا چاند لے آؤ۔ اور اسی طرح درخت پہاڑ۔ سمندر وغیرہ کے متعلق شکوک ہوں تو سمندر۔ پہاڑ وغیرہ کے ٹکڑے لے آؤ! اگر کسی کم فہم شخص کو خدا کی ذات پر ہی شک ہو تو کیا خدا یہ کہیگا کہ تم مجھ جیسے خدا کا ٹکڑا لے آؤ! شک کا جواب برہان قاطع سے دینا لازم تھا نہ کہ اسطرح سے کہکر ٹالدینا تھا۔

اچھا فرض کیا کہ قران جیسی لکھی ہوئی کتاب عرب میں نہ تھی تو کیا اس سے پھر قرآن الہامی کتاب ہو سکتی؟ دنیا میں کئی چیزیں ہیں جو کہ خواہ وہ بری ہوں یا بھلی اپنا ثانی نہیں کہتیں۔ مثلاً ایک آدمی ہے جو کہ سخت بد خط ہے اور کوئی بھی آدمی اس بات میں اسکا ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ بد خط آدمی لوگوں کو کہے کہ دیکھو میرا خط لاثانی ہے۔ اسوجہ سے مَیں الہامی ہوں اگر تم مجھ کو یا میرے خط کو الہامی نہیں مانتے۔ تو مجھ جیسا خط لاکر دکھاؤ۔ اس دلیل کو مان کر قرآن تو کیا دیگر سینکڑوں کتابیں بھی لاثانی ہونے کیوجہ سے الہامی ٹھہر سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن جیسی کتاب اور کوئی نہیں اسلئے یہ الہامی ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقلیدس جیسی کتاب اور کوئی نہیں تو کیا نتیجہ نکلیگا کہ "اسلئے اقلیدس الہامی ہے" اس قسم کی بیسیوں مثالیں ناظرین خود سوچ سکتے ہیں۔ الہامی کتاب کو جملہ کمالات

سلطان العقول: ماسٹر صاحب نے مطلب نہ سمجھا مشرکین عرب کہتے تھے کہ قرآن کلام بشر ہے اسلئے اُن سے کہا گیا کہ تم بھی تو آدمی ہو اس جیسا کلام بنا لاؤ۔ بیشک اگر کوئی ہم سے کہے کہ سورج چاند وغیرہ آدمی کے بنائے ہوئے ہیں تو ہم اُسے کہینگے کہ تم بھی ایک سورج بنا لاؤ! (ایڈیٹر)

اور خوبیوں میں لاثانی ہونا چاہیئے۔ نہ کہ کوئی کتاب جو کہ عیب میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو الہامی کہلا سکتی ہے؛

یہاں پر قرآن کی کوئی خوبی نہیں دکھائی گئی پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ علمی کمالات کا مجموعہ قرآن ہے اور اس بات میں لاثانی ہے ہاں اب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ؎

کس نگوید کہ دوغ من ترش ست ؛ اس کی مثال قرآن کا دعوی ہے۔

اب رہا یہ فقرہ کہ "الہام کیا ہمنے تیری طرف قرآن عربی تا کہ تو مکہ اُس کے گرد والوں کو ڈرا دے" اس فقرہ کو پڑھکر کیا کبھی کوئی عقلمند اسکو خدا کا بیان باحکم مان سکتا ہے؛ اوّل تو خدا عربی زبان میں جو کہ ملک عرب کی بولی ہے الہام کر کے غیر منصف ثابت ہوتا ہے اور اپنی خدائی کو بٹہ لگاتا ہے۔ مفصل پچھلے فقرہ میں ذکر ہو چکا ہے وہاں پر ملاحظہ فرمائیے؛ دوم قرآن کے الہام کا مدعا کیسا ادنے ظاہر کیا گیا ہے یعنی ایک معمولی شہر مکہ اور اس کے گرد والے لوگوں کو دھمکانا اور طرفہ یہ کہ اس میں بھی تمیز نہیں کی گئی کہ بدوں کو ڈرانا یا بھلے مانسوں کو کیا یہ دعوی کبھی قدرت کے خدا کا ہو سکتا ہے یہ تو کسی تنگ خیال انسان کی بات ہو سکتی ہے۔ کیا اس مقامی دھمکی کا نام الہام کبھی ہو سکتا ہے؛ کیا خدا کو روئے زمین کی کل نسل انسان کے لئے اپنی تعلیم پہنچانی مقصود نہ تھی صرف مکہ اور اس کے گرد والوں کو دھمکانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے الہام کی کیا ضرورت تھی۔ پولیس کے چند سپاہی یا فوج کا ایک دستہ بھیج دیتا تاکہ وہ باغیوں کو دھمکاتے وا؟ یہ خوب عالمگیر اور راحت بخش الہامی تعلیم کا دعوی ہے اور مکہ وغیرہ شہر کا ذکر قرآن میں ہونے سے اُسکو الہامی کتاب کے درجہ سے بالکل گرا دیتا ہے۔ اگر مکہ کا ذکر ہے تو کلکتہ۔ لنڈن۔ کابل۔ قندہار وغیرہ دنیا بھر کے شہروں کا ذکر کیوں نہیں کیا؛ خدا محض عرب کا جغرافیہ جانتا ہے کیونکہ وہ عربی دان ہے۔ دنیا کا جغرافیہ کیا اُسے نہیں آتا؛ اور کیا وہ کتاب جو انسان کے بنائے ہوئے شہروں کا ذکر کرے وہ کبھی علمی اصول کی کتاب یا الہامی کہلا سکتی ہے۔ مکہ کا اس میں ذکر آنے سے یہ تاریخی یا جاگرفی کی کتاب بنگئی۔ الہامی یا علمی کتاب ہرگز نہ رہی۔ اب بات پر کہ تاریخی کتاب کبھی علمی یا

الہامی کتاب نہیں ہوسکتی ہے آگے چلکر زیادہ تشریح کیساتھ ابھی بحث کرونگا۔
"تو ڈرائے" یہ الفاظ بتلارہے ہیں کہ آجکل قرآن کا مدعا فوت ہوگیا ہے اور اب
یہ غیر ضروری کتاب ہے کیونکہ حضرت محمدؐ صاحب تو فوت ہوگئے اور قرآن اسی لئے اتارا
تھا کہ صرف وہ مکہ والوں کو ڈرائیں"۔

پھر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم نے قرآن کو عربی کرکے اتارا ہے تاکہ تم
سمجھو! ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکائت بذریعہ اس کے جو الہام کیا ہم نے تیری
طرف اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بیشک بےخبر تھا"۔

قرآن جبکہ صاف کہہ رہا ہے کہ ہم تجھکو بتلاتے ہیں اور تجھکو باخبر کرنے کیلئے میں نازل
ہوا ہوں۔ تو پھر حیرانی اور سخت حیرانی کا مقام ہے کہ لوگ اسکو کیوں اپنی ہدائت کے
لئے پڑہتے ہیں۔ کیا اگر کوئی خط میں اپنے کسی دوست کو لکھوں اور اس میں لکھدوں
کہ یہ خط صرف تمہارے لئے ہے اور وہ دوست مرجائے اور اس کو اس کے محلے والے پڑہنے
لگ جائیں تو کیا ان کو اسوقت پڑہنا اس خط کا چھوڑ دینا نہیں چاہیے۔ جبکہ وہ پائیں
کہ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص کے لئے لکھا گیا تھا اور باوجود اس قسم کی
تحریر کے بھی اگر وہ محلہ والے پڑہتے جائیں اور اس خط کو ہر خاص و عام کو دکھائیں تو
لوگ ان کی نسبت کیا کہینگے؟ کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ پرائیویٹ خط کو عام میں مشتہر کررہے
ہیں ٹھیک اسیطرح خدا نے تو پرائیویٹ طور پر محمدؐ صاحب کو لکھکر کتاب بھیجی تھی اور اس
میں صاف لکھدیا تھا کہ :-

> ہم نے قرآن کو عربی کرکے اتارا ہے۔ تاکہ تم سمجھو۔ ہم
> بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایات الہام کیا ہم نے تیری
> طرف اس قرآن کو۔ تو اس الہام سے پہلے
> بیشک بےخبر تھا۔

سورۃ یوسف ع ۱

اب مسلمان بھائی ان الفاظ کی طرف خیال کریں اور خدا کے پرائیویٹ خط
کو جو کہ اس نے محمدؐ صاحب کے نام روانہ کیا تھا۔ پڑہنا چھوڑ دیں کسی کی پرائیویٹ خط کو

پڑھنا اچھا نہیں۔ قرآن ہرگز نہیں بتلاتا کہ یہ[1] نوع انسان کی رہبری کے لئے ہیں بلکہ صرف محمد صاحب کو باخبر کرنے کیلئے۔ اب چونکہ محمد صاحب فوت ہو گئے لہذا قرآن کا عدم وجود ہمارے لئے برابر ہو گیا جن کے لئے قرآن تھا جب وہ نہ رہے تو ان کی شئے کو ہم بلا اجازت خدا کے کیوں لیں۔

"عربی کر کے اُتارا ہے" اِن الفاظ سے تو ظاہر ہے کہ خدا صرف منشی ہی نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا بلکہ وہ مترجم بھی ہے۔ عربی کے اتارنے سے تو پایا جاتا ہے کہ خدا نے عربی میں ترجمہ کیا ہے اور بیشک ترجمہ کا مدعا وہی ہوتا ہے جو کہ خدا نے یہاں پر درج کیا ہے "تاکہ تم سمجھو"۔ اچھا اگر یہ قرآن عربی ترجمہ ہے تو دراصل قرآن کس زبان[2] میں تھا؟ اور اب وہ کہاں ہے!۔

آپ کے فقرہ ششم کی اس مختصر سی پڑتال کے بعد اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ الہام کے دعوے جو آپ نے پیش کئے وہ ہرگز دعوٰی الہام کہلانے کے مستحق نہیں جیسا کہ میں ابھی ثابت کر چکا ہوں۔ اب میں وید کی رو سے دکھانا چاہتا ہوں کہ وید نے جو دعوائے الہام کیا ہے وہ کیسا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں وید منتروں کے حوالہ جات دیکر اس بات کو واضح کر کے دکھاؤں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے یہ ثابت کر کے دکھاؤں کہ تاریخی کتاب کبھی الہامی کتاب نہیں ہو سکتی اور پھر مدلل طور پر ثابت کروں کہ دعوٰی الہام میں کون سی شرائط کا ہونا نہایت ضروری ہے اور پھر اخیر میں منتر دیکر یہ دکھاؤں گا [illegible] کہ جملہ شرائط صرف وید میں ہی پائی جاتی ہیں۔ قرآن میں وہ [illegible]

اسوقت نہایت ہی مختصر طور پر بتلانا ضروری ہے کہ الہام کی شرائط کیا ہو سکتی ہیں

(۱) سب سے پہلے ہمیں یاد رکھنا چاہئیے کہ شبد ارتھ اور سمبندھ یعنی ملفوظات مفہومات اور انکے تعلق کا نام الہام ہے، عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ الہام علم کا دوسرا نام ہے

---

[1] چہ خوش! ماسٹر صاحب! اپنے حوالہ منقولہ کو جیسے ہم نے خط دیا ہے دیکھ لیتے تو یہ بات کبھی نہ منہ پر لاتے کیونکہ اس میں "تم" کے لفظ سے سب انسانوں کو خطاب ہے (مینیجر)

[2] پہلے الہامی کتابوں میں تھا غور سے پڑھو۔ اِنَّہٗ لَفِی زُبُرِ الْاَوَّلِیْن

لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح سورج کی روشنی سے کوئی حرارت کو جدا نہیں کرسکتا اُسی طرح علم سے زبان اور اسکا باہمی تعلق کوئی جدا نہیں کرسکتا۔ پس اگر ہم الہام کیلئے عام طور پر علم کا لفظ استعمال کریں تو اس سے ہمیشہ یہی مراد لی جائیگی جو ہم نے بیان کردی غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے اور الہام بجز علم کے کوئی علیحدہ شئے نہیں ہے۔ علم کا کام بھی سورج کی طرح سب کو روشنی پہنچانا ہے اور الہام کا مدعا بھی یہی ہے۔ اس لئے علم اور الہام میں ہرگز فرق نہیں ہو سکتا۔ بس علم کو الہام کا مترادف لفظ سمجھنا چاہیئے۔

(۲) الہام یا علم کے اندر تاریخ یا گرفی کی باتیں یا قصّے کہانیاں ہرگز شامل نہیں ہوسکتیں۔ علم سائنس کا مترادف لفظ ہے۔ سائنس یا علم جبکہ قدرتی اور طبعی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے۔ جیسا کہ کل اہل عقل مانتے ہیں وہاں تاریخی بیانات یا قصّے کہانیاں ہرگز قدرتی اور طبعی نہیں کہلا سکتیں اسی وجہ سے مغربی علماء بھی علم تواریخ کو ہرگز سائنس یا علم کے معنوں میں نہیں لیتے اور تاریخ کی وقعت اُنکی نگاہوں میں اتنی ہرگز نہیں جتنی کہ سائنس یا علم کی ہے۔ علم کو وہ قدرتی اور طبعی کے نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن تاریخ یا قصّے کہانیوں کو وہ مصنوعی کہتے ہیں۔ میکس مولر کے مندرجہ ذیل الفاظ ہمارے اس بیان کی تائید میں پیش کئے جاسکتے ہیں (دیکھو سائنس آف لنگویج جلد اوّل صفحہ ۱۴) +

"طبعی سائنس (علم) کہا جاسکتا ہے جو کہ خدا کے کاموں کی ماہیت بتلاتا ہے تواریخی علم انسان کے کاموں کی تشریح کرتا ہے مثلاً روشنی کا سائنس جسمیں کہ روشنی اور رنگ کے تمام قوانین کا ذکر ہے۔ ایک طبعی سائنس ہے" میکس مولر اس قسم کی بہت سی تمثیلات دیکر اپنی تحریر میں یہ ثابت کرتا ہے کہ علم زبان بھی ایک سائنس ہے اور اس کا درجہ دیگر علوم کے برابر ہے۔ کیونکہ ابتدائی زبان انسان کی بناوٹ یا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ ہم اس بات کو طول دینا نہیں چاہتے اب یہ دیکھ لینا کافی ہوگا کہ آیا قرآن یا وید کس میں تاریخی باتیں ہیں؟ اور جس کتاب میں تاریخی باتیں درج

ہیں وہ بلا شبہ علمی یا الہامی کتاب یا سائنیس کی بک کہلانے کی مستحق نہیں جیسا کہ آریوں کا دعوٰے ہے تاریخی بیانات سے بالکل مبرا ہے۔ اس لئے وید علمی یا الہامی کتاب کہلا سکتا ہے۔ جبکہ قرآن جس میں جیسا کہ اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہو گیا ہے پیغمبروں کے قصے کہانیاں وغیرہ درج ہیں ہرگز ہرگز علمی یا الہامی کتاب نہیں کہلا سکتی ۔

(۳) خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری ہے؛

سائنیس (علم) کی کتاب خدا کے کاموں کا ذکر کرتی ہے لیکن تاریخی کتاب انسانوں کے افعال کا۔ وید کلام آلہی ہے کیونکہ یہ قدرت جو کہ فعل خدائی ہے اسکو بیان کرتا اور اس کے مطابق ہے لیکن قرآن قدرتی اشیاء کا ہرگز علم نہیں دیتا۔ اسلئے یہ مصنوعی یا انسانی کتاب ہے؛

(۴) الہام دنیا کی پیدائش کے شروع میں ہی ہو سکتا ہے جس طرح کہ آنکھ کے لئے سورج کا پہلے ہونا ضروری ہے جس طرح کہ بچہ کی پیدائش سے پہلے خدا اسکی ماں کے پستان میں دودھ کا بندوبست کرتا ہے جس طرح کہ ایک دانا اور صاحب قدرت باپ اپنے بیٹے کو سفر پر بھیجنے کیلئے ضروری سامان ساتھ ہی مہیا کر دیتا۔ ہر جگہ قدرت میں خدا نے یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ حیوانات اور انسانوں کی ضروریات مہیا کرنیوالی اشیاء انکی ضروریات سے پہلے مہیا ہو جائیں یا ان کے ساتھ ساتھ۔ عام کہاوت ہے کہ پیاس کیوقت جو کنواں کھودے وہ دانا نہیں۔ پیاس لگنے سے پیشتر دانا لوگ کنواں کھودا کرتے ہیں۔ اگر خدا اس دنیا کے ابتدا میں الہام نہ دیتا تو وہ خدا کب کہلا سکتا؛ پہلے سے ہی انتظام کرنا خدا کی دانائی اور ہمہ دانی کا ثبوت ہے نہ صرف اسلئے بلکہ اسلئے بھی کہ وہ ہماری بہتری کا مثل والدین کی خواہاں ہے کیا کوئی باپ جبکہ اس کے پاس چراغ جلانے کی توفیق ہو اپنے بچے کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ سکتا ہے؛

خدا نے جب سانس لینے کے لئے ہوا۔ پینے کے لئے پانی۔ کھانے کیلئے پھل میوے

اور دیکھنے کیلئے سورج اور ٹھہرنے کیلئے زمین پہلے ہی مہیا کر دی تو کیا الہام کے بغیر اسکو گمراہ چھوڑ دیا۔ دور بینی کا نہ ہونا جہالت پر دلالت کرتا ہے اور جس خدا نے پہلے مکمل الہام نہیں دیا اُس پر یہ الزام عائد ہوگا۔

(۵) ترمیم۔ تنسیخ۔ ایزادی۔ کمی وغیرہ خدائی کاموں میں نہیں ہوسکتی۔ خدا چونکہ مکمل ہے اس لئے اُس کے کام بھی مکمل ہیں قدرت اس کا کام ہے اور الہام اس کام کی تشریح۔ قدرت کی اشیاء اور قدرت کے قوانین جبکہ بے بدل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ سچا الہام جو کہ اس قدرت کی تشریح ہے وہ بے بدل نہ ہو جس طرح خدا کی قدرت میں ترمیم۔ تنسیخ۔ کمی۔ بیشی وغیرہ کرنے کی خدا کو ضرورت نہیں پڑتی اسی طرح قدرت کی تشریح یعنی الہام میں بھی کسی قسم کی تبدیل کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے سچ تو یہ ہے کہ الہام قدرت کی اشیاء سے اس بات میں بڑھ کر رہتا ہے کہ کم کیونکہ قدرت میں مادہ جو خدا سے علیحدہ شئے ہے اور جو کہ غیر مدرک اور دیگر صفات والا ہے شامل ہے اور اُسکا جوڑنا یا جدا کرنا ایک خاص موقعہ پر ضروری ہے لیکن علم جو کہ خدائی صفت ہے علم جو کہ خدا کی ذات میں شامل ہے اسمیں کبھی بھی تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی اسی طرح پر الہام یا علم میں کبھی تبدیلی واقعہ نہ ہونی چاہیئے اسیوجہ سے دیدوں کا ازلی و ابدی ہونا کہا جاتا ہے مکمل شئے میں نقص کی گنجائش نہیں ہوسکتی اگر خدا مکمل ہے تو اسکا الہام بھی ترمیم۔ تنسیخ وغیرہ سے مبرا ہونا چاہیئے ویدمیں آج تک کوئی ترمیم، تنسیخ نہیں ہوئی نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی لیکن مسلمانی خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دیئے اسکا کچھہ حصہ تبدیل کرکے دوسرے لوگوں کو الہام دیئے اس لئے وہ الہام اور خدا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں؛

(۶) قدرتی شئے کو کوئی انسان کبھی تباہ نہیں کرسکتا جس طرح کہ ایک چیونٹی یا مکھی ہمالہ پہاڑ کو گرا نہیں سکتی ٹھیک اسی طرح جملہ انسان خدا کے الہام یا علم کو تباہ نہیں کرسکتے۔ جبکہ ایک کمزور آدمی ایک طاقتور آدمی کو گرا نہیں سکتا تو کیا کوئی انسان خدائی الہام کو تباہ کرسکتا ہے، کیا آجتک آپ نے کبھی سنا کہ کسی انسان نے

سورج یا چاند کو تباہ کر دیا جبکہ کوئی شخص کسی قدرتی شئے کو تباہ نہیں کر سکتا تو آیا وہ الہام کو تباہ کر سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ کیا کوئی انسان ہوا کو دو منٹ کے لئے اس زمین پر سے تباہ کر سکتا ہے؟ مسلمان لوگ کہتے ہیں کہ قرآن خدا نے اسوقت اتارا جبکہ پہلے دیئے ہوئے الہام یا تو گم ہو گئے یا تباہ ہو چکے تھے انکے ایسا کہنے سے پایا گیا کہ وہ قدرتی الہام کو ایسے شئے مان رہے ہیں جو کہ کبھی گم یا تباہ ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کمزور خدا سے ہمیشہ کمزوری کے کام ہوتے رہینگے۔ اگر مسلمانی خدا نے پہلے الہام دیا اور پھر اسکو قائم نہ رکھ سکا تو کوئی وجہ نہیں جو الہام اُسنے بقول مسلمان صاحبان اب دیا۔ اس کو قایم رکھ سکے کیونکہ کمزوری کی وجہ سے اس کے پہلے الہام گم ہو گئے، اسی وجہ سے یہ الہام بھی نہ رہیگا اسلئے مسلمانوں کا یہ دعوے کہ قرآن کے بعد الہام نہ ہوگا یا قرآن کا الہام تباہ نہو گا۔ ہمارے تجربے اور ان کے خدا کی عادت کے خلاف ہے؟۔

(۷) ہر ایک کلپ کے بعد اسی الہام کا ہونا ضروری ہے جسطرح کہ کلپ کے بعد یہی ایشورا سی مادہ سے بوجہ خود مکمل ہونے کے کسی اور طرز پر چاند سورج نہ بناتا ہوا زمین اسی طرح پر بناتا ہے ٹھیک اسی طرح پر وہ ان ہی ویدوں کا پرکاش کرتا ہے اور بیشمار دفعہ پہلے یہ وید پرکاش ہو چکے اور آئیندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر ہوتے رہینگے۔ کیونکہ خدا مادہ اور روح ازلی و ابدی ہیں ازلی ابدی دنیا کا آغاز و انتہا کبھی نہیں ہوا کرتا ہے۔

(۸) ایشور کی کلام اس کی صفات کے مطابق ہو اور اسکو ظاہر کرنیوالی ہونی چاہیے۔

آیشور مکمل ہے اس لئے لازمی ہے کہ اسکا الہام بھی مکمل ہو؟۔

آیشور مخزن العلوم ہے " " " مخزن العلوم ہو؟۔

آیشور عادل ہے " " " عدل سے پر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۹) قدرتی اشیار کی تین خصوصیتیں قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہیں سورج ایک قدرتی شئے ہے اور چراغ ایک مصنوعی چیز چراغ کی روشنی محدود ہے۔ لیکن

سورج کی روشنی عالمگیر، چراغ میں دھواں وغیرہ موجود ہے جس سے اس کے نامکمل ہونیکا ثبوت مل سکے۔ سورج میں کوئی جزو ایسا نہیں جو کہ ثابت کرے کہ اس کو نامکمل صانع نے بنایا ہے۔ چراغ ہر ایک ہر ایک کے لئے ضروری اور مفید ثابت نہیں ہو سکتا جبکہ سورج سب کے لئے ضروری اور مفید ہے ؛۔

ہر ایک چیز جو کہ قدرتی ہے اس میں بلا شبہ تین خصوصیتیں ضرور ملینگی یعنی ؛۔ (الف) اسکا عالمگیر ہونا (ب) مکمل ہونا۔ (ج) مفید یا راحت بخش ہونا۔

(۱۰) الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے۔ الہام چونکہ ایشور کی کلام یا گیان ہے اور قدرت اسکا فعل اس لئے اگر کلام کے پرکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ ہم اس کو قدرتی قوانین کیساتھ ملالیں اگر الہام کا کوئی حصہ قدرتی قوانین کے مطابق نہ پایا جائے تو وہ حصہ سچا نہیں ہو سکیگا۔ اگر کوئی شخص خدا کی ہستی کا قائل نہ ہو تو ہم اسکو یہ کہکر خدا کی ہستی کے نشان دیا کرتے ہیں کہ بھائی قدرت کے اندر نظام اور حرکت موجود ہے، مادہ غیر مدرک اور بیحرکت چیز ہے۔ پھر یہ نظام کہاں سے آگیا ؛ وغیرہ وغیرہ۔ بڑے بڑے منکر قدرت کے بغور مطالعہ سے خدا پرست بن گئے ہیں جس طرح پر کہ قدرت خدائی صفات کو بتلاتی ہے اور منکر کو بھی خدا ثابت کرکے دکھاتی ہے اسی طرح پر وہ صفات جو خدا کے متعلق ہیں الہامی کتاب میں بھی پائے جانے ضروری ہیں یا یوں کہو کہ الہامی کتاب اگر ایشور اور اس کی صفات کا ذکر کرتی ہو۔ تو ان صفات کو ہم تب باور کر سکتے ہیں اگر انکو قدرت میں بذریعہ دلیل محسوس کرلیں۔ کیا معنے الہام کے مضمون کو ہم تب درست کہہ سکتے ہیں جبکہ یہ قوانین کے مطابق ہو یا انہی کی تشریح کرے ؛۔

روشنی اچھی ہے یا بُری اسکی شہادت آنکھ دے سکتی ہے۔ ذائقہ اچھا ہے یا خراب ؛ اسکی شاہد زبان ہے۔ علم سچا ہے یا جھوٹا ؛ اسکی گواہی عقل یعنی دلیل ہی دے سکتی ہے ؛۔

(۱۱) الہام جس زبان میں ہوا ہو وہ زبان بھی ابتدائی اور قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہیئے ؛۔

(۱۲) الہامی کتاب وہ ہے جس میں الہامی تعلیم درج ہو۔

(۱۳) الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعوئ الہام درج ہونا چاہیئے۔ اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت (تاریخی بیان، مثل ملہم کے حالات وغیرہ) کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ سورج کی روشنی کو کسی چراغ کی روشنی روشن نہیں کرسکتی۔ اس لئے الہام کا سوتہ پرمان مثل آفتاب کے ہونا ضروری ہے

وید منتروں سے دعوائ الہام کا ثبوت

نمبر (۱) सन: पितेव सूतवेगी पूपायनो भव: ।।
सच स्वान: स्वस्तये ।।

ऋ० म अ १ सू० १ मं० ९
(رگوید بھاشیہ صفحہ ۲۹)

पिता جس طرح باپ सूतवे اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہے ویسے۔ ने اسمی علم مجسم پرمیشور न ہمکو सपयन مبارک علم جوکہ جملہ راحتوں اور مفید اشیاء کے حصول کا ذریعہ ہے اس کو دیتا اور न ہم لوگوں کو स्वस्तये جملہ راحتیں सच स्व बخشتا ہے!

(مطلب) سب سے پہلے دکھایا گیا ہے کہ پرمیشور نے کیوں ہمکو علم یا الہام دیا۔ جس طرح سے کہ ایک باپ اپنے پیارے بیٹے کی ضروریات مہیا کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح علم مجسم پرمیشور نے جو کہ وید بتلاتا ہے کہ تم کو مثل باپ کے پیار کرتا اور تمہاری بہتری کا خواہاں ہے۔ اس نے جملہ راحتوں کے دینے والے مفید علم سے ہمکو بہرہ ور کیا ہے یہی نہیں کہ صرف علم دیا ہو بلکہ جملہ راحتیں بھی دی ہیں۔

علم (وید) ہمیں کس نے دیا! منتر میں جواب ہے کہ علم مجسم پرمیشور نے پس اس سے کیا صاف ثابت نہیں ہوتا؟ کہ علم یا وید کا پرکاش کرنیوالا پرمیشور ہے اور اس لئے وید الہامی ہیں کیونکہ یہ علم مجسم پرمیشور سے ظاہر ہوتے ہیں اور ساتھ ہی اسکے ویدوں کا مدعا کیا ہے اس کا یہ جواب ملگیا کہ ہم لوگوں کی بہتری اور بہبودی کیونکہ اگر والدین کچھ نہ سکھائیں تو بچے بالکل مورکھ رہجاتے ہیں ٹھیک جس طرح کہ باپ

بچّہ کو زبان اور علم سکھاتا ہے۔ اسی طرح پرمیشور نے انسان کو جو کہ مثل بچّہ کے ہے علم دیا تشبیہ کیسی مناسب اور اعلیٰ ہے؛۔

کیا قرآن میں کہیں پر ذکر ہے کہ خدا نے مثل باپ کے انسان کو اس کی بھلائی کے لئے دیا۔ میرے خیال میں قرآن ان باتوں کو کہاں بیان کر سکتا ہے۔ قرآن تو لکھی لکھائی کتاب کے اتارنے کی فکر میں ہے؛۔

نمبر (۲)

एवाह्यास्य सूनृता विरप्शी गोमती मही
पक्वा शाखा न दाशुषे
ऋ॰ मं॰ १ अ॰ ३ सू॰ ८ मं॰ ८

पक्वा शाखा न جیسے تکمیل یافتہ درختوں کی پکی ہوئی شاخیں میوہ سے پُر راحت بخش ہیں अस्य हि تحقیق ویسے ہی پرمیشور کی गोमती جکو حاصل کر کے عالم بنتے ہیں सूनृता بھلائی اور سچائی کے ظاہر کرنیوالی विरप्शी مخزن العلوم اور मही جملہ انسانوں کی عزت کرنے کے لائق وید کی کلام ہے दाशुषे وہ غور سے سوچنے والے جملہ علوم کو ظاہر کرنیوالی ہے۔

(دیکھو رگوید بھاش صفحہ نمبر ۱۳ جلد اول)

(مطلب) اس منتر میں پہلے لفظ مکمل کی تشریح کی گئی ہے اور تمثیل دیکر سمجھایا ہے کہ جس حالت میں درختوں کی شاخیں پکے ہوئے میووں یا پھلوں سے بھر جائیں۔ وہ حالت مکمل کہلاتی ہے۔ جب درخت کے پھل پک جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ درخت مکمل ہے کیونکہ اسمیں جڑ۔ تنہ۔ ریشہ۔ پتّے۔ شاخیں، اور پھل سب کچھ موجود ہے قدرت میں مکمل شئے کو بیان کرنیکے بعد جتلایا ہے کہ کلام وید اسی طرح مکمل ہے؛۔

پھر کہا ہے کہ تحقیق ویسے ہی وید جس کو کہ حاصل کرنے سے ہی انسان عالم بنسکتا ہے وہ بھلائی اور سچائی کے ظاہر کرنیوالا مکمل ہونے کیوجہ سے مخزن العلوم اور جس طرح کہ ایشور کی جملہ صفات کی عزت جملہ انسانوں کو کرنی چاہئیے اسیطرح وید بھی اس کا علم اور انسانوں کے رہبر ہونے کی وجہ سے جملہ انسانوں کی عزت کی لائق۔

یعنی قابل قدر ہیں۔

سمندر میں جواہرات بھرے پڑے ہیں لیکن نصیب انکو ہی ہوتے ہیں جو جستجو کرتے ہیں۔ ویدوں میں جملہ علوم کا خزانہ ہے لیکن اس خزانہ کو وہی پا سکتا ہے جو رشی منیوں کی طرح وید منتروں کو غور سے سوچتا ہے۔ اس منتر میں چھ اصول بیان کئے گئے ہیں، (۱) وید مکمل ہیں (۲) سب کی بھلائی کے لئے ہیں۔ (۳) سچائی سے پر ہیں (۴) مخزن العلوم ہیں (۵) اعلیٰ ہونے کی وجہ سے سب کے قابل قدر ہیں (۶) جو غور سے وید منتروں کو سوچتا ہے وہی علمی خزانہ پاتا ہے۔ اب ہم یہ جتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن میں اس قسم کا دعویٰ الہام ہرگز نہیں پایا جاتا۔ وید کا دعویٰ کیسا اعلیٰ اور قدرتی ہے۔ ویدوں کا مکمل اور بھلائی اور سچائی سے معمور ہونا اور مخزن العلوم ہونا ایک ایک بات ان کو قدرتی اور الہامی ثابت کرنے کیلئے کافی و وافی ہے لیکن وید کے اس اعلیٰ دعاوی کے مقابلہ پر ذرا مولوی صاحب کے پیش کردہ قرآن کے مندرجہ ذیل دعاوی پر نگاہ تو ڈالئے۔

(۱) "اگر تمکو ہماری اتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے شک ہو تو اس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"۔

(۲) "الہام کیا ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اُن کے گرد والوں کو ڈرائے"۔

(۳) "ہم نے قرآن عربی کرکے اتارا ہے تاکہ تم سمجھو۔ ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکائیت بذریعہ اس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اے رسول! اس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بیشک بے خبر تھا"۔

یہی تین دعاوی مولوی صاحب نے پیش کئے تھے کہیں بھی ان میں لکھا ہے کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا سچائی اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے یا مکمل ہے یا علم ہے! یہاں تو کتاب اتارنے، مکہ والوں کو ڈرانے اور حضرت صاحب سے بات چیت کرنے کا ذکر ہے!۔

منتر نمبر (۳)

पावकान: सहस्वती बाजे भिर्बा जिनी
वतीय ज्ञं वष्टु धिया वसु:॥
ऋ॰ म॰ १० सू॰ ३ मंत्र १०

पदार्थ:

(पावका) याबं पवित्रं कारकं व्यवहारं कापयति प्राव्द यतिसा॥

(न:) अस्माकं

(सरस्वती) सरस: प्रशासिता ज्ञानमोगुणा वियान्त यस्मासा)

सर्वविढम मरापिका वाक

पावका پاک کرنیوالے اعمال کو ظاہر کرنیوالی सरस्वती جس میں قابل تعریف گیان (علم) کا وصف ہے۔ ایسی اعلیٰ جملہ علوم کے دینے والی جو وید کی کلام ہے وہ جملہ فنون کی ماہیت سے ہم کو باخبر کرتی ہے!۔

(مطلب) وید کی کلام پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا وصف علم ہے جملہ فنون کے اصولوں سے انسانوں کو باخبر کرتی ہے +۔

قرآن بھلا کیونکر ان دعاوی کو کر سکتا ہے۔ قرآن کو علوم و فنون سے کیا مطلب اور نیک اعمال سے کیا واسطہ! فنون کا نام سنکر مولوی صاحب پہلے ہی کہتے تھے کہ وید کیا لوہاروں کی کتاب ہے!۔

عہ (نوٹ) مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم نے یہاں سوامی جی کی سنسکرت ہی کہہ دی ہے کیونکہ وید بھاشیہ میں جو سنسکرت ہے وہ آریہ سماج کے نزدیک مستند ہے اور جو بھاشیہ ہے وہ چونکہ سوامی جی کی نہیں ہے مستند نہیں پس سنسکرت کے آشے کو لیکر ہم اردو میں بیان کرتے ہیں اور آگے بھی ایسا ہی کیا ہے اس منتر کا مکمل ترجمہ نہیں کیا صرف مضمون کے متعلق حصہ لیا گیا ہے مفصل رگوید بھاشیہ صفحہ ۱۱ پر دیکھئے! (ماسٹر)

منتر نمبر (۴)

चोदयित्री सूनृतानां चेतन्ती
सुमतीनाम् यज्ञं दधे सरस्वती॥
ऋ॰ मं॰ १ अ॰ १ सू॰ ३ मं॰ ११

चोदयित्री نیک اوصاف کے حاصل کرنے کے لئے تحریک کرنے والی

सूनृतानां جھوٹ کو ناش کرنے اور سچائی کے ظاہر کرنے والی

चेतन्ती سمجھانے والی اُن کو सुमतीनाम् جو کہ عقل سلیم کے رکھنے والے عالم ہیں

सरस्वती وہ وید کی کلام جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنے کی تحریک کرتی اور یگیہ وغیرہ اعمال کرنے کیلئے راغب کرتی ہے۔

سوامی جی کی اس سنسکرت ملاحظہ کرنیسے اس بیان کی تائید ہو جائیگی۔

या सूनृतना .... सरस्वत्यस्ति
सैव वेद विद्या संस्कृत वाक्

(دیکھو رگوید بھاشیہ صفحہ ۶۲)

(مطلب) جس طرح سورج انسان کو جملہ اشیاء کے دیکھنے اور انکا علم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے اور جس طرح کہ سورج کی روشنی میں انسان منزل طے کرسکتا یا کوئی کام کرسکتا ہے اور جس طرح کہ سورج کا وجود اندھیرے کا ناش اور روشنی کا پرکاش کر دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح وید کا سورج جملہ انسانوں کو نیک اوصاف اور نیک اعمال کے کرنے کی تحریک کرتا اور سچائی کو ظاہر کرنے سے جھوٹ کو تباہ کرتا ہے اور عقل سلیم کے رکھنے والے ہیں وہی اشخاص وید کی کلام سے اعلےٰ علمی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ گویا اعلےٰ علمی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت انہیں میں ہوتی ہے جو کہ عقل سلیم رکھتے ہیں اس منتر نے بتلایا کہ وید کے بغیر انسان کوئی بھی کام نہیں کر سکتا۔ وید کی ضرورت اور اس کا مدعا کس خوبی سے ظاہر کیا گیا ہے۔

ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کے متعلق آپ کبھی یہ دعاوی پیش کر سکتے ہیں!؟

منتر نمبر (۵)

महो अर्णः सरस्वती प्रचेतयति केतुना धियो विश्वा वि राजति ॥ ऋ - मं॰ १ अ॰ १ सू॰ ३ मन्त्र १२

महो अर्णः جو بہت گہرا ملفوظات کا سمندر ہے۔ اسکو وید کی کلام کا حصہ جتلاتی ہے اور केतुना نیک اعمال اور اعلےٰ عقل کے ذریعہ विश्वा جملہ علوم کو वि خاصکر राजति ظاہر کرتی ہے ۔

(مطلب) بتلایا گیا ہے کہ وید کے شبد (الفاظ) مثل ایک عمیق سمندر کی مانند ہیں اور یہ سمندر کہاں پر ملتا ہے۔ یعنی مکمل حالت میں زبان انسان کہاں پر ملسکتی ہے۔ اسکا جواب ہے کہ وید کے لفظوں کے اندر گویا ویدک شبد انسان کی مکمل اور قدرتی زبان ہیں اور وید کی کلام بتلاتی ہے کہ انسان عالم باعمل ہوکر اعلیٰ عقل کے ذریعہ جملہ علوم کو حاصل کرسکتا ہے۔ زبان کے بڑے بھاری سوال کا یہ حل ہے جسکو حل کرنے کیلئے اسوقت یورپ کے علماء پیچ وتاب کھارہے ہیں اور عجب ڈگمگاتے ہوئے پکارتے ہیں کہ واقعی زبان خدا کا عطیہ ہے اور انسان کی ایجاد کردہ شئے نہیں لیکن وہ زبان اصلی اور قدرتی حالت میں کس شکل وصورت کی تھی اسکا خاطرخواہ جواب دینا ان کی طاقت سے باہر ہے لیکن اس منتر نے اس گتھی کو حل کرکے دکھادیا کہ وہ انسان کی قدرتی زبان ویدک شبدوں کی صورت میں براجمان ہو رہی ہے اس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈھنا سراسر لاحاصل ہے کیونکہ قرآن کو علم اور علمی مسائل سے کیا واسطہ؟ وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصے کہانیاں بھرے پڑے ہیں!۔

منتر نمبر (۶) यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः। ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥ य॰ अ॰ २६ मं॰ २

यथा جیسے میں इमां اس कल्याणीं دنیا اور عقبیٰ کی راحت دینے والی जनेभ्यः جملہ انسانوں کیلئے आवदानि رگوید آدی

چاروں ویدوں کی کلام کا अवदानि اُپدیش کرتا ہوں ویسے تم بھی کرو،
ब्रह्म ہم نے براہمن، کھشتری आर्य्याय ویش शूद्राय شودر
स्वाय تمہارے ملازم اور مستورات अरणाय اور اتی شودروں کے لئے
بھی ویدوں کا پرکاش کیا ہے تاکہ سب انسان ویدوں کو پڑھ پڑھا سُن سُنا کر علم کو
بڑھا کر نیک اعمال کے اختیار کرتے اور بد اعمال کے ترک کرنے سے دکھوں سے
چھُوٹ کر سرور حاصل کریں'' ۔

(مطلب) منتر مذکورہ بتلاتا ہے کہ وید نسل انسان کے لئے ہیں جنہیں بھیلانے مقصود جملہ انسانوں کے ہیں۔ یہی کہہ دینا کافی تھا۔ لیکن براہمن سے لیکر چنڈال تک کی تشریح کردینے سے کوئی شک کی گنجائش نہ رہے اس لئے تشریح بھی ساتھ ہی درج ہے۔

مولوی صاحب! دیکھئے تو سہی کہ وید کس عالمگیر اصول کی اشاعت کر رہا ہے اور آپکی آیات پیش کردہ کی رُو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا قرآن کو ایک درخاص بندے،، کے لئے کتاب کی صورت میں اُتارتا ہے۔ کہاں ایک خاص بندہ اور کہاں دنیا بھر کے کل انسان؛ قرآن کی آیت میں درج تھا کہ دھمکانے کیلئے قرآن اُتارا گیا ہے۔ لیکن وید کے لفظ کی طرف خیال تو کیجئے! کہ اس کلام ربانی کا نام کلیا. نی (راحت بخش) ہے اور قرآن جہاں کئی جگہوں پر اپنے آپ کو کتاب ظاہر کر رہا ہے وہاں وید اپنے آپکو واچم یعنی کلام ربانی بتلا رہا ہے۔ قرآن کتاب کی صورت میں اتارا گیا ہے لیکن وید جیسا کہ منتر بتلاتا ہے کلام ہے اور جیساکہ اُپدیش پرمیشور نے کیا ہے اور پھر ویدوں کی اشاعت کیلئے ہدائیت ہو کہ جسطرح میں نے اس فیض رساں کلام کو سبکے لئے ظاہر کیا ہے اسی طرح تم بھی جملہ انسانوں کیلئے اسکا اُپدیش کرو۔ کیسا عالمگیر اصول اور کیسی مبارک اور راحت بخش تعلیم ہی جو کہ منتر دے رہا ہے ۔

منتر نمبر (۷) ऋतंच सत्यञ्चा भीद्धात्तपसो ऽध्यजायत
ततो रात्र्यजायत ततः समुद्रो अर्णवः ।।१५।।
समुद्रादर्णवादधि संवत्सरो अजायत। अहोरात्राणि

विदधद्विश्वस्य मिषतो वशी ॥२॥
सूर्य्याचन्द्रमसौ धाता यथापूर्वमकल्पयत्॥
दिवञ्च पृथिवीञ्चान्तरिक्षमथो स्वः ॥३॥

مطلوبہ ویدک شبد	سنسکرت میں سوامی جی کا بھاشیہ مندرجہ رگ بھاشیہ بھومکا (دیکھو صفحہ ۱۱)
	यथार्थ सर्व विद्याधिकरणं वेद शास्त्रं (سنسکرت بھاشیہ کا مطلب) यथार्थ غلطی سے مبرا सर्व विद्याधिकरणं جملہ علوم کا مخزن वेद शास्त्रं جو وید شاستر ہے (اسکو)
तपसः ویدک شبد سنسکرت سوامی جی کا بھاشیہ	अर्थादनन्त सामर्थ्यात (مطلب) غیر متناہی طاقت سے داتا (پروردگار نے) अभिद्धात ظاہر کیا ہے۔ यथापूर्वम् جس طرح پچھلے کلپ کی سرشٹی میں ویدوں کا پرکاش کیا تھا ویسے ہی اب بھی کیا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہیگا۔
धाता वशी यथापूर्वम	سب عالموں کا سہارا دینے اور پرورش کرنیوالا ایشور جو فطرتی طور پر سب کو تحت میں کئے ہوئے ہے۔ جسطرح کہ اسکو دنیا کے پیدا کرنیکا علم اور مکمل عالم تھا اور جیسے کہ پہلے کلپ کی پیدائش میں دنیا کی ساخت تھی اور جیسے کہ جیوں کے نیک و بد اعمال تھے۔ انکے مطابق ایشور نے انسان

وغیرہ جانداروں کے اجسام وغیرہ بنائے ہیں۔

सूर्याच جیسے کہ پہلے کلپ (پہلی دنیا) میں سورج چاند بنائے تھے ویسے اب بھی بنائے ہیں۔

نوٹ:۔ ان منتروں کے دیگر الفاظ کی تشریح طوالت کے ڈر سے چھوڑ دی ہیں (ماٹر، مطلب) ایشور کو مکمل ثابت کرنے کے لئے اس سے بہتر دلائل دنیا بھر کے فلسفہ میں کہیں نہیں ملسکتیں جو کہ اِن منتروں میں درج ہیں اگر ذاتی ایشور اور اس کی صفات عمل اور عادات مکمل اور بے بدل ہیں اور جو کچھ ان سے اس کلپ میں ظہور میں آیا ہے رہی اس سے جو پیشتر اور وہی اسکے بعد کے کلپوں میں ظہور میں آنا چاہئیے یہ دنیا بنی ہوئی ہے اس لئے عقل کہتی ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ اس وقت یہ غیر مرکب ہو گی۔ اور اگر ایشور نے جو غیر مرکب ہے اس کو مرکب کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ پھر اسکو مرکب سے مفرد کی صورت میں نہ لاسکے اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری نہ رکھے اجسوقت بنتی ہے اسوقت کلپ کا آغاز ہوتا ہے جبوقت فنا ہوتی ہے اس وقت پرلے ہوتی ہے۔ کلپ کے بعد پرلے اور پرلے کی بعد کلپ کا دور تسلسل ہمیشہ سے جو آیا ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا۔ ٹھیک اسی طرح پر جس طرح کہ دن کے بعد اور رات کے بعد دن کا دور تسلسل جاری ہے!۔

امریکہ کے ایک فلاسفر اے۔ جے۔ ڈیوس کا قول ہے کہ خدا کے مکمّل ہونیکی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے کام اسی طرح پر بار بار کر سکتا ہے اور کرتا ہے جس طرح کہ ایکدفعہ وہ کرتا ہے یا کرے مثلاً دیکھو کہ خدا نے آج ایک بچہ کی دو آنکھیں بنائیں لیکن جتنے بھی بچے کل کو یا آئندہ سو برس کو پیدا ہونگے ان سب کی خدا دو ہی دو آنکھیں بنائیگا اور خدا کی سرشٹی میں بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایک چکر ازل سے چل رہا ہے جس کا کہ آغاز و اختتام ہو نہیں سکتا۔

مسلمان و عیسائی بھائی جو یہ مانے ہوئے ہیں کہ قیامت کے بعد پھر دنیا کبھی پیدا نہیں ہو گی وہ دراصل خدا کی ماہیت سے بے بہرہ ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ طاقت

جو خدا میں اب دنیا کو پیدا کرنے کی ہے آئندہ کافور ہو جائیگی! اگر خدا کی طاقت بے بدل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس طاقت سے وہ پھر دنیا پیدا نہ کرے ہاں اگر اُسکی طاقت گھٹ جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ خدا مکمّل نہیں. کیونکہ مکمل شئے اگر گھٹ جائے یا اس میں فرق آجائے تو اس کو مکمّل کہنا ہی غلطی ہے. مسلمان بھائیوں سے ہمارا سوال ہے کہ کیا خدا میں دنیا کے بنانے اور فنا کرنے کی طاقت ہمیشہ سے بے بدل ہے یا نہیں! اگر ہے تو کیا اسکا متواتر ظہور نہیں ہونا چاہیے؟

ان منتروں میں دنیا کی پیدائش کا ذکر ہے اور بتلایا گیا ہے کہ جس طرح اس سے پہلے کے کلپ میں ایشور نے دنیا بنائی اور چاند سورج وغیرہ کل اشیا رچی تھیں اُسیطرح کی یہ تمام چیزیں اس پیدائش کے موقعہ پر ایشور نے بنائی ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ اسی طرح بناتا رہیگا. اور دکھایا ہے کہ جس طرح غلطی سے مبرّا اور جملہ علوم کے مخزن وید اس کلپ کے آغاز میں پرکاش کئے ہیں اسیطرح پر پہلے کلپوں میں بھی پرورگار اپنی غیر متناہی اور مکمّل طاقت سے کرتا رہا ہے اور آئندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر کرتا رہیگا کیونکہ وہ مکمّل ہے۔

سرشٹی کی پیدائش کے ضمن میں ویدوں کے پرکاش کا ذکر ہونا اور یہ بتلانا کہ یہ وید ہمیشہ سے جیووں کے لئے پرمیشور ہر کلپ میں اُپدیش کرتا رہا ہے اور کرتا رہیگا کیسا تسلی بخش اور شانتی دائک ہے. کیا اب بھی مولوی صاحب یہی کہے جائینگے کہ ویدوں میں دعوئے الہام موجود نہیں؟ وید کے ازلی ہونے کا کیا اس سے بڑھکر ثبوت چاہتے ہیں کیا وید کی یہ صفات کہ وہ غلطی سے مبرّا اور جملہ علوم کا مخزن ہے، واقعی اس کو الہامی نہیں ثابت کرتے ہیں؟

منتر نمبر (۸)

अह्नौ द्विरह्न समयाति।।
अथर्व का ३ अ ६। व २९ मं॰ ६

لہ بیشک ہوگا لیکن یہ صورت اور شکل نہیں ہوگی بلکہ جنت و دوزخ کی صورت میں ہوگی جو خدا کی خلقت اور پیدا کرنے سے ہونگیں (منیجر)

سوامی جی کا بھاشیہ سنسکرت میں ۔

आस्या बृहस्पति र्थी दूहतया वाचो वृहेत्ता:
वेद शास्त्रस्य ......"

مطلب :- وید کی کلام کے مالک ہونے سے پرمیشور کا نام वृहस्पति ہے
گویا اِس منتر کے ان الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ ایشور ہی وید کی کلام کا مالک ہے
کیا معنے ؛ کہ وید کی کلام کلامِ ربانی ہے ۔

منتر نمبر (۹)

उदुत्यं जात बेदसं
यजु· ३१· ३३ मं ३१

مطلوبہ ویدک شبد جو اس منتر میں ہے وہ जातवेदसं ہے
اس کا بھاشیہ سوامی جی اس پرکار کرتے ہیں

(जातवेदसं) =जाता ऋग्वेदादयश्चत्वारो वेदा: सर्व ज्ञान प्रदा: ॥"

مطلب ۔ جس سے رگوید وغیرہ چار وید ظاہر ہوئے ہیں اور جو کل کائنات کا صانع ہے وہ جات ویدا ہے ۔

منتر نمبر (۱۰)

पुनन्तु विश्वा भूतानि जातवेदा: ...

اس منتر میں بھی ایشور کا نام جات ویدا یعنی ویدوں کے پرکاش کرنیوالا آیا ہے ۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ۔

منتر نمبر (۱۱)

स्वयम्भूर्याथा तथ्यतोऽर्थान
व्यदधाच्छाश्वतीभ्य: समाभ्य:
य· ३१· ४० मं ८

جو خود بخود موجود ۔ محیط کل ۔ پاک ۔ ازلی ۔ بے شکل پرمیشور ہے وہ ازلی اور رعایا جیووں کے بہبود کی خاطر تمام علوم کا اپدیش (تلقین) بذریعہ ویدوں کے ٹھیک ٹھیک

طریقہ پر کرتا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس ساتواں)

منتر نمبر (۱۲)

यस्मादृचो अपातक्षन् यजुर्यस्मादपाकषन् सामानि

यस्य लोमान्यथर्वाङ्गिरसो मुखम्

अ० व० कां० १० प्र० 23 अनु 4 मं० 20

مطلب:- پرماتما سے رگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھروید ظاہر ہوئے ہیں وغیرہ

اس منتر کا بھاش سوامی جی نے رگویدادی بھاشیہ بھومکا میں درج کیا ہے۔ وہاں پر سنسکرت سوامی جی کی دیکھ لیجئیگا۔ اس منتر میں چاروں ویدوں کا نام لیکر تبلایا ہے کہ وہ پرماتما سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس منتر کے آخری حصہ میں یہ جتایا ہے کہ:-

"اس [redacted] سکمبھ یعنی سب کو سہارا دینے والے ایشور کے سوائے اور کوئی دوسرا دیو (عالم) ویدوں کا پرکاش کرنیوالا نہیں ہے"؛-

اس منتر میں نہ صرف یہ تبلایا گیا ہے کہ چاروں وید پرمیشور سے پرکاشت ہوئے ہیں بلکہ نہائیت عمدگی سے ذہن نشین کرانے کے قدرتی طریق پر تمثیل دیکر تبلایا گیا ہے کہ علم چار قدرتی حصّوں میں ہی تقسیم ہو سکتا ہے۔ اور ان چار حصّوں کے نام رگ، یجر، سام اور اتھروید ہیں۔ رگ وغیرہ ہر ایک حصّہ کا نفس مضمون کیا ہے۔ اسکی تشریح بھی اسی منتر میں درج ہے اور نہائیت مختصر اور برجستہ الفاظ میں ایک النکار (تشبیہ) کی شکل میں بات کو ظاہر کیا ہے چنانچہ اس النکار کی رُو سے رگوید مثل پرانوں کے ہے۔ یجروید مثل دل کے ہے سام وید مثل رونگٹوں اور مساموں کے ہے۔ اتھروید مثل مکھ کے ہے؛-

بیشتر اس کے کہ ہم اس جگہ النکار کی ضروری تشریح کریں اوّل یہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر کردیں کہ النکار کا مدعا کیا ہے۔ واضح رہے کہ کسی دقیق علمی مسئلہ کو ذہن نشین کرانے کی غرض سے تشبیہہ یا النکار کا استعمال کیا جاتا ہے اب ہم بیشتر اس کے کہ رگوید کے نفس مضمون یا اسکی خصوصیت کو جانیں۔ یہ جاننا نہائیت ضروری ہے کہ پرانوں کا انسانی جسم سے کیا تعلق ہے جسکے ساتھ رگوید کو تشبیہہ دیگئی ہے؛-

پرشن اُپ نشد میں ایک کہانی کے طرز پر لکھا ہے کہ ایکدفعہ آنکھوں نے کہا کہ ہمارے بغیر جسم نہیں رہ سکتا اور اپنی عظمت دکھانے کی غرض سے آنکھیں جسم کو چھوڑ کر نکل گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسان اندھا ہو گیا اور بغیر آنکھوں کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی طرح پھر ایک ایک اندری نے جسم سے جانا شروع کیا۔ پھر یہ ہوا کہ وہ انسان اندھا بہرہ۔ گونگا۔ وغیرہ وغیرہ ہو گیا مگر زندہ رہا۔ ہر ایک اندری (حس)، نے جب دیکھا کہ ہم سب کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے تو لوٹ آئیں۔ پران (سانس)، نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں اور تم سب یہاں ٹھہرو۔ چنانچہ پران جسم انسانی کو چھوڑ گیا۔ پرانوں کا جسم انسانی کو چھوڑنا ہی تھا کہ کل اندریوں نے لازمی طور پر ساتھ ہی جسم سے علیحدگی اختیار کی اور اسوقت نہ جسم زندہ رہا اور نہ کوئی حس رہی۔ سب کو ماننا پڑا کہ زندگی بغیر پرانوں کے ناممکن ہے۔ اس لئے اس اُپ نشد میں لکھا ہے کہ پران سب سے افضل اور برتر ہے جسطرح پرانوں کے بغیر کوئی اندری کام نہیں کر سکتی اور پرانوں کے بغیر زندگی ناممکن ہے اسی طرح رگوید کے بغیر علم ہو نہیں سکتا۔ کیا معنے؟ کہ علم کی ابتدائی صورت رگوید ہے جس طرح بیج کے بغیر نہ جڑ رہ سکتی ہے نہ شاخیں، یا جس طرح پرتوں کے بغیر کوئی قوی اور اعضا زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح رگوید علم کا بیج ہے اور اسکی ابتدائی اصول ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ اگر ہم لفظ رگوید کی ماہیت سے واقف ہو جائیں رگوید کیلئے جو لفظ اس وید منتر میں آیا ہے وہ رچا ہے اور رچا کے معنے سنسکرت میں ستوتی کے ہیں اسکی مفصل تشریح بھومکا میں دیکھیئے ستوتی کا مترادف لفظ انگریزی

اور اردو میں "تعریف" ہے پس اگر ہم عام طور پر یہ کہیں کہ رگوید کے معنے تعریفی علم کے ہیں تو بیجا نہو گا۔ اب ہمیں کسی قدر پتہ لگ گیا کہ رچا اور رگوید کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تعریفی علم ہے۔ تعریفی علم وہی ہو سکتا ہے جو کہ موجودات کا علم بذریعہ تعریف حاصل کرائے اور در حقیقت غور سے دیکھیں تو علم بجز اس کے کہ وہ اشیاء کی تعریف (ستتی) ہو۔ کوئی چیز نہیں۔ اس بات کو ہم مثال سے سمجھا سکتے ہیں۔ جب ہم کہیں کہ اسکو پانی کا علم ہے تو اسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ پانی کی تعریف جانتا ہے یعنی یہ کہ پانی ٹھنڈا ہے اور بہنے کی صفت رکھتا ہے

گویا تعریف ہی دراصل علم ہے۔ جب ہمیں کوئی شخص ملتا ہے اور ہم اسکا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ بھائی صاحب کی تعریف کیجئے۔ یا تعریف علم کا باعث ہے اور علم تعریف مجسم ہے۔ علم کو اگر ہم ایک جسم سے تشبیہ دیں تو اس کی زندگی کا سب سے اعلےٰ اور ابتدائی اصول جو مثل پرانوں کے ہو سکتا ہے وہ تعریف یعنی رچا یا رگوید ہے۔

اسی تعریفی علم کا دوسرا انگریزی نام سائنس ہے اور سائنس کے معنی یہی ہیں کہ اشیاء کے اوصاف کی تعریف کرنا۔ سائنس کے دو حصے ہیں ایک Progressive اور دوسرا Exact پہلے سے مراد یہ لیجاتی ہے کہ جو دن بدن ترقی کر رہا ہے اور دوسرے سے یہ مراد ہے کہ جو بالکل ٹھیک اور غلطی سے مبرا ہونیکی وجہ سے اس قسم کی ترقی یا تنزل کا محتاج نہیں مثلاً دو اور دو ملکر چار ہوتے ہیں اس اصول کو سائنس یعنی سچے علم کا اصول کہینگے اور "عناصر چوسٹھ ہیں" یہ مسئلہ چونکہ پایہ تحقیق کو نہیں پہونچا۔ اس لئے اسکو Progressive یعنی بدلنے یا ترقی کرنیوالے سائنس کے صیغہ میں شامل کرینگے۔ اگر یہ مسئلہ آج درست مانا جارہا ہے تو کل کو غلط ثابت ہو سکتا ہے لیکن جسکو ہم Exact سائنس یعنی یتھارتھ گیان کے نام سے پکارتے ہیں اس میں ترمیم تنسیخ ترقی و تنزل ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ سائنس کے اندر اعلیٰ رتبہ Exact سائنس یعنی یتھارتھ گیان کا ہے۔ مشکوک سائنس کا دوسرا نام ترقی پذیر سائنس کہا گیا ہے اور اس کا درجہ کبھی غیر مشکوک یا صحیح سائنس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ مشکوک سائنس دراصل نامکمل علم ہے جبکہ Exact سائنس یعنی صحیح سائنس مکمل علم کہلا سکتا ہے لیکن یہ الفاظ کہ سائنس یا علم نامکمل کبھی ہو سکتا ہے دراصل بالکل غلط ہیں۔ علم کے اوپر یہ الفاظ نہیں گھٹ سکتے۔ اس بات سے مفہوم ہمیشہ یہ ہے کہ انسان جب کسی علمی اصول کو جیسا کہ وہ ہے اس حالت میں معلوم کر لیتا ہے تو تب وہ اسکو مکمل علم کا نام دیتا ہے لیکن جب اپنی ناقص عقل وغیرہ کے بواعث کے سبب کسی علمی اصول کی تہ کو نہیں پہونچتا تو اسوقت یہ کہتا ہے کہ اسوقت یہ علم نامکمل ہے یا ترقی کرنیکے قابل ہے۔ لیکن دراصل مراد اس کہنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان اس

قابل نہیں کہ خاص مضمون کے متعلق علمی اصولوں کو بالکل درست طور پر جان سکے۔ چونکہ انسان محدود العقل ہے۔ اس لئے اسکا محض اپنی کوشش سے قدرت کے خواص اور علمی اصولوں کو بالکل غلطی سے مبرا جان لینا ناممکن ہے۔ اور موجودہ یورپ اور امریکہ کی علمی تواریخ اس بات کی شاہد ہے۔ ہاں اگر خدا یا پرمیشور جوکہ قدرت کا صانع ہے وہ اپنے گیان سے جوکہ کبھی ناقص نہیں ہوسکتا۔ اسکو ہدایت دے تو وہ بغیر غلطی کے اعلیٰ اعلے اصولوں کو جان سکتا ہے اسلئے الہامی تعلیم کا درجہ کبھی Progressive سائینس یعنے مشکوک علم کا نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کبھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا کے ظاہر کردہ علم میں نقص یا غلطی ہوسکتی ہے۔ الہامی تعلیم میں کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہوسکتا ہے ترمیم تنسیخ کی محتاج نہیں ہے۔ اس کا درجہ سائینس یعنی غلطی سے مبرا علم کا ہے اسکے بیان کردہ اصولوں میں کبھی کوئی غلطی نہیں پکڑ سکتا۔

اوپر کئی منتروں کے پرمان دیکر ہم نے ثابت کردیا ہے۔ کہ ویدوں کی تعلیم غلطی سے مبرا۔ مکمل اور بالکل سچائی سے پر ہے کیا معنی؟ کہ وید Exact Science یعنی غیر مشکوک علم ہے اسکو انگریزی میں Infallible کہتے ہیں۔

یہ بات ہم اوپر کہیں بیان کرچکے ہیں کہ انسان میں خود بخود علم کے ایجاد کرنے کی طاقت نہیں۔ بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے سیکھتا آیا ہے۔ اور سب سے پہلے انسانوں نے اسکو ایشور یعنی خدا سے حاصل کیا اور اسی کا نام الہام ہے۔ موجودہ سائینس کی تواریخ اور اس میں سائینس کو مشکوک اور صحیح دو حصوں میں تقسیم کرنا ظاہر کررہا ہے کہ سائینس میں وہی مسائل صحیح ہیں جنکی اشاعت کرنے والوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے ویدک سدھانت کی مدد لی۔ اور جن مسائل میں وہ وید یا ویدک سدھانت کی مدد نہیں لے سکے۔ اس میں وہ ابھی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اور ان ٹھوکروں کو وہ مشکوک سائینس کا نام دیتے ہوئے دراصل یہ ثابت کررہے ہیں۔ کہ انسان محدود العقل وغیرہ ہونیکے باعث اس قابل نہیں کہ از خود درست علم یا راستی کی ماہیت کو پاسکے۔

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ علم تعریف مجسم ہے اور اب ہمیں اسی بات کو سمجھنا چاہئیے۔ کہ

۵۱۔ قرآن مجید خود کہتا ہے۔ علم آدم الاسماء کلہا (بقرہ)

جو کتاب الہامی ہونے کا دعوےٰ تو کرے لیکن یہ نہ کہے کہ میں اشیا کی تعریف بھی کرتی ہوں۔ وہ کبھی الہامی کہلانے کی مستحق نہیں۔ قرآن اور بائیبل کبھی دعوٰی نہیں کرتے کہ ہم اشیاء کی تعریف کرتے ہیں۔ یا ہمیں موجودات کے صحیح اور غیر مشکوک علم بتلانے سے کام ہے ؂

اس مختصر سی تشریح سے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رگوید کا دوسرا نام رچا یا تعریفی علم ہے اور یہ تعریفی علم یا رگوید کل علم کی زندگی ہے۔ اگر ہم علم کو ایک جاندار جسم کی تشبیہ دیکر بیان کریں۔ پس وید کا مبارک ارشاد کہ رگوید مثل پرانوں کے ہے بالکل درست اور صحیح ہے ؂

اب ہمیں دوسری بات کو وچارنا چاہیئے۔ پیشتر اس کے کہ ہم جانیں کہ یجروید کس قسم کے علم کا ذکر کرتا ہے۔ ہمیں ذرا دل کو سمجھ لینا چاہیئے۔ جس کے کہ ساتھ یجروید کو تشبیہ دی گئی ہے۔ ذرا دل کے اوپر ہاتھ دھر کر بتاؤ تو سہی کہ آپکو کیا معلوم ہوتا ہے فوراً آپکو پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ دھڑک رہا ہے۔ یعنی حرکت کر رہا ہے۔ پس حرکت کی صولوں کو کھلانا دل کا کام ہے۔ اور یجروید بھی مثل دل کے حرکت (کرم کانڈ) کے علم کو بیان کرتا ہے۔ عمل فعل کرم تمام حرکت کی ہی صورتیں ہیں ؂

رگوید میں مادی اور روحانی تمام اشیاء کی صفات جو کہ بذریعہ تعریف حاصل ہو سکتی ہیں۔ درج ہیں۔ لیکن اس علم کا کچھ مطلب بھی ہے۔ جسمانی راحت کیلئے ہنر کا ہونا ضروری ہے اور ہنر دیگیہ کی جان حرکت کا صول ہے۔ پس کرم کانڈ یعنی حرکت کی تعلیم دینا جس سے کہ جملہ صنعت و ہنر پیدا ہوں یجروید کا کام ہے یجروید کا انگریزی ترجمہ اگر ہم کے لفظ سے ادا کریں۔ تو بیجا نہ ہوگا انسان پہلے تعریفی علم کو حاصل کرتا ہے۔ پھر اس سے مفید اشیاء بذریعہ کرم بناتا ہے۔ نرکت۔ ادھیاء ۱۱ کھنڈ ۱۸ میں یج کے معنے دیو پوجا سنگتی کرن اور دان کے کئے ہوئے ہیں ؂

دیو پوجا سے مراد اعلیٰ اور مفید اشیاء سے کام لینے کے ہیں اور بغیر کرم یا حرکت کے کوئی کام ہو نہیں سکتا ؂

سنگتی کرن کے معنے جوڑنے یا ملانے کے ہیں۔ اور یہ عمل بھی بدوں حرکت کے
اصول کے تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا ؛
دان کے معنے تقسیم کرنے کے ہیں۔ اور یہ عمل بھی بدوں حرکت کے اصول کے تکمیل
کو نہیں پہونچ سکتا۔ پس حرکت کے اصول کو مختلف طور پر استعمال کرنے سے یہ نتیجہ
پیدا ہوگا کہ پہلے ہم صنعت وحرفت میں کمال کریں۔ جوکہ دیو پوجا کا دوسرا نام ہے ؛
پانی بباعث مفید شئے ہونے کے دیو کہلا سکتا ہے۔ اور اس کی پوجا یہ ہے کہ اسکو
ہم کلام میں لائیں۔ جن اشیاء کو رگوید نے دیوتا یا دیو (مفید اور اعلیٰ) قرار دیا ہے
اُن سے کام لینا یجروید کا منشاء ہے ؛
پن چکی چلانے سے ہم دیو پوجا کرتے ہیں۔ ہوا، بجلی وغیرہ جملہ دیوتاؤں سے کام لینا دیو پوجا ہے
کیمسٹری (علم کیمیا) کے مدد سے ہم مختلف اشیاء کو باہم ملانے یا تجربہ کرنے سے
مفید مرکب بنا سکتے ہیں۔ اور یہ بات سنگتی کرن کے لفظ سے ظاہر ہوتی ہے ؛
تمام کلیں اور صنعتیں جوکہ ہم دیو پوجا یا سنگتی کرن کے اصولوں کے مطابق بنا
سکیں۔ انسان کیلئے کبھی راحت نہیں دے سکتیں۔ اگر دان (تقسیم) کا اصول ساتھ کام نہ کرے
لوگونکو ضروریات کے مطابق کارخانے بنانے اور کارخانوں کی پیدا شدہ اشیاء کو
دان کے اصول کے مطابق لوگوں میں تقسیم کرنا ہی اُنکو جسمانی آسائش پہونچاتا ہے ؛
رگوید کا نام اگر سائینس ہے تو یجروید آرٹ ہے۔ پہلے ہمیں کسی شئے کا
علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اس علم کی مدد سے حرکت کے اصول
کے مطابق اس شئے کو مفید صورت دے سکیں۔ یورپ میں جن لوگوں نے کلیں
بنائی ہیں وہ پہلے اشیاء کے خواص سے واقف تھے۔ پہلے مغرب میں سائینس بڑھا
پھر سائینس کے ساتھ آرٹ (ہنر) بڑھے۔ ہنر سائینس کا نتیجہ ہے ؛
رگوید کا مضمون گیان کانڈ ہے اور یجروید کا کرم کانڈ ہے۔ اور اسی بات کو النکار
کے طور پر کہا گیا ہے کہ یجروید دنیا کا ہاتھ ہے یعنی حرکت کے اصول کی تعلیم دیتا ہے۔
اب ہم تیسری بات کی طرف آتے ہیں۔ مادی یا جسمانی ترقی کا خاتمہ گیان اور

کرم کانڈ پر ہے۔ انسان صرف جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی ہے۔ جسمانی ضروریات کے بہم پہونچانے کے لئے علم و ہنر کافی ہیں اور روحانی ترقی کرنے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ لیکن روح کی ترقی گیان اور کرم سے نہیں ہو سکتی۔ اگر گیان اور کرم جسمانی آسائشوں کو بہم نہ پہونچاتے تو روح کبھی ترقی نہ کر سکتی۔ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ کا مسئلہ بالکل درست ہے۔ بھوکے مرتے کیا نہ کرتے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ لیکن جہاں گیان اور کرم کی ترقی ہے۔ وہاں بھوکھ جسم کی مٹ جاتی ہے۔ اور جب جسمانی بھوکھ کا خطرہ نہ رہے تو تب روح کو اپنی ذات ترقی کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ پس جہاں گیان اور کرم کا خاتمہ ہوتا ہے۔ وہاں پر روحانی ترقی کا آغاز ہوتا ہے۔

آتما اصل میں پاک ہے۔ لیکن جب آتما پرکرتی کی اشیاء کیساتھ تعلق کر لیتا ہے تو پرماتما سے دور ہو جاتا اور اسی باعث سے ناپاک بنجاتا ہے۔ روحانی ترقی سے مراد یہ ہے کہ روح کو اپنی اصلی پاک حالت میں لایا جاوے۔ تاکہ مادی اشیاء کے دام محبت میں یہ گرویدہ نہ ہو جاوے اور اُس راحت شانتی کو جس سے یہ مادی اشیاء یا ہم جنس روحوں میں ڈھونڈ رہی تھی حاصل کر سکے۔ وہ آنند مادہ یا روحوں کا وصف نہیں بلکہ آنند ایشور کی ذات میں ہے۔ ایشور ہی سرور مجسم ہے۔ پس مادی اشیاء کی محبت اور موہ سے من کو ہٹا کر ایشور کے نزدیک لانا ہی روحانی ترقی ہے۔ اور اسی کو اُپاسنا کہتے ہیں جسکے معنی نزدیک نشست (قرب الٰہی) کے ہیں۔

آتما میں یہ کثافت پرکرتی کے تعلق سے آگئی تھی۔ اب پرکرتی کے تعلق کو ہٹانے سے اسکا میل دور ہو سکتا ہے۔ لوہے کو اگر پانی کی صحبت کے باعث زنگ (میل) لگ گیا ہے تو اسکو اصلی حالت میں لانے کے لئے آگ میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ آگ کا قرب لوہے کے زنگ کو دور کر کے اور اسکو پاک بناتا ہوا اصلی حالت میں لا سکتا ہے۔

روحانی ترقی کیلئے ہمیں یہی ضروری ہے کہ آتما روپی زنگ آلودہ لوہا ایشور روپی اگنی میں شدھی یعنی پاکیزہ بنانے کیلئے ڈالا جاوے اور یہی سام وید کا مدعا ہے۔ سام وید کو سام وید رنگوں سے تشبیہ دیگئی ہے۔ سام اور رد و شگے غلاظت کو نکالکر کل جسم کو پاک صاف کر دیتے ہیں۔ اگر جسم کی اصلی حالت کا نام صحت رکھا جاوے تو غلاظت کے جمع ہونیسے

وہ صحت (اصلی حالت) بگڑ سکتی ہے۔ لیکن مسام اور رونگٹے غلاظت کو خارج کرنیسے جسم کی اصلی حالت قائم رکھتے ہیں۔ مسام اور رونگٹوں کا کام شدھی (صفائی) کرنا ہے۔ اور یہی سام وید کا کام ہے۔ سام وید آتما کی شدھی کے مضمون کو کہتا ہے اور اس آتم شُدھی کا ذریعہ اُپاسنا (عبادت) بتلاتا ہے۔ جب آتما ایشور کے نزدیک لایا جاویگا۔ تب ہی اُن کے من سے ایشور اچھا کے خلاف وصف اور عمل دور ہوسکیں گے ایشور روپی آگ میں تپ کر آتما شدہ ہوسکیگا۔ پس روحانی ترقی کا پہلا درجہ شدھی ہے۔ اور یہ شدھی بذریعہ یوگ یا اوپاسنا کے عمل میں آسکتی ہے۔ علم کا وہ حصہ جو روحانی ترقی اور اُسکا وسیلہ شدھی کو بتلاتا ہے۔ وہ سام وید ہے۔ لہٰذا سام وید کا نفس مضمون آتم شدھی یا اُپاسنا ہے ؛

(معلوم نہیں ماسٹر جی کیا کہہ رہے ہیں شاید آپ سماج میں لیکچر دے رہے ہیں میدان منبر میں ستر نجی)

اب ہم چوتھی بات کیطرف آتے ہیں: ناپاک آتما لگاتار ایشور کی صحبت کرنے سے آخر کار پاک ہوجاتا ہے۔ اور یہ پاکیزگی اوپاسنا کا پھل ہے۔ جب یہ من پاکیزہ ہوتی ہے تب ہی یہ نیچ کو حاصل کرنیکے قابل بنتی ہے۔ جب شیشہ پاک صاف ہوجاتا ہے تب ہی یہ نور کو جذب کرسکتا ہے۔ آتما جسوقت اُپاسنا کے ذریعہ پاک ہوجاتا ہے اُسوقت صفات الٰہی کو جذب کرسکتا ہے۔ تب ہی یہ اُس آنند کو جو کہ پرمیشور سے ہی ملتا ہے جذب کرکے آنندت ہوجاتا ہے۔ اور مکت کہلاتا ہے۔ آنند کے حصول کی تکمیل اُپاسنا کے بعد ہوتی ہے۔ جب آتما میں کوئی میل نہیں رہی تو پھر یہ آنند کو بلا روک جذب کرسکتا ہے اوپاسنا کے بعد گویا آنند کے حاصل کرنیمیں جیو کمال کرتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو اسوقت جیو کو مکمل جیو کہہ سکتے ہیں۔ جب درخت کو پھل لگنے لگتا ہے تو درخت کے کمال کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ جب پھل پک جائیں تو کہا جاتا ہے۔ کہ درخت مکمل ہوگیا۔ اسی طرح جب جیو گیان۔ کرم اور اُپاسنا کی سیڑھیوں سے آنند کی منزل مقصود پر پہونچگیا تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جیو مکمل ہوگیا۔ کوئی کمی باقی نہیں رہی ؛

انسانی جسم میں ڈاکٹر لوگ دماغ کو کُل طاقتوں کا ذخیرہ بتلاتے ہیں۔ جسمانی اعضا

کی کمیوں کو پورا کرنا دماغ کا کام ہے۔ دماغ کا درجہ سب سے اونچا اور اعلیٰ ہے جسم کی تکمیل دماغ کی تکمیل کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ لیکن دماغ مکھ کا ایک حصہ ہے مکھ میں تمام حِسیں جن کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے رہتی ہیں۔ حرکت بھی تکمیل کی حالت میں مکھ میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں مکھ کے معنی مکمل سردار اور اعلےٰ کے ہیں اسی واسطے اتھروید کو مکھ سے تشبیہ دی ہے۔ اتھروید (گیان) مکمل اور اعلیٰ علم کا نام ہے۔ رگوید کو اگر ہم بیج سے مشابہت دیں تو اتھروید کو پھل سے دے سکتے ہیں۔ جبوقت بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اسوقت اُس کی زندگی کا آغاز اُس کے پرانوں سے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بچہ بزرگ اور مکمل انسان تب ہوتا ہے جبکہ اُسکا دماغ مکمل ہو جائے دماغ۔ سر یا مکھ کمالیت کی نشانی ہے۔ پس اتھروید کو جب ہم مکھ کہتے ہیں تو اُس سے یہ مراد ہے کہ یہ روح کو گیان (علم معرفت) کے ذریعہ مکمل بنا دیتا ہے۔ اور اسی حالت میں جیو جیون مکت یا پورن جیو ہو سکتا ہے۔ اور اسیواسطے رشیوں نے کہا ہے کہ "شیش انشوں کی پورتی (تکمیل) کرنا اور سرب سنشوں کو نورت کرنا" اتھروید کا مدعا ہے +

کمال خاتمہ کا دوسرا نام ہے۔ تکمیل سے پرے کوئی درجہ نہیں۔ ایشور کی آنند سے پرے کوئی راحت نہیں۔ انسانی جسم میں مکھ سے بڑھکر کوئی عضو افضل اور اعلیٰ نہیں۔ اسی لئے علم کا خاتمہ علم کی تکمیل کے ساتھ ہے۔ تمام علم کا مدعا روح کو جسمانی اور روحانی راحت دلانا تھا۔ رگ اور یجو نے جیسے مادی اور جسمانی آسائش دلاکر روح کو ترقی کے قابل بنا دیا +

سام وید نے روح کو پاک کرکے اصلی پاکیزہ حالت میں کر دیا۔ اتھروید نے روح کی رہی سہی کمیوں اور کمزوریوں کو ایشور کے وصل سے دور کرکے مکمل اور پرم راحت دیا پس وید (علم) کی یہ قدرتی تقسیم رگ یجر سام اور اتھر ہی ہو سکتی ہے اور یہی بات علاوہ دیگر باتوں کے اس منتر میں ظاہر کیگئی ہے +

ऋचं वाचं मपद्ये मनो पजुः मपद्ये साम प्राण

प्रपद्ये चक्षुः श्रोत्रं प्रपद्ये ॥ अ० ३६ मं० १॥

اس منتر میں رگ۔ یجر اور سام تین ویدونکے نفس مضمون کا ذکر ہے۔ اس منتر کا نفس مضمون اُس منتر کے نفس مضمون کی بالکل تائید کرتا ہے۔ جو کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ لیکن یہاں النکار کسی قدر مختلف ہے مگر اُسکا مدعا وہی ہے۔ چنانچہ اس منتر میں

(رگوید) رچاکو۔ واچم یعنی زبان کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے ؎

(یجروید) کو۔ من کے فعل " " " ؎

(سام وید) کو۔ پران کے فعل " " " ؎

ہر شئی کی واچم (کلام) ہی تعریف کرتی ہے۔ اور زبان سے ہمیشہ تعریف کیجاتی ہے جو جس کے اوصاف ہوں۔ اُنکو بتلانا زبان یا کلام کا کام ہے۔ اس لئے رگوید گویا بمنزلہ کلام ہے۔ یا یوں کہو کہ موجودات کی تعریف کرتا ہے ؎

یجروید کو من سے تشبیہ دیگئی ہے۔ من کی دو خصوصیتیں ہیں ایک تو یہ کہ اسمیں پرلے درجے کی حرکت ہے۔ اور دوم یہ کہ باوجود متحرک ہونیکے یہ خواہش کرنیکا آلہ ہے پس یجروید حرکت یعنے کرم کانڈ کے اصول کی تعلیم دیتا اور ساتھ ہی بتلاتا ہے کہ یہ اعمال سوچ سمجھکر کرنے چاہئیں۔ اسی واسطے یجروید کا دوسرا نام منن شاستر بھی ہے کیونکہ جو صنعت وحرفت کلا کوشل ایجاد وغیرہ کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ وہ بدون سوچنے ظہور میں نہیں آسکتے۔ من کے ساتھ یجروید کو تشبیہ دینے سے یہ جتانا مقصود ہے کہ یجروید اُس حرکت کے اصول کی تعلیم دیتا ہے۔ جو کہ خواہش اور سمجھ سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا نشکام کرم کانڈ یجروید کا نفس مضمون ہے ؎

سام وید کو اس منتر میں پران سے تشبیہ دی ہے۔ لفظ پران کے تین موٹے معنی ہیں (اول) ابتدائی حالت (دوم) نشکام کریا (سوم) اصولِ طاقت ؎

اِس سے پہلے منتر میں ہم نے جہاں رگوید کو پران ثابت کیا تھا۔ وہاں اسکے معنی ابتدائی حالت کے کئے تھے۔ لیکن اسجگہ وہ معنی کرنے درست نہیں یہاں نشکام کریا کے معنی لینے نہایت مناسب اور منتی ہیں۔ من سے خواہش کیجاتی ہے۔ اور تمام دنیا کے کام بغیر

خواہش دنیا کے نہیں ہوتے۔ اسی کو سنسکرت میں سکام کرم کہتے ہیں اور یہ یجر وید کا نفس مضمون ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکے ہیں۔ لیکن سکام کے بعد نشکام کا درجہ ہے نشکام کے معنے بغیر خواہش دنیا کے ہیں۔ اور یہ بات وید نے پران کے لفظ سے النکار کے طور پر ادا کی ہے۔ من جہاں آلہ حرکت ہے۔ وہاں آلہ خواہش بھی ہے۔ پران حرکت تو کرتا ہے۔ لیکن پران آلہ خواہش نہیں۔ پس سام وید طریق عبادت سکھلاتا ہے اور عبادت کا آغاز تب ہوتا ہے جب انسان دنیوی اشیا کے بھوگنے کی خواہش کو ترک کر دیوے اسی کو سنسکرت میں ویراگ اور فارسی میں ترک کہتے ہیں۔ ویراگی (تارک الدنیا) سے مراد ہم ہمیشہ یہ لیتے ہیں۔ کہ جو دنیا میں رہکر دنیا کا بندہ نہ بنے۔ دنیوی ضروری کام کرتا ہوا بھی دل میں اُنکی خواہش نہ رکھے۔ مثلاً ایک خزانچی سرکار کیطرف سے دس روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے۔ ہزاروں روپے اُسکے تحت میں ہیں۔ لیکن وہ کبھی دل میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں خزانہ کا مالک ہوں۔ یا اگر اُسکو خزانہ کے کام سے ہٹا کر کسی اور کام پر لگایا جاوے تو اُسکو کبھی رنج نہیں ہوتا۔ وجہ یہ کہ اُسکا خزانہ میں خواہش (ممتا) نہیں ہے دایہ غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہوئی کبھی اُسکو من سے اپنا بچہ نہیں سمجھتی۔ جب اُس سے بچہ کو لے لیا جاتا ہے۔ تو اُس کو دُکھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح عابد یا ویراگی کھانے پینے کے معمولی کام اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ لیکن وہ دنیوی اشیاء کی خواہش من سے نہیں کرتا۔ من سے تو خدا کے قرب کی خواہش کرتا ہے کیا معنے؟ کہ عابد مثل پران کی نشکام کرما کے ہے۔ پران کسی قسم کی خواہش نہ رکھتا ہوا کھانے پینے کی چیزوں کو تحلیل کرتا ہے لیکن جن چیزوں کو پچاتا ہے۔ اُنکی خواہش اس میں نہیں۔ بھوگ یا راگ سے جب انسان چھٹتا ہے تب ہی نشکام مارگ (عبادت) میں داخل ہوتا ہے۔ پس سام وید سکھلاتا ہے کہ جس طرح پران شریر میں نشکام ہو کر وچرتا ہے۔ اُسی طرح عابد کو دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ دنیوی خواہشات کا ترک کرانا سام وید کا مدعا ہے اور اسی کا نام پران مارگ یا نشکام مارگ ہے اور اسی کو مہرشی دیانند نے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۷۹ پر اس پرکار ورنن کیا ہے:-

समग्रा परमेश्वरस्य प्राप्ति मेव फल मुद्दिश्य
क्रियन्ते तदा ये अहिक फलाय तत निष्काम संज्ञा

(مطلب) صرف پرمیشور کے حاصل کرنے کی غرض سے دہرم کے کاموں کا کرنا ہی نشکام مارگ ہے جیس دنیوی بھوگوں کی خواہش سے دہرم کے کام کئے جاتے ہیں۔ اُسکو سکام کہتے ہیں" ÷

نشکام اور سکام دونوں مارگوں میں دہرم کے کام کرنے ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ سکام مارگ میں دنیوی بھوگوں کی خواہش ہوتی ہے۔ اور نشکام مارگ میں ایشور کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ ایشور کے حاصل کرنے کی تدابیر بتلانا سام وید کا کام ہے۔ اور اسی وجہ سے سام وید نشکام مارگ یعنی اوپاسنا کا طریق سکھلاتا ہے اور سکام مارگ ارتھات لوک ایشنا۔ وت ایشنا پتر ایشنا سے ہٹاتا ہے ÷

سام وید کو پران سے تشبیہ دینے کی ایک اور بھی وجہ یہ ہے۔ کہ عبادت میں پران کے ایام یعنی یوگا بھیاس کی ضرورت ہے۔ طوالت کے خوف سے اسکی زیادہ تشریح ہم نہیں کرنا چاہتے۔ منتر کے بقیہ حصہ کا نہ ہی ہمنے ترجمہ کیا ہے۔ اور نہ ہی تشریح کیونکہ اس کی تشریح یہاں مطلوب نہیں ہے ÷

منتر دیگر

शं नो मित्रः शं वरुणः शं नो भवत्वर्यमा। शन्न इन्द्रो
बृहस्पतिः शं नो विष्णुरुरुक्रमः॥ ऋ० अ० १ । अ६ व१८

اِس منتر میں لفظ "برہسپتی" سے مراد ایشور کی ہے۔ لیکن برہسپتی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑی سے بڑی شئے یعنی آکاش کا سوامی اور دوسرے ویدوانی کا سوامی ÷

جب پرمیشور ویدوانی کا سوامی ہے۔ تو بلاشبہ ویدوانی ایشور کیطرف سے ہے کیونکہ وہی اسکا پتی اور مالک اور حفاظت کرنیوالا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

منتر دیگر

तमीळत प्रथमं यज्ञसाधं विश आरीराहुतमृञ्जसानम्
ऊर्जः पुत्रं भरतं सृप्रदानुं देवा अग्निं धारयन्द्र
विणोदाम् ऋ० १।७ व ३ मं ३

اس منتر میں सृप्रदानुम् لفظ موجود ہے اسکے معنے یہ ہیں کہ ایشور ہی سب جگت کو حرکت اور گیان وید کا عطا کرنیوالا ہے (مفصل تشریح کیلئے آریہ وبہوتی کے صفحہ ۱۱۹۔ اور مہرشی دیانند کا رگوید بھاشیہ صفحہ ۱۶۴۹ ملاحظہ فرمائیگا)

منتر دیگر

स पूर्वया निविदा कव्यतायोरिमाः प्रजा अजनय
न्मनूनाम् । विवस्वता चक्षसा द्यामपश्च देवा अग्निं
धारयन्द्रविणोदाम् ॥ ऋ० अ१ अ७ व ३ मं २

(सः) जगदीश्वरः (पूर्वया) प्राचीनया (निविदा)
वेदवाचा (कव्यता) कव्यं कवित्वं तस्य ते यया
(आयोः) प्राप्तव्यात् कारणात् (इमाः) प्रसिद्धाः
(प्रजाः) प्रजायन्ते यास्ताः (अजनयत्) जनयति

(دیکھو رگوید بھاشیہ کرت سوامی دیانند صفحہ ۱۶۴۶)

(مطلب) انسانوں کیلئے پرمیشور نے پوروِیا (ازلی) نی دوا (کلام وید) کو جس سے کہ وہ کوتاہی (علم) کی اشاعت کرسکیں۔ آیوہا (ازلی علت) سے آج لی ین (پیدا) کیا ہے ۞

اس مبارک منتر میں بتلایا گیا ہے۔ کہ کلام وید جو کہ ازلی ہے۔ اسکو پرمیشور نے ازلی علت یعنی اپنے میں سے ظاہر کیا ہے۔ اور دنیا میں جملہ علوم جو کہ اشاعت پا رہے ہیں۔ اُن کا مخرج وید ہی ہے۔ کیونکہ منتر بتلاتا ہے۔ کہ وید دانی کا اپدیش اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ انسان علم کی اشاعت اس کی بدولت کرسکیں ۞

اسی منتر کے اگلے حصے میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اُسی پرمیشور نے جس نے کہ ویدوں کا پرکاش

کیا ہے۔ مادی سورج کو اس غرض سے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ مادی اشیاء کو دکھا سکے اور اسی پرمیشور نے پانی۔ نباتات وغیرہ بنائی ہیں۔ اور سب دولت کا دینے والا وہی پرمیشور ہے۔ ایسے اگنی (علم مجسم) پرمیشور کو ودوان لوگ ہاں کرتے ہیں۔ اور اسی کی عبادت کرتے ہیں ؛

منتر دیگر

समातरिश्वा पुत्रवमर पुष्टिं विदद्गातुं तनया स्वर्विन्। विशां गोपा जनि तारो दस्यो दैवा अग्निं धारयन् द्रविणदाम्॥ ऋ० मं० १ अ० १० ७ व मं० ४

म---त (دیکھو مہرشی دیانند کرت رگوید بھاش صفحہ ۱۵۶)

म---त्र اپنی اولاد کی مانند جیو کیلئے स्वर्विद् راحت بخش त्रातुम

ویددانی کو विदन् ایشور نے دیا ہے۔ اور ماترشوا (کرہ ہوائی) کو پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ ہرادانی کی اشاعت میں ذریعہ بنے ؛

یہ کلام وید کی ہی خوبی ہے کہ سچائی کو ظاہر کر سکے۔ اس منتر نے کس خوبی سے تبلایا ہے۔ کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کی بہتری کے لئے راحت بخش سامان مہیا کرتا ہے اسی طرح جیو روپی اولاد کے باپ (ایشور) نے سکھ دینے والی کلام وید کا اپدیش کیا۔ تمام عالم مانتے ہیں۔ کہ اگر ہوا نہ ہوتی تو انسان کی کلام کو دوسرا انسان نہ سن سکتا ایک انسان کی کلام کو دوسرے انسان کے کان تک پہنچانے کا ذریعہ ایشور نے ہوا (ماترشوا) کو ہی بنایا ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم زیادہ نہیں لکھتے ؛

فقرہ ہفتم۔ مولوی صاحب نے مہربانی کرکے اپنے مطلب کو صاف نہیں کیا یا شاید نہیں کر سکے۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ ہر ایک قوم میں ایک پیغمبر گذر چکا ہے اور خدا جانتا ہے۔ تو خدا نے کیوں نہیں اُن کے نام تبلائے ؟ خدا کا یہ کہنا کہ "ہم نے وہی راہ تبلائی ہے۔ جسکی بابت نوح کو ہدایت دی تھی۔ اور جس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہدایت ہوئی تھی" ؛

مجھے خدا کی واقفیت پر حیرانی آتی ہے۔ اگر آریہ جاتی میں بقول قرآن کوئی پیغمبر گذرا ہے۔ تو خدا نے اس کا نام کیوں نہیں لکھا؟ عرب کے گرد نواح کے عیسیٰ موسیٰ ابراہیم اور نوح کے نام جانتا ہے۔ کیا۔ ایران چین۔ روس۔ جاپان۔ آسٹریلیا جنوبی امریکہ شمالی امریکہ۔ یورپ۔ افریقہ وغیرہ میں پیغمبر نہیں گذرے؟ اور اگر بقول قرآن گذرے ہیں تو خدا کو انکا علم نہیں؟ افسوس! کہ عربی خدا کی واقفیت کیسی! دہ مولوی اور ناقص ہے

آگے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ دین کیا ہے؟ اور جواب دیتے ہیں کہ وہ توحید ہے۔ میرے خیال میں لفظ توحید بالکل بے معنی ہے۔ کیا توحید کے یہی معنی ہیں؟ کہ ایک خدا اگر یہی ہیں۔ تو اس سے کچھ قرآن کی بزرگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیا کسی چیز کے ساتھ لفظ ایک کا لگانے سے وہ چیز اعلیٰ ہو سکتی ہے؟ یا سمجھی جا سکتی ہے؟ فرض کرو کہ کوئی کہے کہ بہت چور نہیں صرف وحدہٗ لاشریک یعنی ایک چور۔ تو کیا ایک چور اچھا سمجھا جائے؟ اصل میں جہاں قرآن بار بار لفظ ایک پر زور دیتا ہے جو کہ بے معنی ہے۔ وہاں اسکو چاہئیے تھا۔ کہ اس ایک کی مکمل صفات بھی ظاہر کرتا۔ اگر ایک عمدہ مکمل صفات والا خدا ثابت کر سکتا تو نہایت ہی عمدہ بات تھی۔ لیکن قرآن کے مصنف نے نویں وید انیتوں سے لفظ ایک تو سُن لیا۔ اور مکمل صفات سُن نہ سکا۔

واحد خدا کی کیا مکمل صفات ہونی چاہئیں۔ اسکا فیصلہ علم و عقل و قدرت سے ہی کر سکتے ہیں۔ جو آدمی کہ علم وعقل اور قدرت کی شہادت ماننے والا ہے اسکو شائید مولوی صاحب تو مشکل سے، لیکن آریہ لوگ برابر ایشور کی ہستی کا قائل کر سکتے ہیں کیونکہ قدرت اُسکا فعل ہے۔ اُس سے صانع کی صفات جانی جا سکتی ہیں۔ اگر قدرت کے اندر انتظام ہے تو ایشور منتظم اور صاحب علم ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا میں انسانوں کی حالت رنج و راحت یکساں نہیں تو ایشور کا عدل ثابت ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی صفت ہم ایشور کی ایسی نہیں مانتے جو کہ قدرت اور علم وعقل سے ثابت ہو سکے پس جب ہم کہتے ہیں کہ ہم ایشور کی ہستی کو ثابت کرینگے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکی صفات بھی ساتھ ہی ثابت ہو سکتے ہیں۔

ے بالکل غلط۔ خدا کی صفات کا مضمون صفحہ ۵۱ پر دیکھو (مینیجر)

لیکن قرآنی خدا کی تو ایک ہی صفت ہے۔ یعنی ایک ہی یا وحدہٗ لاشریک ہے میرے خیال میں ایک بیشک وہ ہے۔ لیکن وہ کیا ہے؟ اسکا جواب "قرآن" ہرگز نہیں دے سکتا۔ کیا معنے؟ کہ قرآن قدرت کے خدا کی صفات کو کہہ نہیں سکتا۔ پس محض توحید کا لفظ جبکی کہ مسلمان بڑائی کرتے ہیں بے معنی لفظ ہے کیا آکاش ایک عنصر نہیں؟ کیا زمانہ ایک شئی نہیں؟ محض لفظ ایک خدا کی کل صفات تبلانے کیلئے بالکل ناکافی ہے ؎

آگے چلکر مولوی صاحب نے سناتن دہرم گزٹ کا ذکر کیا ہے۔ اور نہایت سنجیدگی سے لکھا ہے۔ کہ "آریہ سماج کو بجز بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی" مولوی صاحب! اگر آپنے عدالت میں جاکر یہ الزام ثابت کرنا ہو تو کیا وہاں آریہ سماج کے مخالف کا حوالہ دے کر آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے یا نہیں کرینگے۔ تو یہاں لکھتے ہوئے آپکے دل میں خیال تک نہ گذرا؟ کہ سناتن دہرم گزٹ کی شہادت سے ہم کیا لکھ رہے ہیں اگر آپ کو انصاف مدنظر ہوتا۔ تو آپ کبھی تو اُس مباحثہ میں تشریف لاتے اور آنکھوں سے دیکھتے کہ کس کو بھاگنے کی کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ واقعی مولوی صاحب اگر قاضی بنائے جائیں اور اس قسم کے فتوے بلا تحقیق دیں تو بندگان خدا کا خوب انصاف ہو شاید مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ تحریر میں امر واقعہ کے خلاف لکھنے کا ڈر نہیں۔ میں نہایت ادب سے درخواست کرونگا۔ کہ کیا مولوی صاحب سناتن دہرم گزٹ کو مستند مانتے ہیں؟ اور اگر نہیں مانتے تو یہاں پر ایسا کیوں لکھدیا[1]؟

اِس سے آگے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خدا بندوں کی حاجتوں کیمطابق اُنکے سامان مہیا کیا کرتا ہے۔ جس سے مطلب آپکا یہ ہے کہ بندوں کی حاجتیں بدلتی رہتی ہیں یعنی پہلے زمانہ میں تو انسان پر رکھتے اور ہوا میں اُڑتے تھے۔ اب چونکہ انسانکے پر نہیں رہے (نہ معلوم کیوں) اسلئے خدا نے اب چلنے کیلئے زمین کا فرش بچھا دیا ہے پہلے لوگ شاید اور قسم کے الہام کے محتاج تھے۔ لیکن حضرت صاحب کیوقت میں گویا انسانی فطرت ہی بدل گئی اور اُنکو قرآن کا سا ناقص الہام درکار ہوا۔ خدا یہ بھی بقول

[1] مولوی صاحب نے مستند سمجھکر نہیں لکھا۔ بلکہ ہندوؤں کا کلام نقل کیا ہے دیکھو ص ۳۵ دنیچرا

آپ کے کہتا ہے کہ "اپنے بناوٹی دوستوں اور اماموں کے پیچھے مت چلو" مگر پھر بھی کیسی ناقص اور ادھوری نامکمل بات ہے۔ کیا مکمل خدا ایک مکمل فہرست دنیا بھر کے ماموں بمعہ اُنکے نام و نشانہ کے نہیں دے سکتا تھا۔ اچھا اگر اُسے فرصت نہ تھی تو اتنا تو ضرور کرتا کہ بناوٹی دوست یا امام کی پہچان ہی بتلا دیتا۔ کیا بناوٹی دوست وہ ہے؟ جو علم و عقل اور راستی کے خلاف وعظ کرے۔ اگر یہ تعریف خدا کو منظور ہے تو پھر حضرت محمد صاحب جنکے قرآن میں علم و عقل و راستی سے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں۔ بناوٹی دوست اور بناوٹی امام ثابت ہونگے اور پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اُنکے پیچھے ہرگز نہ چلیں[1]۔

آگے چلکر جناب لکھتے ہیں کہ یہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بھی بنی اسرائیل کو بتاتا ہے۔ جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں:۔

مجھے آج معلوم ہوا کہ قرآن کے مصنف کو تاریخ لکھنے کا بخوبی مادہ نہ تھا۔ بھلا تاریخی باتوں اور معموں میں اِسکے کیا معنے؟ ایسی باتوں سے مکمل خدا کا کیا مطلب؟ گول مول کارروائی خدا بھی معمولی آدمیوں کی طرح کرنیکا عادی ہے:۔

اور دیکھیئے! کہ "ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تمکو بھی یہی ہدایت کی ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو" واہ!! کیا کہنا! خدا کو لفظ کتاب کا ہی آتا ہے۔ گیان تو اُس کے دماغ میں سما نہیں سکتا۔ پہلی کتاب کا پھر دیکھیئے! نام تک نہیں بتایا۔ مہمل باتیں ہیں وہ کونسی پہلی کتاب ہے؟ کہ پہلی کتاب کے بعد قرآن دوسری ہے۔ اور کیا جس طرح پرائمری کلاس میں جاکر تیسری کتاب پڑھتے ہیں کل کو کوئی تیسری کتاب بھی آئیگی کتاب کا لفظ جس فصاحت سے استعمال کرتا ہے اُس سے ایک معمولی آدمی بھی بلا شبہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ قرآن کے خدا کے ذہن میں کتاب کو اتارنے یا گرانے کا ہی خیال ہے گیان کو دلمیں بذریعہ تحریک ڈالنے کا نہیں پس جبکہ عقل نے ثابت کردیا ہے کہ کوئی کتاب خدا کیطرف سے نہیں گرسکتی اسلیئے قرآن کا یہ قول غلط اور مہمل ہی ثابت ہوا:۔

---

[1] یہ محض آپکا دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو آجتک ثابت نہ ہو سکا۔ پنڈت دیانند جی بھی اسی حرص میں چل بسے۔ بناوٹی دوست وہ ہیں جو قرآن کی تعلیم کے خلاف کہیں۔ آیت میں غور کریں دیکھو۔

میں نے اوپر ابھی کہا تھا۔ کہ قرآن میں جابجا ایک کا لفظ تو ہے۔ لیکن خدا کی اُن اعلےٰ مکمل صفات کا مکمل ذکر نہیں جو کہ ہم عقل یا قدرت سے ثابت کر سکیں۔ لیجئے اُسکی گواہی میں مولوی صاحب کا پیش کردہ فقرہ کہ خدا سے ڈرتے رہو کیا خدا ہوّا یا ڈراونی چیز ہے؟ جس سے ڈریں۔ بُری شئے سے ہمیشہ ڈرنا چاہیئے نہ نیکی مجسم خدا سے کہاں وید کے مبارک الفاظ کہ ایشور

اوم بھوہ " پران سے بھی پیارا ہے " ओं भूः

" بھواہ " دکھوں کا ناش کرنیوالا ہے " ओं भुव

" سواہ " جملہ راحتوں کا دینے والا ہے " (دیکھو گایتری منتر) ओं स्व

سना पितव وہ پتا کی مانند ہے " نت سونیا " وہ سب کا ماتا پتا ہے۔ اپتا دی ہے यत्र आनन्द स्व मोदश्च (دیکھو سنسکار ودہی سنیاس وشے) وہ پرمیشور راحت اور آنند مجسم ہے کُل خوشیوں کا منبع ہے ؛

" وشنو دیوی " سندھیا کے پہلے ہی منتر میں کہا ہے۔ کہ وہ جملہ راحتوں اور مکمل آنند کی گویا بارش کرنیوالا ہے ؛

" وشوانی دیو سوتیر " وغیرہ اس منتر میں کہا گیا ہے۔ کہ پرمیشور جملہ برکتوں۔ راحتوں۔ آنندوں۔ نیکیوں اور خوبیوں کا دینے والا ہے۔ اور جو انسان کی سچی بہتری کے لئے ضروری ہے۔ وہی وہ کر رہا ہے۔ اور تمام برائیوں اور گناہوں کو انسان اُسی کے وصل سے دور کر سکتا ہے ؛

جو چیز انسان کے مرغوب طبع یا موافق مزاج ہوا کرتی ہے اُس سے انسان ڈرتا یا بھاگتا نہیں بلکہ اُسکو پیار کرتا ہے۔ کیا انسان نیکی مجسم راحت مجسم خدا سے کبھی بھاگنا یا اُس سے ڈرنا منظور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ سنسکرت میں عبادت کیلئے لفظ اُپاسنا ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ پرمیشور کے نزدیک ہونا اور ہم آریہ لوگ ہمیشہ عبادت سے یہی مراد لیتے ہیں۔ کہ ہم ایشور سے پیار کریں اور آتما کو اُس سے ملائیں اور اُسکا قرب حاصل کریں۔ کیا جبکہ قرآن خدا کو ڈراونی شئے بتلا رہا ہے تو اُسکی عبادت کون کر سکتا ہے اور

کسکو اُس سے پریم ہو سکتا ہے۔ پس ایسے قرآن کو دُور سے ہی سلام۔ جو کہ لوگوں کو بُرائی سے ڈرانے کی بجائے نیکی اور راحت مجسّم خدا سے ہی ڈرنا اور بھاگنا سکھاتا ہے ۔

آگے چلکر مولوی صاحب نے اپنی تاریخ دانی کا نہایت اعلیٰ ثبوت دیا ہے آپ نے پاسے میرا قول لکھتے ہیں یعنی یہ کہ قرآن سے پہلے ہند مصر یونان۔ چین وغیرہ میں علمی ترقی ہو چکی تھی"۔ اور پھر دیکھئے! کہ کل ملکوں کی علمی ترقی کا ردّ شیخ سعدی کی ایک ہی تک سے کر دیا۔ میرے اس بیان کو رد کرنے کے لئے کسی بھی تواریخ کا آپ نے ذکر تک نہیں کیا صرف آپ نے یہ لکھدیا ہے کہ ؎ ۔

گُل ست سعدی و در چشم دشمناں خار ست

یہ لوگوں کو آج ہی کا پتہ لگا۔ کہ تاریخی امور مسلّمہ کے جواب میں آپ کے مولوی صاحبان گلستاں کا مصرعہ پڑھکر گذارہ کر لیا کرتے ہیں۔ اگر آپ نے تاریخ نہیں دیکھی تو بہتر تھا کہ چپ رہتے لیکن ہر جگہ گلستاں کے شعروں سے کام نہیں چلیگا۔ پس میرا بیان ثابت ہے آپ نے کوئی تاریخی حوالہ دیکر اُسکا رد نہیں کیا۔ مولوی صاحب نے جب دیکھا۔ کہ تاریخی امور مسلّمہ کا جواب تو ہم سے نہیں بنیگا۔ پھر آپ کوتاہ ہتھیاروں پر آگئے اور تاریخ کے حوالوں کی بجائے اپنے دل کا بخار بے معنی اس طرح پر نکالنے لگے :۔

"مجھے یہ گمان نہ تھا۔ کہ آپ اس درجہ حق سے متنفر ہونگے کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک اور ایک دو کہنے سے بھی چڑ جائینگے"۔ انسان کو چاہیئے کہ جب دوسرے کو الزام دے تو کم از کم اُسکو ثابت تو کر دے۔ کیا اگر میں یہ لکھدوں کہ فلاں شخص کے سر پر سینگ ہیں تو میرا ایسا لیکھ کوئی مان سکتا ہے؟ مولوی صاحب کا یہ فرمان کہ میں اس درجہ حق سے متنفر ہوں۔ سراسر لغو اس لئے ہے کہ انہوں نے کوئی بھی تاریخی حوالہ دیکر میرے بیان کا رد نہیں کیا ۔

آگے لیجئے! مولوی صاحب کی نئی تاریخ۔ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

"جناب من! ہند جو ہمیشہ سے بُت خانہ رہا ہے"۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فقرہ مولوی صاحب نے اُس تاریخ ہند سے نقل کیا ہے۔ جو کہ آپکے دماغ مبارک میں ہے۔ ہمنے

منشی ذکاءاللہ وغیرہ کئی مسلمان اصحاب کی تاریخیں بھی پڑھیں لیکن انہیں ایسا فقرہ کہیں نہیں پایا۔ انگریزی میں جتنی بھی تواریخیں ہیں ان میں بھی ایسا بیان نہیں ملتا مولوی صاحب کی دیدہ دلیری واقعی قابل تعریف اور تاریخی واقفیت یاد رکھنے کے قابل ہے

اس سے بڑھکر لاعلمی تاریخ کی مولوی صاحب نے چین مصر اور یونان وغیرہ کی بابت دکھلائی ہے اور پھر آگے چلکر توحید کی وہی بے معنی سُر الاپی ہے اور خارج از معنی ذکر چھ کروڑ آدمیوں کو مسلمان بنانے کا کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مان لیا کہ مسلمان چھ کروڑ نہیں بارہ کروڑ ہیں پھر اس تعداد سے کیا ثابت ہوگا؟ آپ یہ تو ثابت کرتے کہ قرآن میں بت پرستی۔ مردم پرستی۔ شہوت پرستی اور بے علمی کی باتیں نہیں ہیں جبکہ قرآن بیچارے پرانوں سے بڑھکر بت پرستی اور مردم پرستی وغیرہ کی تعلیم دے رہا ہے تو آپ کا یہ شیخی بگھارنا بے سود نہیں ہے؟ مولوی صاحب کو لکھتے وقت خیال نہ آیا کہ ان چھ کروڑ میں سے پونے چھ کروڑ تو قبر پرستی۔ تعزیہ یعنی کاغذ پرستی۔ کعبہ یعنی مکان پرستی اور انسان یعنی حضرت پرستی کے زرخرید غلام بن رہے ہیں اور اگر مولوی صاحب کا یہ طعنہ ہے کہ آریہ سماج نے بت پرستی کو بہت جلد نہیں اکھاڑا تو میں کہونگا کہ بیس سال کے عرصہ میں جو ترقی کہ آریہ سماج نے کی ہے اور جس سرعت سے کہ بُت پرستی کو اس تھوڑے سے عرصہ میں اکھاڑا ہے وہ تیزی اسلام کو آجتک حاصل نہیں ہوئی صدیوں کی کوششوں سے بھی اسلام مکرر، قبر پرستی کو اپنے میں سے دُور نہیں کرسکا۔ آریہ سماج کے اُپدیشکوں نے تو وہ کام کیا ہے جو محمدی تیغ بھی نہیں کرسکی۔ بھلا ہندوؤں کے درمیان سے بت پرستی کو دور کرنا آسان کام تھا اور کیا کبھی اسلام کرسکتا تھا! نہیں نہیں! ہرگز نہیں۔

فقرہ ہشتم (صفحہ ۳ کتاب ہذا) لیجئے! آپ کے اصول نمبر ۲ میں نقص عرض کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ "جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے وہ دوسروں سے بھی ممکن ہے،" یہ عبارت ناقص ہے اس میں یہ الفاظ جبتک نہ درج کئے جائیں تبتک

ا؎ یہ ماسٹر صاحب کی اسلام سے واقفیت ہے کہ جہلا کے کاموں سے اسلام پر الزام لگاتے ہیں آئیے! ماسٹر صاحب ہم اور آپ دونوں ملکر قبر پرستوں وغیرہ کو روکیں (ایڈیٹر)۔

آپکا اصول پائیہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا۔ الفاظ یہ ہیں "جن حالات کے اندر جو علم اور کام ایک فرد انسان کرتا ہے۔ انہیں حالات کے اندر وہی دوسرے سے بھی ممکن ہے"

اصول نمبر ۲ میں خدائی مذہب اور تعلیم بے معنے طور پر استعمال کئے گئے ہیں خدائی مذہب یا تعلیم درست ہے نہ کہ جو حضور والا نے لکھا ہے۔

اصول نمبر ۳ یہ خود اصول نہیں ہو سکتا بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھہر سکتا ہے۔ ضمنی بات کو اصول قرار دینا غلطی ہے۔

فقرہ نہم۔ اس میں آپ نے قرآن کی خاص باتوں کا ذکر کیا ہے جسکو آپ اس کے تعلیمی حصہ میں سے لیتے ہیں۔

(۱) "خداوند فرماتا ہے کہ ہماری قدرت کاملہ کے نشان انکے حق میں رات کا وقت ہے جس سے ہم دن کی روشنی کو نکال لیتے ہیں اور سورج اپنے وقت تک چلتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ رات کیا شئے ہے اور دن کی روشنی کو نکال کر کہاں رکھا جاتا ہے؟ اور سورج سے کیا مراد ہے؟ قرآن کی عبارت تو مہمل ہی ہوا کرتی ہے لیکن مولوی صاحب نے بھی اس کو واضح نہیں کیا یہ کیا بات ہے۔

(۲) "خدا نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔

یہ کیا فرشتے ہیں یا انسان! کام سے کیا مراد ہے! اور کیا جنکو کام میں لگایا ہے ان کا علم بھی کہیں قرآن میں دیا ہے! سورج کی روشنی میں کتنے رنگ ہیں! سورج کی حرارت سے کیا ہوتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

علمی باتوں کا ذکر تک تو قرآن میں نہیں۔ سورج اور چاند کے گھومنے کا تو ذکر کیا ہے لیکن یہاں پر زمین کی گردش کا ذکر کیوں نہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص معمولی آدمیوں کی طرح ظاہری مشاہدہ سے دیکھتا تھا کہ سورج چاند گھوم رہا ہے لیکن زمین کی گردش کی بابت اسے کوئی علم نہ تھا اگر ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ لکھتا۔

(۳) آگے قرآن میں زمین سے دانے کھجوریں اور انگوروں کا ذکر کیا ہے؟

اوویات سونا۔ چاندی وغیرہ بے شمار اشیاء جو زمین میں بھری پڑی ہیں انکا ذکر تک نہیں بارش کا لفظ تو ہے۔ لیکن نہیں بتلایا کہ بارش کیونکر پیدا ہوتی ہے کس اصول پر یہ کام ہو رہے ہیں علمی ذکر کچھ بھی نہیں جاہلوں کی سی موٹی موٹی باتیں ہیں۔

(۴) "خدا وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کو پھیلایا۔ اس میں پہاڑ۔ دریا پیدا کئے اور ہم بعض کے پھل کو بعض سے عمدہ کر دیتے ہیں" وغیرہ۔

زمین آیا گول ہے یا کیا؛ پھیلایا تو کیا پہلے سکڑی ہوئی تھی۔ کس چیز سے زمین بنی کس کے بعد بنی اور اُس کی علت مادی کیا ہے؛ وغیرہ بیسیوں علمی سوال ہیں جنکا کہیں بھی ذکر تک نہیں بھلا یہ باتیں تو جاٹ لوگ بھی جانتے ہیں اس میں کیا بڑی علمی بات ہے۔

(۵) آگے خدا دہریوں کو سمجھاتا ہے کہ تیرے رب کی طرف سب چیزوں کی انتہا ہے اور مولوی صاحب تشریح فرماتے ہیں کہ بیشک "ایک چیز سے دوسری پیدا ہوتی ہے" وغیرہ تو کیا مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ ان مادی اشیاء کی علت مادی خدا ہے اگر ایسا ہے تو خدا بھی مادہ ہوا۔ واہ کیا کہنا اس قرآن کی فلاسفی پر جس نے خدائی روح کو مادہ ہی بنا دیا۔

(۶) "میرے سوا کوئی معبود برحق مالک الصفات نہیں اور اُس کے فرشتے اور سب علم والے بھی گواہ ہیں" مولوی صاحب، فرشتوں کی گواہی بھلا انسان کیسے سن سکتے ہیں۔ فرشتے کہاں رہتے ہیں؛ کیا آپ نے انکی گواہی کبھی سنی؛ جیسے فرشتے موہوم قسم ہیں ویسے ہی خدا ہوگا؛۔

(۷) "خدا شرک ہرگز نہ بخشیگا" خوب! باقی باتیں تو ظاہر ہوا کہ منت سماجت سے بخش ہی دیگا۔ واقعی اس فقرہ سے تمام گناہوں کی تعلیم پائی جاتی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں چور کو ہرگز نہ بخشونگا تو ظاہر ہے کہ جھوٹے اور زانی کو بخش سکتا ہے ایک انسان یہ کہتا جائے اور اکائی یعنی حساب کا ہندسہ پڑھتا جائے کہ خدا ایک ہو اور تمام گناہ کرتا جائے خدا اسکو بخش دیگا واہ یہی قرآن کی تعلیم ہے؛ جسکا آپ فخر کرتے ہیں؛۔

(۸) "مکہ کے مشرکوں کو جو کعبہ میں بت پرستی کرتے تھے فرمایا کہ" اس گھر کے مالک یعنی صرف خدا کی عبادت کریں" خوب! الہامی کتاب اور اس میں جغرافیہ کا ہونا کیا موزون دکھائی دیتا ہے. مکہ اور کعبہ کے بتوں کا ذکر متھرا اور ہندرابن کو بتوں کا ذکر کیوں نہیں. معلوم ہوتا ہے کہ عرب سے باہر خدا دنیا کا علم نہیں رکھتا اور دیکھئے کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا اس گھر کا مالک. کیا خوب! محیط کُل اسی کا نام ہے.

(۹) خدا نے تمکو ایک دوسرے پر رزق کی بڑھتری دی ہے. پس نہیں بڑھتری والے اپنے مال غلاموں کو دیکر اُن سے برابر ہوتے تو کیا خدا کی نعمت سے انکاری ہوتے ہیں".

اچھا جب خدا نے ہی لوگوں کو دکھ سکھ میں غریب امیر بنا کر ڈالا ہے تو پھر وہ کیوں لوگوں سے امید کرتا ہے کہ وہ امیر ہو کر اپنا مال غلاموں کو دیکر انکو برابر بنالیں یعنی جو خدا بھی نہیں کر سکا وہ خود کیونکر کریں. خدا اگر برابر بنا دیتا تو بیچارے غلاموں پر ظلم تو نہ ہوتا. خدا لوگوں سے جھوٹی امید رکھتا ہے. اول تو لوگ کر نہیں سکتے کیونکہ جو خدا نہیں کر سکا وہ کیونکر کرینگے؟ اگر کریں تو خدا سے بڑے ہو جائیں وید شاستر نے بتلایا ہے کہ ایشور نیاکاری جیوں کے کرموں کا پھل پہنچاتا ہے غریبی امیری لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے لیکن قرآن میں جیو اور اعمال کا ذکر کہاں یہ فلسفہ کی باتیں اس علم سے خارج کتاب میں کہاں سے آسکیں! یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ خدا ظالم ہے غریب امیر بغیر کسی سبب کے اس نے پیدا کیے ہیں.

(۱۰) خدا کا اور فلسفہ سنئے گا " خدا کا شکر کرو اور زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ بسبب حرکت پانی کے تمکو نہ ہلا سکے وغیرہ" معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مصنف سمجھتا ہے کہ پہاڑ زمین کیساتھ گردش نہیں کرتے. اسکو کیا معلوم تھا کہ کبھی میری باتوں کی بھی علم و عقل سے پڑتال ہوگی جو من میں آیا لکھ مارا. پہاڑ پانی کی حرکت روکنے کو خوب میخیں گاڑی ہیں علم طبعیات کا کمال اسی آیت نے کر دیا!

آگے جو مولوی صاحب نے صفات باری. تہذیب اخلاق تدبیر منزل معاملات

اطاعت۔ قانون فوجداری و دیوانی۔ جنگ فارن آفس۔ وغیرہ کی سُرخی دیکر لکھا ہے اس کو پڑھکر تو بے اختیار ہنسی چھوٹتی ہے کہ یہ کیا باتیں ہیں؟ ان میں کہیں بھی کسی اعلیٰ علمی اصول کا ذکر تک نہیں اور کوئی بھی علمی بات ایسی نہیں لکھی جو علم و عقل سے پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے۔ یہ باتیں تو ویسی ہیں کہ جیسے بچے کھیل کو تت جج مجسٹریٹ بنجاتے ہیں جہاں لڑنے کا لفظ دیکھا اسکا نام مولوی صاحب نے محکمہ جنگ رکھدیا۔ جہاں کچھ بھی نظر نہ آیا وہاں فارن آفس ہی رکھدیا۔ میں حیران ہوں کہ اِن صفحوں میں جو باتیں مولوی صاحب نے لکھی ہیں اُن میں کس کس بات کی تردید کروں؛ کوئی بھی مسئلہ تو علم و عقل کا مجھے نظر نہیں آتا۔ صفات باری پر مولوی صاحب اتنا خم ٹھونکتے تھے لیکن کہیں بھی خدا کو عادل اور شیطان کے اوپر غالب وجون کے اعمال کا پھل دینے والا۔ محیط کل۔ علم کل وغیرہ وغیرہ صفات والا ثابت نہیں کرسکے اور سچ ہے کرتے بھی کہاں سے؛ جبکہ قرآن میں علمی مسائل ہی نہ ہوں تو یہ کہاں سے لائیں؛۔

فقرہ دہم (صفحہ ۳ کتاب ہذا)، یہاں پر مولوی صاحب نے ثابت کردیا کہ قرآن اجتماع ضدین کا مجموعہ ہے یعنی کہیں لکھا ہے کہ شیطان سب کو گمراہ کرتا ہے کہیں لکھتے ہیں کہ نیک بندوں پر دباؤ نہیں ڈالتا۔ ہم تو جاننا چاہتے تھے کہ اصل مسئلہ کیا ہے آیا شیطان کو ماننا یا نہ ماننا؟ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہونگے۔ خوب! اتنی دیر و دورہ سپرد رہینگے؟ کیا خدا اتنی دیر انصاف نہیں کرسکتا؟ آگے چلکر آواگون کا ذکر کرتے ہوئے ہندوؤں کی گیتا کو اپنا دکیل بنا بیٹھے ہیں لیکن اتنی معمولی بات کا جواب آج تک کوئی بھی مسلمان نہیں دیتا کہ محدود اعمال کا لا انتہا اور غیر محدود ثمرہ کس منطق سے خدا دیگا؟ اگر دیگا تو کیا وہ عادل خدا کہلا سکتا ہے اس فقرہ میں وہی باتیں بار بار دوہرائی گئی ہیں جنکی کافی تردید آگے کئی مرتبہ ہو چکی ہے اس لئے بیان کو طوالت دینا لاحاصل ہے۔[1] بدھی مان میری اور مولوی صاحب کی تحریر کو علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھکر سچ اور جھوٹ کا خود ہی فیصلہ کرلینگے؛

[1] اپنے حال پر رونا تو نہیں آتا؟ (منیجر)۔

مولوی صاحب

میرے پیارے ماسٹر!

۳۱ جولائی کا دن بھی کیا ہی میرے حق میں خوشی کا دن ہے کہ امرتسر میں اُس روز بارش بھی عمدہ ہوئی جس سے تمام لوگ خوشیاں منا رہے تھے۔ میں بھی دوستوں کی مجلس میں آموں کی دعوت اڑا رہا تھا کہ اتنے میں رسالہ آریہ مسافر پہنچا کہ اُس میں آپکا مضمون چھپ گیا۔ دیکھنے کو مدت سے آنکھیں ترس رہی تھیں بجواب فقیر "ختم شد" دیکھنے میں آیا بیساختہ منہ سے نکلا کہ ؎

خواستیم آنچہ ما فراز آمد * آب از جو رفتہ باز آمد

لیکن مضمون پڑھنے سے وہ خوشی جو ابتدا میں ہوئی تھی نہ رہی آخر مثل اول یہ شعر زبان پر جاری ہوا ؎

جو آرزو ہے اسکا نتیجہ ہے انفعال * اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہو

اسکی وجہ یہ ہے کہ میں امید لگائے ہوئے تھا کہ آپ میرے فقرہ نمبر ۲ صفحہ ۴۰۔۴۱ کتاب ہذا کی مقابلہ میں ضرور دیدہ نے اسی قسم کا نقشہ دکھاکر .... میرے پیش کردہ نقشہ سے مقابلہ دکھائینگے۔ کیونکہ میں نے یہ نقشہ حسب درخواست آپکے لکھا تھا۔ چنانچہ رسالہ نمبر ۲ جلد اول صفحہ ۲۵ کتاب ہذا پر آپکی درخواست موجود ہے ملاحظہ فرمادیں مگر باوجود اس درخواست کے آپنے میرے بیان کردہ مضمون پر اعتراضات (جنکا جواب آگے آئیگا) تو کئے لیکن یہ نہ ہوسکا کہ اسکی مقابلہ میں پہلو کر اسی طریق جس طرح میں نے کہا تھا ثابت کر دیتے۔ کیوں نہو ؎

ڡ اس لئے کہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء کو مولانا صاحب نے پرچہ دیا تھا جسکا جواب ۳۱ جولائی ۱۹۰۷ء کو پورا پہنچا اتنی مدت میں جس قدر تقاضے کے خطوط مولوی صاحب نے لکھے اور ان کے جواب میں وعدے ہوتے رہے وہ تو ایک دفتر ہے خلاصہ ان سب کا یہ ہے ؎

وعدہ وصل تمہارے نہیں سچے ہوتے * ہاں غلط ہوگئے آپ کے اقرار گئی (زنجیر)

زاہد نداشت تابِ وصالِ پری رخاں ٭ کنجے گرفت وترسِ خدا را بہانہ ساخت

ایسی ہی شکائیت کے موقعہ پر میں نے سعدی مرحوم کا قول سے

گل ست سعدیؔ و در چشمِ دشمناں خار است

لکھا تھا۔ خیر اس شکائیت کے بعد دوسری شکائیت یہی ہے جو میں اپنے سابقہ مضمون کے شروع میں کر چکا ہوں کہ آپ بتقلید سوامی دیانند جی وغیرہ "مسلمانوں کا خدا" "قرآنی خدا" "پرانی خدا" وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر چونکہ میں سب کا خدا ایک ہی جانتا ہوں اس لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا مہم شرک سمجھتا ہوں۔ یہ الفاظ آریہ سماج کو مبارک ہوں۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ میرے پیارے ماسٹر میں بھی ایک آدم زاد ہوں اور عموماً آدمیوں کی طرح بدخصلتیں (ایذا رسانی۔ بدزبانی بری طرح انتقام لینا) مجھ میں بھی ہیں۔ مگر چونکہ خدا کی سچی کتاب (قرآن شریف) کو اپنا ہادی مانتا ہوں جو بالتی ہی احسن (مناظرہ بہت عمدہ طریق سے کرو) کہکر جو شیلے بندوں کو راہ راست پر لاتی ہے اس لئے ایسے الفاظ جن سے میرے مخاطب کو رنج پہونچے لکھنے سے حتی المقدور رکنا مذہبی حکم جانتا ہوں غرض سے

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں

میرے خیال میں تو اب بحث ختم ہو چکی ہے اب ناظرین کی توجہ اور فیصلہ ہی درکار ہے اسی لئے میں چاہتا تھا کہ بس کروں مگر بعض دوستوں نے جو آپ کے بھی دوست ہیں لکھنے کی ترغیب دی اس لئے یہ سطور عرض کرکے امید کرتا ہوں کہ تاریخ اشاعت مضمون ہذا سے ایک ہفتہ تک جواب ضرور دینگے بعد ازاں میں اس مضمون کو کتاب کی صورت میں شائع کرنا چاہتا ہوں جسکا میں مدت سے اشتہار دے چکا ہوں اور میرے دوست بیتاب ہو رہے ہیں پس میں آپ کے مضمون کا مختصر مختصر جواب عرض کرتا ہوں کیونکہ مفصل میں اپنے خیال میں دے چکا ہوں۔ فقرہ اول (صفحہ ۶۶ کتاب ہذا) میں آپ نے وہی سوال چھیڑا ہے کہ کتاب الہامی مدعی ہے یا شخص الہامی! (صفحہ ۶۴ کتاب ہذا) میں عرض کر چکا ہوں کہ اصل میں تو کتاب ہی مدعی الہام ہوگی مگر چونکہ کتاب کا وجود

ہمکو اور سب دنیا کو ملہم کے ذریعہ پہنچتا ہے اس لئے اُنکو بھی شرکیے عوی مجازاً کہا جاتا ہے اسپر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیا شبہ پیدا ہوتا ہے اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ بادشاہ وقت کا حکم حاکم ضلع کے وسیلے سے پہنچتا ہے اس لیے حاکم ضلع کا حکم بھی اس کو کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ باقی آپکی تقریر ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں ۔

فقرہ دوم (صفحہ ۸۰ کتاب ہذا) میں آپ کو شبہ ہُوا یا دانستہ تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں کہ الہامی کتاب جب مدعی ہوئی تو اس کی تعلیم گواہ کیسے بن سکتی ہے ؛

مہربان ماسٹر صاحب ! الہامی کتاب بحیثیت اُس فقرہ کے جو اس میں دعوےٰ الہام کے مضمون کا ہوگا مدعی ہوگی اور اسی کتاب کی پاکیزہ تعلیم (باستثناء فقرہ مذکورہ کے کیونکہ وہ دعوےٰ ہے) اس کتاب کے حق مین گواہ ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ ایسے بدیہی اور واضح مضمون میں کیوں الجھتے ہیں ؛ ہاں مین سمجھتا ہوں کہ آپ کو کتاب کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے آپ جانتے ہیں کہ کتاب تو نام ہے اوّل سے آخر تک کے مضمون کا۔ پھر جو فقرہ اس میں دعوئی الہام کا ہوگا وہ بھی کتاب کا جزو ہے تو ایک ہی چیز آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ کیسے ہو سکتا۔ مگر مَیں امید کرتا ہوں کہ میری مذکورہ بالا تقریر سے آپکو یہ شبہ نہ رہا ہوگا۔ مثال کے طور پر سُنئے ! ہندوستان نام ہے کل ملک کا جس کے حدود اربعہ ہمالیہ۔ برہما۔ بحر ہند۔ بحیرہ عرب مگر باایں ہمہ ہم اپنے روزمرہ کے محاورات میں کہا کرتے ہیں کہ آپ پنجابی ہیں یا ہندوستانی ! حالانکہ ہندوستان نام سے پنجابی بھی ہندوستانی ہیں پھر یہ تردید کیسی ہے ؛ جو جواب آپ اسکا دینگے وہی جواب اسکا ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کل سے کسی ایک جزو کو الگ اعتبار کرکے اس پر کل کی بہ نسبت مغائر حکم لگایا جاتا ہے پس ٹھیک اسیطرح الہامی کتاب بحیثیت دعوئے الہام کے مدعی ہے یعنی اس فقرہ نے جس میں دعوی الہام مذکور ہے اسکو مدعی قرار دیا ہے اور اس کی تعلیم اس کی گواہ ہے ہاں ملہم کے حالات تبلانیسے جی چرانا کوئی خاص وجہ رکھتا ہے تاڑنے والے بھی تاڑ جاتے ہیں ۔

آپ فقرہ سوم میں لکھتے ہیں کہ "ملہم کے حالات کا الہامی کتاب سے واسطہ کیا ہے"

میں متعجب ہوں کہ یارہا میں نے واسطہ عرض کیا مگر قبول نہ ہوا سچ ہے ؎

مجھے قتل کرکے وہ بھولا سا قاتل ۔ لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جبکہ وہ سر پڑا ہے ۔ کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

کاش کہ یہ لکھتے وقت میرا پہلا پرچہ ہی ملاحظہ فرما لیتے! ہاں آپ کا ملہم کے حالات سے یہ سوال کرنا کہ کس زمانہ کے حالات پسندیدہ ہوں قبل از الہام کے یا بعد از الہام کے (صفحہ ۲۷ کتاب ہذا) اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے سوال کرنا بھی مجھے حیرانی بخش ہے جس کے جواب میں عرض ہے کہ میری مراد اس جگہ قبل از الہام کی حالات کے پسندیدہ ہونے سے ہے اُن حالات کی بھی تعیین کردوں تاکہ آپ کو پھر سوال کا موقع نہ رہے۔ مہربان حالات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حالات وہ ہیں جنکو عام اخلاق کہا جاتا ہے جیسے کہیں "زید پسندیدہ اخلاق ہے" یعنی عام برتاؤ جو بندوں کا آپس میں ہوتا ہے اس میں اچھا ہے جھوٹ نہیں بولتا۔ دغا فریب سے کسی کا مال نہیں کھاتا کسی سے بدتہذیبی سے پیش نہیں آتا جیسا کہ میرا آپ کی نسبت گمان ہے اور غالباً آپ کا بھی خاکسار کی نسبت ایسا ہی ہوگا۔ دوسری قسم کے حالات وہ ہیں جو مذہبی احکام کی پابندی سے متعلق ہوں یعنی خاص ان امور کا پابند ہونا جو کسی مذہب کی ہدایت سے لازم ہوئے ہیں جنکی وجہ سے میری اور آپکی علیحدگی ہے پس قسم اول کے لحاظ سے ہر ملہم کا پاکیزہ حالات ہونا ضروری ہے نہ کہ قسم دوم سے کیونکہ قسم دوم تو بعد نزول الہام اس پر لازم ہونگے۔ ہاں قسم دوم میں بھی بعد نزول الہام اس کا پابند احکام الہامی ہونا ضروری ہے تاکہ ؎

"چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند"

کی مثل اسپر صادق نہ ہو۔ چونکہ مجھے آپکی حسن ارادت معلوم ہے کہ قرآن کی آیت کے شیدا ہیں ہر ایک امر پر مجھ سے آیت قرآنی طلب کیا کرتے ہیں لیجئے بغور سے سنئے پہلی قسم کی نسبت خدا اپنے نبی کو ارشاد کرتا ہے۔

قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفوں سے

بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

کہہ کر اگر اللہ چاہتا تو نہ میں تمکو یہ قرآن سناتا نہ وہ خدا تمکو بتلاتا۔ کیونکہ میں تم میں اس سے پہلے مدت مدید رہ چکا ہوں (تم نے میری کوئی دروغگوئی نہیں پائی) کیا پھر سمجھتے نہیں ہو؟

دوسری قسم کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ :۔

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا

اسی طرح ہم نے تیری طرف (ای محمدؐ) اپنی ہدایت (قرآن شریف) بھیجی اس سے پہلے نہ تو تُو کتاب جانتا تھا نہ ایمان کی حقیقت سے آگاہ تھا مگر ہم نے اُس قرآن کو (تیرے اور کل لوگوں کے لئے نور کرکے بھیجا ہے

تیرے دعوی (کہ ملہم کا بھی اپنے الہام پر کاربند ہونا ضروری ہے) کا ثبوت لیجئے!

ارشاد ہے :۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اگر تو بھی خدا سے شرک کریگا تو تیرے نیک عمل بھی ضائع ہو جائینگے اور تو ٹوٹا پانیوالوں سے ہو جائیگا"۔

حیرانی ہے کہ آپ اس سے بھی انکاری ہیں کہ ٹکہ کمانے کی غرض سے کوئی شخص کیونکر سچی تعلیم لکھنے لگا؟ آپ فرماتے ہیں" ٹکہ کمانے والے انسان کو شرارت سوجھیگی یا وہ سچائیوں کو لکھنے بیٹھیگا؟"، (صفحہ، کتاب ہذا) پیارے ماسٹر! یہ بھی شرارت ہے کہ ملہم تو نہ ہوا اور الہام کا دعوی کرکے آریہ سماج کو دام میں لانا چاہے۔ بھلا ایک شخص مسمی سیتارام کو یہ خیال ہوا کہ میں بھی حمقا کو اپنے زیر فرمان کروں اس نے ایک کتاب لکھی کہ پنر جنم (تناسخ) درست ہے اور اسپر زور سے دلائل لکھے شرادھ وغیرہ لغو ہیں۔ وید الہامی کتاب ہیں وغیرہ اور یہ بھی لکھا کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے محض الہام سے لکھا ہے۔ خدا کے بتلانے سے بتلایا ہے تو فرمائیے! آپ اسکی نسبت کیا رائے دینگے! غالباً یہی کہینگے کہ اسکی شرارت ہے لیکن مجھے بھی اجازت دینگے کہ آپسے دریافت کروں کیوں؟ تعلیم سچی دعوائے الہام موجود۔ پھر انکار کے معنے۔ پس جو جواب آپ اس سوال

کا دینگے اُسی سے الہامی کے حالات زندگی کا معلوم ہونا ضروری ثابت ہو گا اور فہم مدبّر
آپ میرے اس فقرہ پر کہ "کسی کتاب کو الہامی ماننے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اسکا لانیوالے خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا کہ جسکو خدا نے الہام دیکر عام بندگان کو گمراہی سے نجات دی" (صفحہ ۱۸، کتاب ہذا) پر سوال کرتے ہیں کہ الہام سے پہلے تمام بندے جنمیں ملہم بھی بندہ ہونے کی وجہ سے شامل ہے گمراہ تھے۔ لہذا حضرت محمد صاحب کی زندگی کے حالات سارے نیک نہیں ہو سکتے"۔ میں نہیں جانتا کہ آپکو اس سوال کرنیکا کیا حق حاصل ہے! ہنوز یہی گفتگو ختم نہیں ہوئی کہ الہامی کے حالات کا دریافت ہونا بھی ضروری ہے کہ نہیں! ابھی تک آپکا انکار برابر چلا جا رہا ہے جبکہ یہ اصول ہی ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا تو فروع کا سوال کیوں پیش کیا؟ ہاں آپ یہ اصول مان لیں (جو میرے خیال میں آپ کے حق میں قرآن کو الہامی ماننے اور وید کے چھوڑ دینے کے مساوی ہے)، کہ الہامی کے حالات کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تو بعد اسکے ہم دونوں اپنے دونوں الہامیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کرینگے۔

ہٹ چھوڑئیے! بس اب بر سر انصاف آئیے! ٭ انکار ہی رہیگا میری جان کب تک

علاوہ اس کے مجھے یہ بھی نہیں آتا کہ آپ جیسے دانا کو یہ سوال کیوں پیدا ہوا، کیا اگر میں کہوں کہ آپ ماشاء اللہ کل ممبران سماج سے اعلیٰ اور افضل ہیں تو آپ مجھ پر یہ سوال کرینگے کہ کل ممبران میں تو بھی میں ایک ممبر ہوں پھر اپنے سے افضل کیونکر ہو سکتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر آپ یہ سوال کرینگے تو کل تعلیم یافتہ اصحاب آپ پر ہنسی اڑائینگے کیونکہ ایسے کلام میں کل کے معنی سوائے اس ایک کے باقی افراد ہوا کرتے ہیں بس آپ کے "محل"، کا کل تار پود ٹوٹ گیا۔

آپکے فقرہ چہارم (صفحہ ۵ کتاب ہذا) کا خلاصہ یہ ہے کہ "ہندوستان جملہ علوم و فنون کا گھر رہا ہے ہر قسم کی صنعتیں یہاں قدیم سے پائی جاتی رہی ہیں وغیرہ وغیرہ" بہت خوب! چشم ما روشن دل ما شاد۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا آبائی ملک جملہ علوم و فنون کا گھر رہا ہے۔ خدا کرے کہ اب بھی ویسا ہی ہو ہماری عین مراد ہے کیونکہ جو

فضیلت اور عزت ہندوستان کو نصیب ہوگی۔ اس میں ہم مسلمانوں کا بھی حصہ ہوگا چنانچہ آپ بھی صفحہ ۲۶ رسالہ بابت مارچ ۱۸۹۹ء (صفحہ ۸۰ کتاب ہذا) میں کہتے ہیں کہ ہم اور آپ نسل سے ایک ہی ہیں۔ لیکن گفتگو اس میں ہے کہ یہ علوم و فنون انکو وید سے حاصل ہوئے تھے یا روزمرہ کے تجربہ سے؟ وید منتر جو صفحہ ۲۲ رسالہ ماہ مارچ ۱۸۹۹ء (صفحہ ۷۹ کتاب ہذا) میں آپنے نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خود ہی کیا ہے کہ "پتھر۔ مٹی۔ پہاڑی پہاڑ ریت۔ نباتات۔ سونا۔ لوہا۔ تانبا۔ کانسا۔ سیسہ اور رانگا ان سب پدارتھوں (چیزوں) کو اے اگنا تو! تم استعمال میں لاؤ" آپ مجھے معاف رکھیں اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ الٹا آپ کے اصل دعویٰ (کہ وید ابتداء عالم سے ہیں) کو مضر ہے جس کا مفصل بیان میں آگے صفحہ ۱۷۴/۹۶۸ میں کرونگا۔ اگر اتنا ہی کہنے سے وید سائنس کا بیان کر چکا تو لیجئے۔ قرآن کا بیان اس سے بڑھکر سنئے! قرآن میں خدا فرماتا ہے:-

أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۝	"ہم نے لوہا پیدا کیا ہے اس میں جنگ کے اسباب اور لوگوں کیلئے کئی قسم کے فوائد ہیں"

کیا اگر میں لکچر میں کہہ دوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز کو مناسب طور پر برتنا چاہئے تو میں بھی فلاسفر بنجاؤں گا؟ اسی کی مثال میں ایک حکایت یاد آئی جو عرض کرتا ہوں ایک دفعہ ایک عیسائی نے مجھسے کہا کہ تم تو یونہی تثلیث سے منکر ہو حالانکہ قرآن میں بھی تثلیث ہے۔ میں نے کہا کہاں؟ بولا پڑھو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم "اللہ" باپ "الرحمان" بیٹا یعنی مسیح اور "الرحیم" روح القدس مگر میرے خیال میں عیسائی مذکور کی دلیل آپکی دلیل سے کسی قدر مضبوط ہے کیونکہ آیت قرآنی میں تین الفاظ تو ہیں گو ان کا مصداق ایک ہی ہے لیکن آپکی دلیل میں اتنی گنجائش بھی نہیں +

علیٰ ہذا القیاس رگوید کا منتر مندرجہ صفحہ ۱۸ رسالہ بابت اپریل ۱۸۹۹ء (صفحہ ۹۹ کتاب ہذا) کہ ہر ایک گاڑی میں تین بیٹھنے والی میز میں لگی ہوتی ہونی چاہئیں وغیرہ میں نہیں سمجھتا کہ آپنے یہ منتر کیوں نقل کیا؟ کونسی سائنس اس میں بھرا ہوا ہے؟۔

آپ کے فقرہ پنجم (صفحہ ۸۹ کتاب ہذا) کا مختصر مطلب یہ ہے کہ سنسکرت بہت

دیگر زبانوں کے مکمل ہے۔ بلکہ دوسری زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں" مجھے معلوم نہیں کہ یہ فقرہ میری کس تحریر کا جواب ہے، پیارے ماسٹر! مناظرہ میں سوال و جواب کی تطبیق بھی ضروری ہے یا بالکل اسی کے مشابہ ہے جو کسی سماجی پنڈت صاحب نے کسی آریہ منش سے کہا کہ آپ سماج میں آیا کریں وہ بولا آپ کے والد نے دعوت کی تھی تو نمک زائد نہیں ڈالا تھا، پنڈت جی نے کہا اس بات کو میری بات سے کیا تعلق! وہ بولا بات سے بات نکل آتی ہے۔ بہت خوب! لیکن کاش کہ مکمل کی تعریف بھی کی ہوتی تاکہ معلوم ہوتا کہ آپ کا یہ دعویٰ بھی کہاں تک صحیح اور مکمل ہے اگر مکمل کے معنی یہ ہیں (اور غالباً یہی صحیح ہیں) کہ کل انسانی مطالب اس کے ذریعہ ادا ہو سکیں اور کسی دوسری زبان کی حاجت نہ رہے۔ تو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ زیادہ نہیں تو عربی کی ایک چھوٹی سی کتاب کفایۃ المتحفظ لیکر دیکھیں تو عربی زبان کی وسعت آپ کو معلوم ہو۔ گو مجھے اس مقابلہ سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ میرے نزدیک کل زبانیں خدا کی صنعت سے ہیں اپنے اپنے مدعا میں کوئی بھی ناقص نہیں جس قدر انسانوں کو ضرورت پیش ہے اپنی اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں۔ تاہم آپ کے دعویٰ کی صداقت معلوم کرنے کی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ملاحظہ کرکے اس کے برابر سنسکرت کی کوئی کتاب بتلا دیں تو مشکور ہونگا۔

آپ میرے اس فقرہ پر کہ قرآن شریف کے الفاظ بعینہ خدا کی طرف سے ہیں اعتراض کرتے ہیں کہ "اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ قلم اسی کی ہو گئی وغیرہ" جی تو نہیں چاہتا تھا کہ ایسے معقول سوال کا جواب دوں بلکہ ناظرین کی فہم و فراست پر چھوڑ دوں مگر آپ کے سماجی دوست بزبانِ حال تقاضا کر رہے ہیں مہربان! اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اصول کے مطابق خدا تعالیٰ کا پیغام فرشتہ جبرئیل جو پیغمبر خدا کے پاس لاتا تھا۔ یہ قرآن بعینہ اسی کی عبارت

لہ مولوی صاحب کے اس فقرہ کی بنا میں آیت قرآنی پیش ہے وہ یہ ہے وَمِنْ اٰیَاتِہٖ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ (تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی خدا کی ہستی کی نشان میں) (منیجر)

ہے یہ نہیں کہ پیغمبر خدا نے اس مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔ تبلادیں
اس مطلب پر یہ سوال یا اور اسی قسم کے اعتراض جو آپنے صفحہ ۲۳ رسالہ مئی سنہ ۱۸۹۹ء
(صفحہ ۱۰۰ کتاب ہذا) میں کئے ہیں کیا تعلق رکھتے ہیں آپ معاف فرمادیں ع
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست۔ ہاں میرے سوال کے جواب میں کہ وید چونکہ
الفاظ اور معانی سے مرکب کا نام ہے پرلے کی حالت میں اسکی ترکیب جاتی رہیگی تو
فنا ہو جائیگا۔ آپ کا فرمانا کہ "جس طرح آپ کا خدا (ہمارا خدا ہمیں مبارک) قیامت کے
ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتا اسی طرح ہمارے پرمیشر اور اس کے اوصاف بھی پرلے میں فنا
نہیں ہوتے" (صفحہ ۲۳ رسالہ مئی سنہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۰۲ کتاب ہذا) حیرت افزا ہے۔ پیارے ماسٹر! ہمارا
خدا کوئی مرکب نہیں ہے اس لئے وہ قیامت کے فنا سے بچا رہیگا آپکا وید تو بقول
آپکے الفاظ اور معانی سے مرکب کا نام ہے وہ کیونکر بچ سکتا ہے؟ ع ببین تفاوت راہ از کجا است
تا بکجا۔ ہاں آپکا یہ مطلب کہ عربی میں الہام کرنے سے خدا بے انصاف ٹھہر سکتا ہے (صفحہ
۲۷ رسالہ مئی سنہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۰۴ کتاب ہذا) عجب بات ہے۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا ◆ ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

مہربان حیران ہوں کہ آپ بے دلیل کہنے کے کیسے مشتاق ہیں حقیقت میں یہ بات
اس اصول کی فرع ہے جو آریہ سماج ہمیشہ سے کہا کرتی ہے اور جسپر آجتک کوئی دلیل
قائم نہیں کی یعنی خدا نے ابتداء دنیا میں ویدوں کا پرکاش کیا اور پھر کوئی الہام کبھی
نہیں کیا اور نہ کریگا۔ ہاں اگر آپ اس اصول کو ثابت کر دیں تو بیشک تمام دنیا کی الہامی
کتابیں بجز وید کے غلط ہو جائیں گی لیکن کہاں پیارے ماسٹر! ہمارے نزدیک الہام ابتداء
دنیا میں ہوا (گو وید ابتدا سے ہم نہیں مانتے جسکا ثبوت آگے آویگا) اور بعد میں بھی
حسب ضرورت ہوتا رہا۔ جس زمانہ اور جس ملک میں خدا کی حکمت مقتضی ہوتی ہے وہاں
کوئی اللہ کا بندہ اس کام پر مامور کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو راہ راست پر لائے اور پہلے
الہام میں جو لوگوں نے کجروی اور غلط خیال ملائے ہیں انکو صاف کرے پھر کبھی تو ایسا ہوتا
ہے کہ الہام سابقہ کی کتاب سے الگ ہی ایک مضمون بصورت کتاب ظاہر کیا جاتا ہے گو وہ اصل

مطلب میں پہلی الہامی کتاب سے موافق ہو۔ اور کبھی کبھی سابقہ کتاب میں لوگوں کی مخلوط غلطیاں صاف کرکے اصل مطلب کو واضح کیا جاتا ہے سیدالانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اول کے ملہم ہیں کیونکہ اُن کے زمانہ میں الہام سابقہ کی صورت کو لوگوں نے بہت کچھ بگاڑا ہوا تھا چنانچہ آجکل کے عیسائیوں کے حالات اس کے شاہد ہیں اور حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام قسم دوم کے انبیاء ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن ایسا محفوظ نہ ہوتا کہ اُس کے الفاظ کو بھی یاد رکھنے والے کروڑوں آدمی ملتے ہیں تو ہندوؤں کی زیادتی اور غلو جو بقول آریہ سماج "انہوں نے وید کی سچی تعلیم میں کی ہوئی ہے بیشک اس بات کی مقتضی تھی کہ ہندوستان میں کوئی ملہم پیدا ہوکر ویدوں کی سچی تعلیم کو الہام کے ذریعے سے واضح کرتا اور بت پرستوں کے کان اینٹھتا۔ یہی ہے ہمارا مذہب۔ پس اب آپکا اختیار ہے اسکو رد کریں یا قبول مگر سوچ سمجھ کر۔

آپکے فقرہ ششم (صفحہ ۱۰۶ کتاب ہذا) کا مختصر مضمون یہ ہے کہ قرآن پر جو کتاب کا لفظ آیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن بنی بنائی کتاب آسمان سے اتری" آپ معاف رکھیں اسکا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ع سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست مہربان ماسٹر صاحب! کتاب کے مفہوم میں "لکھا ہوا" ہونا داخل نہیں کتاب صرف مضمون کا نام ہوتا ہے آپ نے خواہ مخواہ اپنی قرآن دانی جتلانے کو تمام قرآن سے لفظ کتاب چن چن کر نکالا ہم مسلمانوں کے مذہب سے آپ واقف نہیں ہونگے ہمارے نزدیک جیسا کسی مضمون پر ساری قرآن سے ثبوت دینا۔ ویسا ہی ایک آیت سے ثابت کر لینا ہوتا ہے بھلا اگر کتاب کے مفہوم میں "لکھا ہوا" داخل ہے تو میں کہوں کہ ایک کتاب میں فلاں مسئلہ لکھونگا تو غالباً آپ مجھ پر سوال کرینگے کہ کتاب کا لفظ تو جب ہی صادق آتا ہے کہ لکھی ہوئی تیار کاپی ہو۔ تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ کتاب لکھوں گا۔ اگر آپ یہ سوال کریں تو میں بہت خوش ہونگا اور اس کے جواب میں آپ مجھ سے لکھا لیں کہ کچھ نہیں کہونگا۔ اگر کہونگا تو مجرم۔ جناب من! کتاب پر ہی کیا موقوف ہے۔ تمام چیزوں کا یہی محاورہ ہے روٹی پکاؤنگا۔ مکان بناؤنگا

کنواں لگاؤنگا۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب نام بعد طیار ہوئے چیزوں کے ہیں مگر پہلے طیاری
سے بولے جاتے ہیں کتاب تو فقط مضمون کا نام ہی جسکا لکھنا ممکن ہے اسی لئے اسکو
کتاب کہتے ہیں یعنی قابل کتاب۔ پس آپ کا سارا تارو پود ٹوٹ گیا۔ ان معنی
سے وید کتاب یا بتیک نہیں؟ سچ ہے وہ الزام ہمکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔
پھر آپ اسی فقرہ میں فرماتے ہیں کہ "پرکاش" کا لفظ الہام سے اچھا ہے اور یہ
کہ جس طرح سورج وغیرہ خدا کے پرکاش کرنے سے قدرتی ہیں اسی طرح وید بھی قدرتی
ہیں اسی طرح وید بھی قدرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ نئی منطق ہے۔ مہربانم! پرکاش یعنے
ظاہر کرنا اُن موقعوں پر بھی بولا جاتا ہے جن میں بندوں کے افعال کو بھی کل یا کسی قدر
دخل ہو۔ کیا آپ نہیں کہا کرتے؟ ہمارے دوست کے امتحان کا نتیجہ خدا کے فضل
سے اچھا ظاہر ہوا۔ ہمارے سفر کا نتیجہ خدا نے اچھا ظاہر کیا وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ سب
کام قدرتی ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ قدرتی ہیں تو وید کو اسی قسم کے قدرتی کہنے کو تیار رہو
جسکی کوشش میں بندوں کے افعال کو بھی دخل ہو۔ ہاں آپکا بندگیے لفظ پر حیث کرنا
عجب ہے۔ آپ صفحہ ۳۳ رسالہ جولائی ۱۸۹۹ء (صفحہ ۱۱۹ کتاب ہذا) میں فرماتے ہیں
(خدا محمد صاحب کو اپنا بندہ کہتا ہے، کیا دیگر انسان خدا کے بندے نہیں؟ بجواب معاف
رکھیں اگر میں کہوں کہ نہیں اور اگر ہیں تو اس درجہ کے نہیں۔ ہمارے ماسٹر اعربی کے
محاورے سے تو خیر آپ ناواقف ہی ہیں۔ لیکن اردو کے محاورات اور روزمرہ
کی بول چال سے بھی کیوں محض ناواقف بن جایا کرتے ہیں؟ کیا باپ نہ لائق بیٹے کو
خصوصیت سے بیٹا کہے تو اس کے یہ معنے ہیں؟ کہ دوسرے بیٹے اس کے نطفے کے ہی
نہیں۔ جب یہاں نہیں تو بندے کے معنی تو فرمانبردار کے ہیں جو عربی لفظ عبد کا
ترجمہ ہے فرمانبرداری میں حضرت محمد رسول اللہ کے برابر کون ہوا؟ ؎

حسن یوسف دم عیسے ید بیضا داری ❊ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دفعہ ۲ بی دامی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام میں نے جو ایک آیت متضمن دعوے الہام نقل
کی تھی جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر تمکو ہماری کتاب قرآن میں شک ہے تو

اس جیسی کتاب لے آؤ۔ اسپر آپکے جتنے اعتراض ہیں سب بیجا ہیں۔ اس سے میری غرض صرف یہی تھی کہ قرآن شریف نہ صرف دعویٰ الہام کا ذکر کرتا ہے بلکہ اپنے منکروں کو للکارتا ہے۔ کہ درصورت انکار میری جیسی کتاب لاؤ۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپکے اعتراض اس مضمون سے کیا تعلق رکھتے ہیں؟ آپ یوں کہہ سکتے تھے۔ کہ قرآن نے یہ دعویٰ (الہامی ہونیکا) نہیں کیا اسکا تو جواب آپنے نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس امر کو تسلیم فرمایا۔ کہ واقعی قرآن نے دعویٰ الہام کیا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم ہے تو میرا مدعا حاصل ہے۔ مجھے ان سوالوں کا جواب دینا ضروری نہیں۔ کیونکہ بے محل ہیں۔ آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مکہ والوں کیلئے آیا ہے۔ اس سوال کو یہاں تعلق کوئی نہیں۔ آپ مجھ کو مکہ والوں کا وکیل سمجھ لیتے۔ یہ سوال اُسوقت وارد کرتے جب میں سلسلہ گفتگو میں یہ کہتا کہ قرآن سب لوگوں کیلئے ہے ہندی ہو یا چینی رومی ہو یا زنگی۔ گو ہمارا دعویٰ یہ ہے۔ اور ہم اسکو ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر آپکو تو اصول مناظرہ کی پابندی ضروری ہے لیجئے! صاحب! ہم آپکو بتلاتے ہیں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ خدا فرماتا ہے ہم نے تجھکو سب لوگوں کیلئے بھیجا ہے۔ مسلمانوں کا عملدرآمد بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ دیکھئے تو اعراب سے نکلکر ہم (آریوں) کو یہاں ہندوستان میں آدبوچا۔ اُدھر چین میں چینیوں کو۔ خراسان میں افغانوں اور مغلوں کو۔ یورپ میں یورپینوں کو۔ غرض دنیا کی کل قوموں کو اپنے میں ملاکر ایک کر دیا۔ یہ نہیں کیا کہ غیر تو غیر ہندو شودر کے کان میں بھی وید منتر پڑ جائے تو اس بیچارے کے کان میں سکہ اور قلعی گلا کر ڈالی جائے کہ اُسنے کان کیوں بند نہ کئے گو آپکا یہ خیال نہ ہو۔ مگر آپکے سلف صالحین کا عموماً چلا آیا ہے۔ اور پنڈت دیانند کا شودر کے گھر سے پکا ہوا کھانے سے منع کرنا بھی اس خیال کی صحت کا قرینہ ہے (دیکھو ستیارتھ) ص ۳۵۵ اور اس خیال کی صحت پر مشاہدہ بھی دلالت کرتا ہے۔ کہ باوجودیکہ وید کو بنے ہوئے (بقول آریہ سماج) کروڑہا سال ہو گئے۔ مگر سوائے ہندوستان کی چار دیواری کے باہر اسکا اثر اتنا بھی نہیں کہ کوئی کہہ سکے ؎

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی ٭ کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

آگے چلکر صفحہ ۱۹ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء (صفحہ ۲۵ کتاب ہذا) میں آپنے الہام کی شرائط لکھی ہیں

جنپر بڑی خوشی سے ہم بحث کرینگے ؛

(۱) یہ کہ "الہام لفظ اور مفہوم سے مرکب کا نام ہے" ہمیں منظور صاد کرتے ہیں مگر اتنی تشریح کے ساتھ کہ لفظوں کی ضرورت بغرض تفہیم مخاطب ہے۔ ورنہ نہیں لیکن آپکو یہ شرط خالی از دقت نہیں۔ کیونکہ آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے۔ پس آپ ہی فرمائیں کہ وید جو بقول آپکے لفظ اور معنی سے مرکب ہے خدا کی صفت کیونکر ہو سکتا ہے؟ مرکب تو حادث (نوین) اور خدا قدیم۔ فافہم ؛

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ الہام یا علم کے اندر تاریخ یا جاگرفی (جغرافیہ) یا قصے کہانیاں شامل نہیں ہو سکتیں۔ علم سائنس کا مترادف ہے۔ سائنس یا علم جبکہ قدرتی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے جیسا کہ کل اہل عقل مانتے ہیں تو وہاں تاریخی بیانات یا قصے کہانیاں ہر گز قدرتی اور طبعی نہیں کہلا سکتیں" (صفحہ مذکور) اس سے آپکی مراد یہ ہے کہ وید کو آپ بموجب اسکے لفظی ترجمہ (گیان) کے علم کہتے ہیں اور علم سے مراد سائنس لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وید ایک سائنس کی کتاب ہے اور سائنس کی کتاب میں قصے وغیرہ نہیں ہوا کرتے۔ بہت خوب! ہمیں منظور۔ مگر آپ کے بیان میں چند غلطیاں ہیں ایک تو یہ کہ آپنے وید کو لفظی معنے میں لیا ہے۔ یعنی علم حالانکہ وید ایک کتاب ہے۔ نامونکو بحیثیت نام ہی لینا چاہیئے۔ نام کا ترجمہ کرنے سے جو اسکی تشخیصت ہوتی ہے۔ جسکی وجہ سے وہ نام کہلاتا ہے۔ جاتی رہتی۔ مثلاً ثناء اللہ کے معنی (اللہ کی تعریف کرنیوالا) لے کر آپ ثناء اللہ نہیں ہو سکتے اور آتما رام کا ترجمہ (خدا کی روح) میں آتما رام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وید ایک کتاب کا نام ہے۔ جو ایک خاص شکل اور مضمون کی کتاب ہے۔ دوم مانا کہ وید سائنس کی کتاب ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ جیسا سائنس میں کہانیاں اور جغرافیہ نہیں ہوتا۔ ایسی ہی خدا کی حمد وثناء بھی نہیں ہوتی۔ اسپر بھی وہی اہل عقل متفق ہیں۔ جنکا آپنے حوالہ دیا ہے تو پھر بتلاویں کہ وید میں پرمیشور کے ستتی (تعریف) اور اوپاسنا کیوں ہے۔ سوم اگر الہامی کتاب میں قصے کہانیاں یعنی زمانہ ماضی کا حال نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ آریہ سماج سے ہم مدت سے سنتے چلے آئے ہیں۔ تو جہاں وید میں پہلے بزرگوں کے حالات کیطرف توجہ دلاتی ہے اسکے

کیا معنے ہونگے؟ غور سے سنیئے! رگوید اشٹک ۸ - ادھیاۓ ۸ ورگ ۹ ۴ منتر ۲ مندرجہ رگ وید بھاشیہ بھومکا (وید میں حکم ہے) کہ :-

"تمکو دہرم پر عمل کرنا چاہیئے اور ادہرم اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنی صاحب علم و معرفت - راستی شعار طرفداری و تعصب سے اور ایشور اور دہرم کے حکم کو عزیز جاننے والے ہمارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق فائق گذر چکے ہیں مجھ بہاگ یعنی بھجن (اطاعت یا عبادت) کرنے کے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل یا میرے بنائے ہوئے دہرم پر عمل کرتے رہے ہیں اُسی طرح تم بھی اُسی دہرم کے پابند رہو تاکہ وید میں تبلائے ہوئے دہرم کا تمکو بلا شک و شبہ علم ہو جاوے"

اس کے علاوہ بہت سے منتر اس مضمون کیلئے ملتے ہیں مگر چونکہ ثبوت کیلئے ایک ہی حکم رکھتا ہے جو بہت سے رکھتے ہیں اسلئے ہم آپکی طرح وقت ضایع کرنا نہیں چاہتے تبلاویں کہ یہ بزرگ جنکی اطاعت اور بر نقش قدم چلنے کا حکم دیا جاتا ہے کون ہیں؟[۱] وید کے بننے سے پہلو کے ہیں یا پیچھے کے؟ انصاف سے کہیئے! ہم بھی ہمیشہ سے سنتے تھے کہ وید میں قصّے کہانیاں نہیں کیونکہ وید دنیا کی ابتدا میں الہام ہوا تھا - اسی لئے آریہ سماج ہمیشہ الہام کی تعریف میں یہ قید لگا دیا کرتا ہے کہ اُس میں کسی زمانہ ماضی کا حال اور ذکر نہ ہو - شکر ہے کہ وید ہی میں زمانہ ماضی کے لوگونکا ذکر نکل آیا - جس سے آریہ سماج کے دعوٰی ہی کو صدمہ نہیں پہونچا - بلکہ انکی وید دانی کا اظہار بھی ساتھ ہی ہوگیا - سچ ہے ؎

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے ٭ وہ ساری اُنکی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

[۱] ناظرین آگاہ ہونگے کہ آریونکا دعوٰی ہے کہ وید ہنتک خدائی علم کا نام ہے - جسکی کوئی انتہا نہیں ایکدفعہ دنیا کے فناہ ہونے پر دوسری دفعہ پھر وہی وید جو پہلی دنیا میں تھا رشیونکو الہام ہوتا ہے - چنانچہ ماسٹر صاحب بھی صفحہ ۱۳۹ پر فرما چکے ہیں - پس کوئی آریہ صاحب گھبرا کر یہ نہ کہے کہ موجودہ دنیا سے پہلے کلپ (دنیا) کے نیک لوگ مراد ہیں - کیونکہ اُس وقت بھی جبکہ ابھی وہ بزرگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے وید میں یہ عبارت موجود ہوگی - پس جبتک کوئی ایسے بزرگ نہ تبلائے جائیں جو اس کلام پر تقدم زمانی رکھتے ہوں تب کلام صحیح نہ ہوگا - اس مضمون کے متعلق مولوی صاحب کا ایک رسالہ حدوث وید بھی قابل ملاحظہ ہے (منیجر)

چہارم ہمارا آپکا اس میں کوئی اختلاف نہیں، ہم مانتے ہیں کہ ان معنوں سے جو آپ یا آجکل کے سائینس داں مراد لیتے ہیں۔ قرآن شریف سائنس کی کتاب نہیں۔ قرآن تو ہدائیت کی کتاب ہے۔ کیا معنے؟ گمراہ بندوں کو اور خدا سے تعلق توڑ کر دوسروں سے دہی تعلق لم دبنیں جوڑنے والوں کو خدا کیساتھ ملاتی ہے۔ احکام خداوندی متعلق عبادات ومعاشرت بتلاتی ہے۔ اور نیک باتوں کا وعظ کرتی ہے اس وعظ کرنے اور سمجھانے میں اگر زمانہ ماضی کے کسی قصے کو بطور نصیحت بیان کرنا مناسب ہو تو اُسے بھی بطور نظیر پیش کر کے نتیجہ پر اطلاع دیتی ہے اور ارشاد خداوندی سناتی ہے کہ "انکو زمانہ ماضی کے قصے سنا تا کہ:-

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ | یہ لوگ بھی نیک و بد کاموں پر فکر اور سوچ کریں"۔ پس موجودہ سائینس کی اصطلاح سے قرآن کا طریق بیان جدا ہونا کسی طرح مضر نہیں۔ لکل فن رجال۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند ٭ میل او را در دلش انداختند

(۳) سوم شرط میں آپ فرماتے ہیں۔ خدا کے قول وفعل کی مطابقت ضروری ہے ہمیں بھی مسلم۔ لیکن آپ بتلاویں ویدک تعلیم کی تعمیل سے مطابقت رہتی ہے جواب دیتے وقت میرا مضمون مندرجہ رسالہ نومبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲ و ۲۲ (صفحہ ۵ کتاب ہذا) ملاحظہ کریں جسکا خلاصہ میں یہاں بھی بتلاتا ہوں۔ کہ ویدک تعلیم کے مطابق اگر کل دنیا عمل پیرا ہو تو ایک دن ایسا آویگا کہ نہ سواری کو گھوڑا اور نہ دودھ کو گائے اور نہ شہد کو مکھی ملیگی۔ کیونکہ یہ سب روحیں اپنے اپنے بداعمال کی سزا بھگت کر آخر انسانی جون میں آجائینگی۔ اور انسانی جون کی روحیں بوجہ نیک عملی کے اُدہر نہیں جائینگی۔ نتیجہ معلوم۔ مفصل مقام مذکور پر دیکھیں جسکا جواب آپنے بجز اسکے کچھ نہ دیا تھا۔ کہ یہ اصول میرے مسلمہ نہیں۔ صفحہ ۳۰ رسالہ نومبر ۱۸۹۸ء (صفحہ ۲۵ کتاب ہذا) اب تو آپنے اُن اصولوں کو کسی قدر ترمیم سے جو مجھے کسطرح مضر نہیں تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۹۔ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۱۶۲ کتاب ہذا) پس جواب عنائیت کریں تو مشکور ہونگا۔ پھر دیکھیں خدا کا قول وفعل ویدک تعلیم کیمطابق مطابق ہے یا نہیں مگر میں تجربہ سے پیشینگوئی کرتا ہوں کہ آپ اسکا جواب نہ دینگے۔ اور یونہی ٹال مٹول بتلا دینگے

مار انغمزہ گشت قضا را بہانہ ساخت ❊ خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

(۴) شرط چہارم آپ فرماتے ہیں "الہام دنیا کی پیدائیش کے شروع میں ہی ہو سکتا ہے" صفحہ ۲۰ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء (صفحہ ۱۲۷ کتاب ہذا) کیا وید منتر مذکور جو ہمنے نقل کیا ہے۔ اسکو پڑھکر بھی آپ یہ کہینگے۔ اسکے علاوہ بھی ہمارے پاس بہت سا ثبوت ہے جس سے یہ امر بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ وید دنیا کی ابتدا پیدائیش میں نہیں بنے۔ مگر جب آپ اسکا جواب دینگے تو دیکھیں گے۔ اسکے علاوہ کسی قدر تفصیل سے ہم پہلے ہی کہہ آئے ہیں کہ یہ کوئی بات قابل پذیرائی نہیں کہ الہام کو ابتدا عالم ہی سے محصور کیا جائے ❊

(۵) پانچویں شرط آپ بتلاتے ہیں کہ "ترمیم تنسیخ ایزادی کمی وغیرہ خدائی کاموں میں نہیں ہو سکتی" مسلم ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وید میں آجتک کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہوئی نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی لیکن مسلمانی خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دیئے۔ اُسکا کچھ حصّہ تبدیل کرکے دوسرے لوگوں کو الہام دیئے اسلیئے وہ الہام در خدا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں" (صفحہ ۱۲ رسالہ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۲۸ کتاب ہذا) بے سمجھی کا نتیجہ ہے۔ کوئی مثال اس امر کی آپ پیش نہیں کرسکتے کہ پہلے نبیوں کے اصلی الہام اور مقصود بالذات الہام کو قرآن میں منسوخ کیا گیا ہو۔ ہاں عیسائیوں اور یہودیوں کی من گھڑت باتیں اور مخلوط تعفن جیسی (آپکے ہندو ویدیں) ہیں کرتے ہیں اُنکو باطل کیا ہے ثبوت کیلئے سُنیئے! خدا فرماتا ہے ہم نے تیری طرف اے محمدؐ سچی کتاب اُتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُن پر محافظ بھی ہے (کہ کجرووں کی کجروی کو سیدھا کرتی ہے) ❊

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

(۶) ششم شرط میں آپ لکھتے ہیں "قدرتی شئے کو کوئی تباہ نہیں کرسکتا" بہت خوب! مگر بگاڑ سکتا ہے۔ ایسا کہ جس غرض کیلئے وہ پیدا ہوئی ہے۔ وہ اُس سے حاصل ہونا تو کجا اُسکے برعکس نتیجہ دے۔ کیا خربوزہ کو چند دن رکھا جائے تو بجائے فائدہ کے اور اُس غرض کے جسکے لئے پیدا ہوا ہے اُلٹی تکلیف دیگا یا نہیں؟ گو ہم اُس کے اجزا کو بالکل معدوم نہ کرسکیں علاوہ اسکے یہ اُصول مادی اشیاء کی نسبت صحیح ہے۔ غیر مادی اشیاء کی نسبت مسلّم نہیں

الہامی کتاب غیر مادی ہے۔ یعنی اُس مضمون کا نام ہے۔ جو خدا کیطرف سے کسی نیک بندی کو بتلایا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف بلادے۔ پس اُس مضمون کا تلف ہو جانا مادی اشیاء کے تلف کیطرح نہیں کہ اُسکے اجزا باقی رہیں۔ بلکہ اُسکا تلف ہونا یہ ہی کہ لوگوں کو وہ مضمون (خصوصاً اُس زمانہ میں جبکہ نوشت و خواند کا دستور ہی نہ تھا۔ سب دارو مدار حفظ ہی پر تھا) بھول جائے یعنی نہ تو وہ پڑھیں اور نہ یاد کریں۔ آپ بتلا دیں وید دل کے لکھنے کے زمانہ سے پیشتر جبکہ دارومدار حفظ ہی پر تھا۔ اگر وہ حافظ لوگ وید دل کو حفظ کرنا چھوڑ دیتے تو آج وید آپکو کیسے ملتے؟ کسی الہامی کتاب کا تباہ ہونا یہی معنی رکھتا ہی چونکہ قرآن کی حفاظت خدا نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور صاف ارشاد ہے کہ "ہم ہی نے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ	قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں"

اسلیئے یہ الہام لوگوں کے سینوں سے کبھی بھی تباہ اور معدوم نہ ہوگا۔ پس آپکا کہنا کہ "اگر مسلمانی خدانے پہلے الہام دیا اور پھر اُس کو قایم نہ رکھ سکا تو کوئی وجہ نہیں کہ جو الہام اُسنے بقول مسلمان صاحبان اب دیا اُسکو قایم رکھ سکے" تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے۔ فافہم

(۷) ہفتم شرط میں آپ لکھتے ہیں کہ "ہر کلپ کے بعد اُسی الہام کا ہونا ضروری ہے" ہمیں کسی طرح مضر نہیں۔ اگر کلپ (دوسری بار دنیا کا پیدا ہونا) ہے تو یہی قرآن پھر نازل ہوگا۔ اور گمراہ بندوں کو راہ راست پر لادے گا ؎

(۸) ہشتم شرط میں آپ لکھتے ہیں "ایشور کی کلام اُسکی صفات کے مطابق ہو اور اُسکو ظاہر کرنیوالی ہونی چاہیئے" بہت ٹھیک مگر افسوس کہ آپ مقابلہ میں دکھا سکے؎

(۹) نہم شرط میں آپ لکھتے ہیں "قدرتی اشیاء کی خصوصیتیں قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہیں (الف) اُسکا عالمگیر ہونا (ب) مکمل ہونا (ج) مفید یا راحت بخش ہونا" منظور کیجیئے! قرآن صاف بتلاتا ہے۔ پہلی بات کہ عالمگیر ہو قرآن کی تعلیم اور مسلمانوں کا عمل ثبوت دے رہے ہیں۔ خدا فرماتا ہے "ہمنے تجھکو (اے محمدؐ) سب لوگوں کے

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى	لیئے بھیجا ہی" نیز خدا فرماتا ہے "ہمنے تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہی۔ جو سب ضروری چیزوں کو

بیان کرتی سراسر ہدائیت اور رحمت اور | وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔
فرمانبرداروں کے لئے خوشخبری ہے" ✤

(۱۰) دہم شرط میں آپ لکھتے ہیں"۔ الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے۔ بہت خوب! منظور۔ اس کا مضمون اور شرط سوم کا مضمون ایک ہی ہے صرف تعداد بڑہانے کو آپ نے لکھاہے جو اسکا جواب ہے وہی اسکا ہے ✤

(۱۱) گیارھویں شرط آپ لگاتے ہیں۔ کہ الہام جس زبان میں ہوا ہو وہ زبان بھی ابتدائی اور قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہیئے"۔ اسپر کوئی دلیل آپنے نہیں دی اسکا جواب ہماری تقریر سابقہ میں آگیا۔ علاوہ اسکے مکمل کے معنے بھی نہیں تبلائے ✤

(۱۲) بارھویں شرط بڑی مشکل آپنے لگائی ہے جو شائد ہی کوئی مانیگا۔ آپ فرماتے ہیں" الہامی کتاب وہ ہے جس میں الہامی تعلیم درج ہو" کہاں ہیں مسٹر منطقی؟ جو کہا کرتے ہیں کہ تعریفوں میں دور جائز نہیں۔ آئیں اور دیکھیں کہ ہمارے ماسٹر جی نے سب کچھ حلال کردیا۔ بہت خوب! ہمیں منظور ✤

(۱۳) تیرھویں شرط میں آپ لکھتے ہیں" الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعویٰ الہام درج ہونا چاہیئے۔ اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت تاریخی بیان مثل ملہم کے حالات وغیرہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے" ✤

جزو اول مسلم بلکہ ہمارے دعویٰ کی تفہیم۔ مگر جزو دوم سے مراد اگر یہ ہو کہ اصل الہامی کتاب میں ملہم کے حالات زندگی کا مندرج ہونا ضروری نہیں" تو صحیح ہے اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ملہم کے حالات زندگی کسی طرح سے بھی معلوم ہونے غیر ضروری ہیں تو فیہ نظر ٹھیک نہیں۔ تفصیل پہلے پرچہ میں اور اسکے بعد کے مقامات میں کرچکا ہوں۔ اس شرط کے مطابق بھی لیجئے! قرآن اول نمبر ہے۔ سنئے! اور غور سے سنئے! میں پہلے ہی کہہ آیا ہوں۔ کہ قرآن نہ صرف دعویٰ الہام کرتا ہے بلکہ اپنے منکروں کو للکارتا ہے کہ" اگر تم کو میرے الہامی ہونے میں شک ہے۔ تو مجھ جیسا کلام لے آؤ" اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اب اس کے مقابل ذرا وید منتروں کی پڑتال بھی ضروری ہے ؛

وید منتر جو دعویٰ الہام پر آپ نے صفحہ ۲۲ رسالہ ماہ اگست ۱۸۹۹ء (صفحہ ۱۳۱ الکتاب تعالیٰ) میں نقل کئے ہیں. میرے خیال میں ایک بھی آپکے دعویٰ کا مثبت نہیں۔ پہلے منتر کا ترجمہ جو آپنے کیا ہے صرف یہ ہے کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہے دیسے علم مجسم پرمیشور ہمکو مبارک علم جو کہ جملہ راحتوں اور مفید اشیاء کے حصول کا ذریعہ ہے اُسکو دیتا اور ہم لوگوں کو جملہ راحتیں بخشتا ہے"؛

میں نہیں سمجھا کہ اس میں وید کے الہام کا کیا ذکر ہے؟ شاید متکلم اپنے پاکیزہ خیال کے مطابق سب کچھ (جیسا کہ اللہ والے لوگوں کا خیال ہوتا ہے) خدا کی طرف سے سمجھا ہو جیسا سعدی مرحوم نے کل دنیا کی راحتوں اور تکلیفوں کو خدا سے منسوب کیا ہے ؎

گرچہ تیر از کماں ہمے گذرد ؛ از کماں دار داند اہل خرد

دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست ؛ کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

پس اسکو الہام خصوصاً وید کے الہام سے کیا تعلق؟

ہاں اسی ذیل میں آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن میں کہیں یہ ذکر ہے؟ کہ خدا نے مثل باپ کے انسان کو اسکی بھلائی کیلئے علم دیا۔ پھر آپ بنی معمولی تمسخر سے کام لیتے ہیں میرے خیال میں قرآن اِن باتوں کو کہاں بیان کر سکتا ہے؟ (کیونکہ یہ بڑے دقائق فلسفیہ ہیں) قرآن تو لکھی لکھائی کتاب اُتارنے کی فکر میں ہے" (دروغ گوئم برروئے تو) پیاری ماسٹر! قرآن آپنے پڑھا ہوتا تو یہ لفظ منہ پر نہ لاتے. کبھی کبھی میری خاطر اور میرے ہی ذریعہ سے ٹوٹا پھوٹا پنڈت دیانند جی کیطرح ترجمہ دیکھ لیا تو اُسے دیکھنا نہیں کہتے بلکہ! اس سے بڑھکر اور اعلیٰ درجہ کے الفاظ میں جس ہی کسی کجرو کی کجروی ہی پیش جاتی ہے بتلاتا ہوں مگر آپ جانتے ہیں کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو جو درجہ اور رتبہ دے رکھا ہے کہ خدا کا بیٹا اور اقنوم ثالث ماننے لگے ہیں. ایسا ماننے پر وہ کیوں مجبور ہوئے ہیں؟ اسلئے کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے گو اُسکے معنے بجائے خود مجازی معنے سے صحیح تھے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے. کہ اس لفظ کا اطلاق کہ خدا کو باپ اور مخلوق کو اُسکا بیٹا کہا جائے۔ نتیجہ اچھا

نہیں دیتا۔ اسلیئے قرآن میں کہیں بھی خدا کو باپ یا باپ کیطرح نہیں کہا گیا۔ ہاں اس مضمون کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ جو سچ پوچھو تو قرآن کی صداقت کی ایک اعلےٰ درجہ کی دلیل ہے ارشاد ہے کہ "خدا نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا۔ انہیں میں سے ایک رسول لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ بھیجا جو احکام الٰہی انکو سناتا ہے۔ اور بداخلاقیوں سے پاک کرتا ہے"

ہاں قرآن کا یہ قصور ہے کہ وہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت نہیں بتلاتا۔ کہ جس سے اُسکے متبعین کو کسی وقت میں شبہ یا غلطی ہو جائے جیسے باپ۔ اگنی۔ وایو وغیرہ کہ کروڑہا بلکہ ابتدا سے حساب لگائیں تو بیحد ہنود ایسے ہی الفاظ سے شرک میں مبتلا ہوئے۔ آخر وہ اب سال بعد پنڈت دیانند جی اور اُنکے ہم خیالوں نے بدقت سمجھا کہ ان الفاظ سے مراد خدا کی ذات ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ اگنی۔ وایو۔ آگ وغیرہ ہیں یا خدا کی ذات ہے بلکہ میں خوش ہوں کہ پنڈت جی کی ٹیکہ (تفسیر) صحیح ہو اور خدا کرے کہ صحیح ہو تاکہ لوگ ان توہمات اور شرک پرستی کو چھوڑ کر اپنی اپنی زبان اور محاورات میں لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوں جو اسلام کا اصل مدعا ہے۔ میری غرض صرف یہی ہے جس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایسے الفاظ نے نتیجہ اچھا نہیں دیا۔ پس قرآن بیشک اسمیں قاصر ہے

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار نہیں ۔ اُن میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

منتر نمبر دوم میں بھی الہام خصوصاً وید کے الہامی ہونیکا کوئی ذکر نہیں صرف وید کو جملہ انسانوں کے عزت کرنے کے لائق کہا گیا ہے۔ سو مبارک ہو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ اس کلام کے متکلم کے نزدیک وید کو وہی رتبہ ہو گا۔ جو بعض مسلمان صوفیا کے نزدیک مثنوی مولوی رُوم کو یا دیوان حافظ کو ہے جس سے الہامی ہونا معلوم ٭

اسکے ذیل میں قرآن شریف کیطرف توجہ مبذول فرمائی ہے جسکا جواب کئی دفعہ دیچکا ہوں۔

منتر نمبر ۳ میں بھی وید کے الہامی ہونیکا کوئی ذکر نہیں۔ نمبر ۴ میں بھی کوئی دعوٰی الہامی ہونیکا نہیں۔ ہاں وید کو سچائی کے ظاہر کرنیوالی کتاب جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنیکی محرک کہا گیا ہے۔ جو الہام کے دعوٰے سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی۔ آپ اسکے ذیل

ہیں مجھ سے پوچھتے ہیں. کہ کیا قرآن کے متعلق آپ کبھی یہ دعاوی پیش کر سکتے ہیں" بہت خوشی سے لیجئے! سنیئے ارشاد ہے:۔ لوگو تمہارے خدا کی زبردست اور قوی دلیل (قرآن)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا + اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ	تمہارے پاس آچکی ہے اور ہمنے تمہاری طرف روشن نور اتارا ہے" اور بیشک یہ قرآن سب سے عمدہ خصلت کی ہدایت کرتا ہے ؛

منتر نمبر ۶ میں وہی لفظ "پرکاش" ہے جپر کئی دفعہ بحث کرچکا ہوں کہ یہ لفظ الہام کے معنے میں نہیں آتا. اسکے ثبوت میں لیجئے! میں وید کا منتر ہی پیش کرتا ہوں. اتھروید کانڈ ۱۱. انوواک ۳. منتر نمبر ۵ مندرجہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا (برہم چاری وید کے علم کو حاصل کرتا ہوا پران (نفس)، لوک (محسوسات)، اور پرجاپتی یعنی محافظ مخلوقات اور **مظہر کل** پرمیشور کو عیاں اور بیان کرتا ہوا الخ اس منتر میں خدا کو مظہر کل یعنی سب چیزوں کا پرکاش کرنیوالا لکھا گیا ہے. پس وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہوا. ہاں آپکا یہ شبہ کہ وید سب چیزوں کی طرح قدیمی ہے سو اسکا جواب پہلے عرض کرچکا ہوں ؛

منتر نمبر ۷ بھی [illegible] بے مطلب ہے. الہام کا کوئی لفظ اس میں نہیں ؛

منتر نمبر ۸ میں بھی کوئی الہام کا ذکر نہیں بقول آپکے صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ وید کے کلام کا مالک خدا ہے. سو ایک تو آپکا بنایا ہوا ہے. لفظی ترجمہ نہیں. دوم یہ لفظ بھی کوئی الہام کو نہیں چاہتا. دنیا کی کونسی چیز ہے؟ جسکا مالک خدا نہیں ؛

منتر نمبر ۹ و ۱۰ میں وہی "پرکاش" (ظاہر) کا لفظ ہے جسکا جواب کئی دفعہ ہو چکا ؛

منتر نمبر ۱۱ میں بھی وہی لفظ "پرکاش" ہے چنانچہ اُس نمبر کے ستیارتھ پرکاش میں جسکا حوالہ آپ نے دیا ہے اسی عنوان سے لکھا ہے. ایشور ویدوں کا اظہار کرنیوالا ہے جس کا جواب کئی دفعہ دیچکا ہوں. اظہار کرنا الہام کو متلزم نہیں ؛

منتر نمبر ۱۲ میں بھی "پرکاش" کا لفظ ہے جسکا جواب کئی دفعہ دیچکا ہوں. اسی منتر کی ذیل میں آپنے لکھا ہے کہ "انسان میں خود بخود علم ایجاد کرنیکی طاقت نہیں. بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے سیکھتا آیا ہے اور سب سے پہلے انسانوں نے اسکو ایشور سے حاصل کیا ہے

اور اسی کا نام الہام ہے"۔ بہت خوب! میں پہلے بحوالہ وید منتر ثابت کر آیا ہوں کہ وید دنیا کی ابتدا میں نہیں بنے۔ کیونکہ اُن میں پہلے بزرگوں کی چال اختیار کرنیکا حکم پایا جاتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ وید کو الہامی دعویٰ کرنیکا حق حاصل نہیں۔ اس سے آگے چلکر آپ نے کچھ وعظ و نصیحت بھی کیا ہے۔ جو میں نے اور دیگر سامعین نے بخوبی سُنا ہے (تھینکس)، اس میں کوئی بات جواب طلب نہیں ؛

صفحہ ۲۰ رسالہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء (صفحہ ۵ کتاب ہذا) میں لکھتے ہیں "ایشور ہی سب جگت کو حرکت اور گیان (وید) کا عطا کرنیوالا ہے" اس میں آپنے گیان (علم) کو بریکٹ میں (وید) لکھا ہے آپکو اس میں غلطی ہوئی کہ جہاں علم کا لفظ آتا ہے۔ آپ وہاں (وید) لکھدیتے ہیں حالانکہ وید کے معنے بھی گو علم کے ہیں۔ مگر وید اس صورت میں کتاب کا نام ہے اور ناموں کو جب باعتبار علمی معنے کے لیا جاتا ہے۔ تو ترجمہ نہیں ہوتا۔ کیا آتما رام اور ثناء اللہ کو علمی معنے بتلاتے ہوئے آپ ترجمہ کرینگے؟ پس اسی پر آپ غور کریں۔ مفصل پہلے کہیں عرض کر آیا ہوں صفحہ نمبر ۲۹ رسالہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء میں آپنے بڑی کوشش سے ایک منتر لکھا ہے جس سے آپکی سعی اور کوشش کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپنے کتنا کچھ کھینچ تان کر اس دعوے کو نبھانا چاہا ہے مگر کیا مجال کہ قرآن شریف کے برابر کوئی ایک لفظ بھی آپ دکھا سکتے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "وہ

انسانوں کیلئے پرمیشور نے ازلی بے دوا (کلام وید) جس سے کہ وہ کوتاہی (علم) کی اشاعت کر سکیں۔ ازلی علت سے پیدا کیا"۔

کس کھینچ تان سے "ازلی بے دوا" کی تشریح بریکٹ میں (کلام وید) سے کی ہے۔ بہت خوب! اس ہی کوشش سے تو میں آپکا مشکور ہوں۔ ایسی کوشش کے حق میں تو کسی بزرگ نے کہا ہے ع ہیرا انہی پرند ومریہ ال ہی پد آنند۔ آگے اسی صفحہ پر آپنے ایک اور منتر لکھا ہے جس سے بھی الہام کا دعویٰ نکلنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں "ویدت" کا لفظ ہے جسکے معنی "علمی بات" کے ہیں۔ منتر کا مطلب یہ ہے کہ خدائے دنیا کو علمی باتوں سے راحت بخشی ہے" وید کے اصلی معنی بھی گیان اور علم کے ہیں مگر ایک کتاب کا نام ہے۔ ناموں میں اصلی ترجمہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی تخصیص ملحوظ ہوتی ہے۔ پس وید کے (جو ایک کتاب کا نام ہے) الہامی ہونے کا دعویٰ ثابت نہ ہوا

فقرہ ہفتم (صفحہ ۷۵ کتاب ہذا) میں آپ لکھتے ہیں "غیر ملکوں کے نبیوں کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا؟" مہربان من! اسکا جواب مختصر یہی ہے۔ کہ اس سے ہمکو مطلب نہ تھا۔ آگے چلکر آپنے اپنے قلم سے سعدی مرحوم کا مشہور فقرہ "گل است سعدی و در چشم دشمناں خار ست" صادق کر دکھایا۔ آپ کہتے ہیں "خدا کو صرف ایک کہنے سے بزرگی ثابت نہیں ہو سکتی کیا کوئی چور ایک ہو تو اُسکی بزرگی ہے؟" چہ خوش! ماسٹر صاحب! مباحثہ میں سماج کی سی معمولی باتیں نہیں سُنی جایا کرتیں۔ میدان مناظرہ میں ذرہ چست و چالاک ہو کر آنا چاہیئے

سمجھکر پاؤں رکھنا میکدہ میں ماسٹر صاحب! ؛ یہاں پگڑی اُچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

بھلا آپنے یہ تو سمجھا ہوتا یا پوچھ لیا ہوتا کہ مسلمان خدا کو ایک کن معنے سے کہتے ہیں صاحب من! مسلمان ان معنیٰ سے کہتے ہیں کہ بہمہ صفات کمال موصوف ایک خدا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ صفات خداوندی قرآن سے آپ کو بتلاؤں ناگہاں مجھے یاد آگیا۔ کہ میں پہلے بتلا آیا ہوں جو رسالہ ماہ جنوری ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۲۶ (صفحہ ۱۵ کتاب ہذا) میں درج ہیں۔ اُس بتلائے ہوئے کا کیا نتیجہ ہوا؟ کہ اسکا ہوگا۔ افسوس کہ اُسکے مقابلہ میں وید سے صفات باری دکھا کر مقابلہ کیا ہوتا ہے۔ بجائے مقابلہ دکھانیکے اعتراضات پر کمر باندھنا خوب نسخہ ہے ؛

آگے چلکر ۲۶، ۲۷ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۵۸ کتاب) میں آپنے بالکل اُس قصہ کے مشابہ کیا جو آریہ سماج اور سناتن دہرم کے پنڈتوں کا مباحثہ ہوا تھا۔ ایک گاؤں میں سماجی پنڈت ویاکھیان (وعظ کہنے لگے) گاؤں والوں نے جو سناتن دہرم ہندو تھے۔ اپنے پنڈت جی کو بلایا۔ سماجی پنڈت نے کہا مہاراج! اچرو۔ ہندو پنڈت نے کہا اُچرو مُچرو ڈھچرو۔ بس اتنا کہنے کی دیر تھی۔ کہ ہندوؤں نے اپنے پنڈت جی کو سر پر اُٹھا لیا۔ اور اچھلتے کُودتے چھلانگ مارتے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ مہاراج! ہمارے پنڈت جی مہاراج نے ایک پرشن (سوال) کے تین اُتر (جواب) دیئے۔ وہی حال ہمارے ماسٹر جی کا ہے کہ ایک کے تین دیتے ہیں۔ ٹھینکس، ہاتھ لا اُستاد کیوں کیسی کہی؟ آپ لکھتے ہیں کیا فطرت بدلگئی؟ صاحب من! فطرت ہی یہی ہے کہ جب کبھی کجرد الہام میں کجروی کریں تو اُنکے کان اینٹھے جائیں ؛

صفحہ ۲۰ (صفحہ ۵۸ کتاب ہذا) پر لکھتے ہیں "کیا خدا ہوّا ہے؟ کہ اُس سے ڈریں۔ مہربان من! اللہ سے ڈرنے کے معنی وہی ہیں جو آپ نے بھی صفحہ ۲۸ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۶۰ کتاب ہذا) پر لکھے ہیں۔ یعنی بُرائی سے ڈرنا (یعنی گناہ کے عذاب سے ڈر کر گناہوں کا چھوڑ دینا۔ کیونکہ خدا کی ذات کی نسبت تو قرآن اعلیٰ درجہ کی محبت کا حکم دیتا ہے سُنئے! اور غور سے سنئے!

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ	مسلمانوں کو خدا کے ساتھ سب چیزوں سے بڑھکر محبت ہونی چاہیئے"

پس آپ ہی بتلا دیں! کہ عربی شعر کا مطلب صحیح ہے یا نہیں؟ ؎

کم[1] من عائب قولاً صحیحاً + آفتہ من الفہم السقیم

آگے چلکر صفحہ ۲۸ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۶۰ کتاب ہذا) پر آپ نے میری شکایت کی ہے۔ کہ میں نے کل ملکوں کی علمی ترقی کا رد شیخ سعدی کی ایک ہی "تمگ زنگست سعدی دور چشم دشمناں خارست) سے کردیا" پیارے ماسٹر! دروغ گوئیم بر روئے تو بھی آپ نے کبھی سُنا ہے؟ سعدی مرحوم کا مصرعہ تو میں نے اس امر کے متعلق لکھا تھا کہ آپ نے قرآن کی تعلیم متعلقہ توحید کو ہیچ سمجھکر اُس سے پہلے ملکوں کی ترقی کا ذکر کیا تھا۔ جس سے آپ کی یہ غرض تھی۔ کہ قرآن کی مجموعہ تعلیم ہیچ ہے دیکھیں صفحہ ۲۹ رسالہ دسمبر ۱۸۹۸ء (صفحہ ۳۰ کتاب ہذا)۔ نہ کہ کسی ملک کی ترقی یا کسی تاریخی ثبوت کا رد تھا۔

آگے چلکر صفحہ ۲۹ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۶۱ کتاب ہذا) پر آپ نے بہت سی "پرستیوں" کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "مولوی صاحب (خاکسار) کو یہ خیال نہ آیا کہ اُن چھ کروڑ مسلمانوں میں سے پونے چھ کروڑ تو قبر پرستی۔ تعزیہ یعنی کاغذ پرستی کعبہ پرستی۔ انسان یعنی حضرت پرستی کے زرخرید غلام بن رہے ہیں" آپ کے اس فقرہ میں بے معنی اور بے محل "پرستی" "پرستی" دیکھ کر مجھے ایک قصہ یاد آیا۔ جو کسی سکھ سردار اور اُسکے ملازم کا ہے۔ سردار صاحب ایک روز ملازم مذکور پر خفا ہوئے

---

[1] (ترجمہ) کئی لوگ اپنی ہی کج فہمی سے صحیح اور درست قولوں پر بھی اعتراض کیا کرتے ہیں (مینیجر)۔

کہ تو ہمکو "ننگہ" کے لفظ سے نہیں پکارا۔ ملازم نے عرض کیا۔ بہت خوب۔ آیندہ کو خطا نہ ہوگی۔ ایک روز سردار صاحب کے مکان کے سامنے چمن کی گھاس پر کتا پاخانہ پھر گیا۔ ملازم بھاگا بھاگا آکر عرض کرنے لگا۔ بھائی ننگھ جی! کتا ننگھ۔ ننگا (گھاس) ننگھ پر گول (پاخانہ) ننگہ کر گیا۔ سردار صاحب تو اس سے خفا ہوئے یا راضی۔ مگر آریہ سماج آپ سے بہت خوش ہوگا۔ کہ آپ نے مسلمانوں ہاں پکے موحدوں کی بہت سی پرستیاں ثابت کیں۔ شاباش ؎ ایں کار از تو آمد و مرداں چنیں کنند۔ آپ ہی کے حق میں کسی نے کہا ہے ؎

نازک خیالیاں میری توڑیں عدو کا دل ✣ میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

چونکہ آپ نے ان پرستیوں[1] پر کسی آیت قرآنی کا حوالہ نہیں دیا۔ اسلئے جواب سے جواب جب اس دعویٰ پر کسی آیت کا حوالہ دینگے تو جواب عرض کیا جاوے گا۔ و دونہ خرط القتاد

آپ نے میرے اصول موضوعہ پر جو خامہ فرسائی کی ہے غنیمت ہے۔ مگر اس سے بڑھکر یہ غنیمت ہے۔ کہ اصول مذکورہ کی تصحیح (وہ بھی اپنی سمجھ کے مطابق) کرکے نتیجہ کی صورت سے (جب کیلئے وہ اصول موضوعہ قرار دیئے گئے تھے) بصورت سکوت اطلاع بخشی "تھینکس" شکور ہوں۔ مگر میں بڑی محبت سے کہتا ہوں۔ کہ آپ اس تصحیح میں بھی تصحیح طلب ہیں ناظرین سے درخواست ہے کہ میرے اصول موضوعہ مندرجہ صفحہ ۱۲ رسالہ نومبر ۹۸ئہ (صفحہ ۱۵) میں بغور ملاحظہ فرمادیں اور ماسٹر صاحب کی تصحیح کی تصحیح یا تغلیط کریں۔ مجھے اس سے زیادہ بحث نہیں۔ کیونکہ میرا مدعا جس کے لئے میں نے وہ اصول مقرر کئے تھے کہ ویدک تعلیم کی پابندی سے نظام عالم بگڑتا ہے۔ بہرحال ثابت ہے۔ ہاں اصول نمبر ۳ کی بابت جو آپنے لکھا ہے کہ "یہ اصول نہیں بلکہ اصول کا نتیجہ ٹھیر سکتا ہے" صفحہ ۳ رسالہ جون ۱۹۰۰ئہ (صفحہ ۱۶۲) اس کی طرف اہل علم کو خصوصاً توجہ دلاتا ہوں۔ مہربان من گو یہ نتیجہ کسی اور اصول کا ہو۔ لیکن میرے مدعا کیلئے یہ بھی اصول ہے۔ اگر یہ نہو تو آپ

---

[1] مسلمان قبر پرستو اور تعزیہ سازو! سنئے ہو تمہاری وجہ سے اسلام پر کیا کیا اعتراض ہوتے ہیں آؤ باز آؤ ایسے افعال شنیعہ کو چھوڑ دو ورنہ خدا کو کیا جواب دو گے؟ (منجانب)

کہہ سکتے ہیں۔ کہ تمام لوگوں میں ویدک تعلیم کی پابندی کا ماننا فرض محال ہے اور محال
سے محال لازم آئے تو کوئی خرابی نہیں۔ آپ معاف فرماویں کہ اگر میں کہوں کہ ایسے
امور سمجھنے کے لئے عربی منطق کی کسی کتاب کا پڑھنا ضروری ہے ؂

فقرہ نہم (جسمیں میں نے قرآنی تعلیم کا جمیع ضروریات انسانی کیلئے کافی ہونا ثابت کیا تھا
جو صفحہ ۲۳ رسالہ ماہ دسمبر ۱۸۹۸ء (صفحہ ۴۰) رسالہ جنوری ۹۹ء تک درج ہے
اس کے جواب میں آپ نے بے تکے اعتراضات پر کفایت کی ہے (صفحہ ۱۶۲) بلاسکے
اسکے مقابلہ میں ویدک تعلیم کا نقشہ دکھاتے حالانکہ آپکی فرمائیش کے مطابق یہ طریق
اختیار کیا گیا تھا۔ دیکھو صفحہ ۳۰ رسالہ نومبر ۱۸۹۸ء (صفحہ ۲۵) مگر باوجود اس درخواست
اور دعویٰ کے مقابلہ میں ایک حرف بھی نہ لکھنا قرآن کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے
برابر ہے ؎

وعدہ وصل تمہارے نہیں سچے ہوتے ؂ ہاں غلط ہو گئے ہیں آپکے اقرار کئی

اِس لئے میں سردست آپ کے کسی معقول سوال کا جواب نہیں دونگا۔ جبتک آپ مقابلہ نہ دکھائینگے۔ ہاں آپکا ایک ہی فقرہ ناظرین کے نمونہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں۔ جہاں لڑنے کا لفظ دیکھا۔ اُس کا نام مولوی صاحب نے محکمہ جنگ رکھدیا۔ جہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ وہاں فارن آفس رکھدیا۔" صفحہ ۳۲ رسالہ جون ۱۹۰۰ء (صفحہ ۶۵) ہاں صاحب ٹھیک ہے۔ اگر آپ یہ بھی الزام نہ لگاتے تو آخر کیا کہتے؟ مگر یہ تو فرمایئے اگر پنڈت دیانندجی کی غبارہ بازی اور تار برقی اور علم طب سے جو انہوں نے وید سے نکالے ہیں میرے احکام جنگ یا فارن آفس درجے میں کم تھے جو پسند نہ آئے۔ وزہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا مصنفہ پنڈت جی تو ملاحظہ کیا ہوتا۔ لیجئے! میں ہی تبلاتا ہوں۔ جہاں کہیں تجارتی ترقی کیلئے اسباب طبیعیات کے استعمال کا ذکر آیا وہاں "جہازرانی" لکھدیا۔ جہاں بجلی کا برائے نام نام آگیا۔ اُسکا نام "علم تار برقی کے اصول" لکھ مارا اور جہاں بھولے سے بیماروں کے لئے دوا یا دعا کا ذکر آگیا اُسکو "علم طب کے اصول" بنا لیا۔ کیوں نہ ہو پنجابی مثل "اپنا نینگر بیگا نہ ڈھینگر" (اپنا بچہ پیارا دوسرے کا دکھیارا)، اِسی ہی کہیں

مگر جہاں سمجھنے والوں سے خالی نہیں ؁

فقرہ دہم (صفحہ ۱۶۵ کتاب ہذا) میں بھی آپنے وہی راگ الاپا ہے جسکا جواب معقول طریق سے کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ ہاں ایک افسوسناک بات اس میں یہ بھی ہے۔ کہ کرشن جی کی گیتا کو صرف ہندوؤں کی گیتا لکھکر آریہ سماج کو اُس سے بے تعلق کیا گیا حالانکہ کرشن جی سب کے مسلمہ گرو ہیں۔ آخر میں اپنا مدعا مختصر لفظوں میں ظاہر کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں ؁

الہامی کتاب میں یعنی جس کتاب کی نسبت کوئی قوم یا کوئی شخص الہامی ہونیکا دعوے کرے۔ اُسمیں دعویٰ الہام صحیح لفظوں میں ہونا ضروری ہے۔ اور اُس کتابکے بتلانیوالے کے حالات زندگی (سوشل لائیف) کا قابل اطمینان ہونا اُسکے دعویٰ کیلئے ایک گواہ ہے اور اُس کتاب کا انسانی ضرورتوں کیلئے کافی ہونا اور نظام عالم کے مطابق ہونا یعنی اُسکی تعلیم کا ایسا ہونا کہ اُسکی تعمیل احکام سے نظام عالم میں خلل نہ آوے۔ دوسرا گواہ ہے۔ وید میں چونکہ دعویٰ الہام صریح لفظوں میں نہیں اور نہ ہی اُس کے ملہموں کے حالات معلوم ہیں۔ اور نہ ہی اُسکی تعلیم کی تعمیل نظام عالم کے مطابق ہے۔ اسلئے وید الہامی نہیں۔ اور اگر پنڈت دیانند جی اور اُنکے چیلوں کی کوشش سے وید میں دعوے الہام ہو بھی تو چونکہ دعوے ہی دعوے ہے گواہ معدوم۔ لہذا نتیجہ معلوم۔ قرآن مجید کو خدا کے فضل سے تینوں باتیں نصیب ہیں۔ پس مدعا ثابت ؎

جمالِ حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے ؁ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے
نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ؁ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

واضح ہو کہ کتاب ہذا کا پہلا اڈیشن (طبع اول) جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں ہوا تھا اُسوقت سے آج دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء تک بھی جواب نہ پہنچا۔ اسلئے آئندہ کو کسی جواب کی توقع نہیں پس مباحثہ ختم ؁

ناظرین! دونوں صاحبوں کی تقریریں آپ لوگوں کے سامنے موجود ہیں بغور ملاحظہ کر کے نتیجہ سے مباحثین کو اطلاع دیں یا آپ ہی آپ لطف اُٹھائیں آپکا اختیار ہے ہاں یہ درخواست ضروری ہے کہ دونوں مناظرین کے حق میں دعا کرتے ہوئے خاکسار کو بھی ضرور شریک کریں ؁

تمت

(منیجر)